

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2016ء

جون، جولائی و اگست ستمبر، اکتوبر، نومبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011



وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، جگر گوشہ مفسر اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

جون ۲۰۱۶ء

June 2016

مدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا قادری

ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا

جلد: ۱ — جون ۲۰۱۶ء — شمارہ: ۶

ترجمان سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

یادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خان بریلوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

مفسرِ اعظم ہند مولانا ابراھیم رضا جیلانی بریلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

زیرِ سرپرستی

قاضی القضاۃ جانشین مفتیٔ اعظم

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیرِ اعلیٰ: مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر: یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی، ہیڈ جامعۃ الرضا

فی شمارہ: ۲۰ روپے — زرِ سالانہ: ۲۴۰ روپے — بیرونی ممالک: ۱۵۰۰ روپے — لائف ممبری: ۱۱۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

فون: 0581-3291453, 2472166
فیکس: 0581-2458543
دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی)
Visit us: www.aalaahazrat.com
Www.cisjamiaturraza.ac.in,www.hazrat.org
E-mail:- atiqahmad@aalaahazrat.com, sunniduniya@aalaahazrat.com

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' ہی بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں

نوٹ: ممبران حضرات! اگر آپ کو سنی دنیا وقت سے نہیں مل رہا ہے، ڈاک سے متعلق کوئی معلومات حاصل کرنی ہے، یا بذریعہ ڈاک ممبر بننا ہے تو اس نمبر پر رابطہ کریں: 09259089193

اشاریہ

روزہ ایک عظیم تحفہ ہے

اداریہ : محمد یونس رضا مونس اویسی

مذہب اسلام ایک پاکیزہ دین ہے جس کے قوانین و ضوابط خدائی ہیں، ہر موڑ پر پوری دنیا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ یہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے پیغمبر آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پوری دنیا ماکان وما یکون اٹھارہ ہزار مخلوقات کے معلم ہیں یعنی معلم کائنات ہیں آپ ﷺ نے جمادات، نباتات، حیوانات غرض ہر ایک کے حقوق کو بیان فرمایا، ہر ایک کی حقیقت و ماہیت سے واقف کرایا حتی کہ چیونٹی کی حقیقت اس کے آداب، اس کے کارنامے سے واقف کرایا، اسلامی سرچشمہ قرآن کریم، احادیث طیبہ، اقوال بزرگان دین ہیں ان کی حقیقتوں پر توجہ دیں اور آسمان، زمینی، ہوائی، دریائی، سمندری، شجر، حجر، جن و بشر، ملائکہ، دنیاوی انقلابات، آفات و بلیات، دن ورات موت وحیات غرض جس رخ، جس زاویئے سے معلم کائنات ﷺ کی تعلیمات پر مطالعہ کریں تشنگی دور ہوتی چلی جائے گی، دنیا کے کسی مذہب اور رہنما کے اندر نہ ایسی خوبی تھی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب پیغمبر اعظم نور مجسم حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پوری کائنات کا معلم بنا کر مبعوث کیا۔ ہر چیز کے فائدے اور نقصانات کو معلم کائنات علیہ السلام نے اجاگر فرمایا۔ آج بھی جو صاحبان اسلام کا اور سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ طاہرہ کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں وہ آغوش اسلام میں آجاتے ہیں، دنیا کی حقیقت، دنیا کے رشتے، زندگی کی حقیقت کیا ہے اول سے لیکر آخر تک، ظاہر سے لیکر باطن تک سب کچھ آپ ﷺ نے عیاں بیان کر دیا ہے غواصی کی ضرورت ہے۔ دنیا میں ایک مسلمان کس طور پر زندگی بسر کرے، کیا کرے نہ کرے، کس میں فائدہ ہے کس عمل میں نقصان، کس عمل سے زندگی کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہوگی اور کس سے نہیں سب بیان کیا ہوا ہے۔ دنیا دارالعمل ہے یہاں کروگے وہاں پاؤگے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عمل بندوں کے لئے مقرر فرمائے کہ بندہ ان امور پر پابندی کرے اگر بندہ پابندی کرتا ہے وہ فرمانبردار کہلاتا ہے جو پابندی نہیں کرتا ہے وہ نافرمان کہلاتا ہے۔ ان امور میں سب سے پہلا ایمان ہے، بنیاد، ایمان ہے ایمان درست تو سب درست، ایمان خراب تو سارا عمل بیکار، اس کے بعد عبادات ہیں جن میں کچھ جسمانی ہیں کچھ روحانی ہیں، وغیرہ وغیرہ سردست جس عبادت کا ذکر مقصود ہے وہ ہے روزہ، قرآن مقدس میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں یعنی روزہ مسلمان پر فرض ہے، اہم فرض ہے، معلم کائنات ﷺ نے روزے کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، اس کی حقیقت کو اجاگر فرما دیا کہ یہ کتنی برکتوں اور فضیلتوں والا ہے اس کے فوائد کیا ہیں، روزہ نہ رکھنے کے نقصانات کیا ہیں، آج سائنٹیفک نظریات والے بھی اس کی حکمتوں سے لوگوں کو روزے کی

ترغیب دلا رہے ہیں، مگر ہائے افسوس مسلمان جس کے پاس یہ سرمایہ ہے آج کس قدر اس سے غافل ہے اور روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے مہلک امراض میں مبتلا ہے۔ ظاہری طور پر دن کا حصہ کھانے پینے میں مصروف نہیں ہے لیکن باطنی طور پر جسم کے اندرونی نظام میں کیسی قوت پیدا ہو رہی ہے کتنی بیماریوں سے نجات مل رہی ہے، اگر صرف اسی حکمت کو پیش نظر رکھ لیتے تب بھی کبھی روزے سے غفلت نہ برتتے، روزے کی جزا کیا ہے یہ تو بہت بڑی شئی ہے۔ ادنیٰ یہ کہ تمہارا جسم روزے کی وجہ سے ان گنت بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ آپ اس کی حقیقت جاننا چاہتے ہو تو آج کے ترقی یافتہ دور میں مشکل نہیں کسی سائنس کے طالب علم سے اس کی حقیقت معلوم کرلو وہ بھی بتادے گا کہ ہاں روزہ جسم کے لئے صحت کے لئے بہت راحت کی چیز ہے۔

آج ہمارا معاشرہ روزے سے اتنا غافل ہو چکا ہے کہ کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ ہمارے نوجوان ذہنوں میں یہ تصور جما چکے ہیں کہ روزے سے کمزور ہو جائیں گے، مائیں انہیں تربیت دینے لگی ہیں کہ ارے ابھی سے روزہ رکھو گے۔ باپ بچوں کو ڈانٹ پلاتے ہیں کہ ارے تو ہی سب جانتا ہے ابھی کھانے پینے کی عمر ہے کھائے جاؤ چاہے ہزاروں ڈاکٹروں کو دینا پڑے۔ یعنی معاشرے کا حال الف سے یا تک، اے سے لیکر زیڈ تک پراگندہ ہو چکا ہے۔ کس طبقے کو سمجھایا جائے، نوجوان تو نوجوان ہے ماں اور باپ کا احوال بھی ناگفتہ بہ ہیں شہروں اور قصبات میں روزے نہ رکھنے کی بیماری وائرس کی طرح پھیل چکی ہے۔ انہیں کوئی بھلا آدمی سمجھاتا بجھاتا بھی ہے تو کہتے ہیں ارے مجھے یہ عذر ہے یہ پریشانی ہے اور کچھ تو بڑی بیباکی سے کہتے ہیں ارے روزہ وہ رکھتا ہے جس کے گھر کھانے پینے کو نہیں لیکن اس بے غیرت کو یہ نہیں معلوم کہ جو ۱۱ مہینے کھا سکتا ہے وہ ایک مہینے اور نہیں اسی طرح گزار سکتا ہے اور پھر رمضان و روزے کی برکت گیارہ مہینے سے زیادہ رزق رمضان میں ہر ایک کو میسر ہو جاتا ہے۔

اے مسلمانو! اپنے معاشرہ کو سدھارو، بچوں کو اسلامی تربیت دو ورنہ ایک دن اپنے ہاتھوں کھوئے ہوئے امور اور معاملات کو یاد کرو کے کف افسوس ملو گے۔ روزے کی حقیقت اسلام نے سکھائی ہے۔ اسلام میں روزہ فرض ہے اس کی حقیقت سے دنیاوی طور پر بھی معلومات حاصل کرلو اور کسی طرح خود روزے کی پابندی کرو اور اپنے بچوں کو اس کا پابند بناؤ، اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اسلام سمجھنے اور اس کی حکمتوں سے واقف ہونے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

□ □ □

تجلیات نعت

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ

عشق مولیٰ میں ہوں خونبار کنارِ دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

بہہ چلی آنکھ بھی اشکوں کی طرح دامن پر
کہ نہیں تارِ نظر جز دو سہ تارِ دامن

اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم
یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

عکس افگن ہے ہلالِ لبِ شہ جیب نہیں
مہر عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھوکر
اے ادب گردِ نظر ہو نہ غبارِ دامن

اے رضاؔ آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوۂ جیبِ گل آئے نہ بہارِ دامن

استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ

مجرم ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا
لطفِ شہ تسکین دیتا پیشِ یزداں لے چلا

دل کے آئینہ میں جو تصویرِ جاناں لے چلا
محفلِ جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

رہروِ جنت کو طیبہ کا بیاباں لے چلا
دامنِ دل کھینچتا ہے خارِ مغیلاں لے چلا

گل نہ ہو جائے چراغِ زینتِ گلشن کہیں
اپنے سر میں میں ہوائے دشتِ جاناں لے چلا

روئے عالمتاب نے بانٹا جو باڑا نور کا
ماہِ نو کشتی میں پیالا مہرِ تاباں لے چلا

گو نہیں رکھتے زمانے کی وہ دولت اپنے پاس
پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا

تیری ہیبت سے بلا تاج سلاطین خاک ہیں
تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا

ایسی شوکت پر کہ اڑتا ہے پھریرا عرش پر
جس گدا نے آرزو کی ان کو مہماں لے چلا

شافعِ روزِ قیامت کا ہوں ادنیٰ امتی
پھر حسنؔ کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لے چلا

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

ہمارے باغِ ارماں میں بہارِ بے خزاں آئے
کبھی جو اس طرف خنداں وہ جانِ گلستاں آئے

وہ جانِ یوسف آ جائے اگر میرے تصور میں
خدا رکھے وہیں کھنچ کر بہارِ دو جہاں آئے

کوئی دیکھے مری آنکھوں سے یہ اعزاز آقا کا
سلامی کو درِ حضرت پہ شاہِ قدسیاں آئے

جمالِ روئے جاناں دیکھ لوں کچھ ایسا ساماں ہو
کبھی تو بزمِ دل میں یا خدا آرامِ جاں آئے

الٰہی اپنی ستاری کا تجھ کو واسطہ سن لے
سرِ محشر نہ بندے کا گنہ کوئی عیاں آئے

کرم سے اس کمینے کی بھی مولیٰ لاج رکھ لینا
ترا اخترؔ ترے سایہ میں شاہِ دو جہاں آئے

ضیائے قرآن

کنز الایمان اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** قادری بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

سورۂ بقرہ مدنی | اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا | آیت نمبر ۲۰۷/ ۲۰۴

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو {۳۹۵} اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو {۳۹٦} بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۲۰۸) اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے {۳۹۷} تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے (۲۰۹) کاہے کے انتظار میں ہیں {۳۹۸} مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں {۳۹۹} اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔ (۲۱۰)

خزائن العرفان صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

{۳۹۵} شان نزول اہل کتاب میں سے عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے شنبہ کی تعظیم کرتے اس روز شکار سے اجتناب لازم جانتے اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں اور توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت موسوی پر عمل بھی ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہو گئے اب ان سے تمسک نہ کرو (خازن) {۳۹٦} اس کی وساوس و شبہات میں نہ آؤ {۳۹۷} اور باوجود واضح دلیلوں کے اسلام کی راہ کے خلاف روش اختیار کرو {۳۹۸} ملت اسلام کے چھوڑنے اور شیطان کی فرمانبرداری کرنے والے {۳۹۹} جو عذاب پر مامور ہیں۔

بہار حدیث

پیشکش: نبیرۂ مفسر اعظم ہند، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ ابوحامد محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا

حدیث: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور امام احمد وترمذی وابن ماجہ کی روایات میں ہے جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کرلئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے امام احمد ونسائی کی روایت انہیں سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا رمضان آیا یہ برکت کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطان کے طوق ڈال دیئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بیشک محروم ہے۔

حدیث: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں، رمضان آیا، حضور ﷺ نے فرمایا یہ مہینہ آیا اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا محروم ہے۔

حدیث: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہتے ہیں جب رمضان کا مہینہ آتا رسول اللہ ﷺ سب قیدیوں کو رہا فرمادیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔

حدیث: بیہقی شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ﷺ نے فرمایا جنت ابتدائے سال سے سال آئندہ تک رمضان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حور عین پر چلتی ہے وہ کہتی ہیں اے رب تو بندوں سے ہمارے لئے ان کو شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

حدیث: امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں رمضان کی آخر شب میں اس امت کی مغفرت ہوتی ہے عرض کی گئی کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں و لیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے جب وہ کام پورا کرے۔

□ □ □

(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۷۷)

فتاویٰ مرکزی دار الافتاء

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم قلمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ سجدۂ تحیت حرام ہے لیکن عند التحقیق اس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشۂ کفر ہو۔ "کیف و قد قال به سلطان الاولیاء نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنه واستدل به بانه کان واجبا الامر ثم نسخ الوجوب فیبقی الندب"۔ نیز شیخ محقق علی الاطلاق کی کتاب فوائد الفواد کی عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین محبوب اولیاؒ قدس سرہ تحیت کے جواز کے قائل تھے۔ نیز اسی محقق موصوف نے اپنی کتاب مشہور مدارج النبوۃ جلد اول کے فصل در سجدۂ شکر میں تحریر فرمایا ہے کہ: "یک قسم دیگر است کہ آں را سجدۂ تحیت گویند و در بعضے روایات فقہیہ رخصتے دراں واقع شدہ مختار کراہت و حرمت است"۔

(اس عبارت سے نیز ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ سجدۂ تحیت ما بین الفقہاء مختلف فیہ ہے)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعضے از فقہا ہر چند سجدۂ تحیت سلاطین تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آں است کہ دریں امر بحضرت حق سبحانہ و تعالیٰ تواضع نمایند۔ و ایں نہایت تذلیل را بغیر او تعالیٰ تجویز نکنند۔ حضرت سبحانہ و تعالیٰ عالمے زا مسخر ایشاں گردانیدہ است و محتاج ایشاں ساختہ شکر ایں نعمت عظمی بجا آوردہ تواضع چنیں را کہ مبنی از کمال عجز و انکسار است بجناب قدس او تعالیٰ مسلم دارند و دریں امر با او شرکت نجویند۔ ہر چند جمع (از فقہا) تجویز ایں معنی نمایند اما حق تواضع ایشاں باید کہ تجویز معنی نکنند مکتوبات ج ۲ ص ۳۳۵۔ مکتوب ص ۹۲ نیز مشکوۃ ص ۳۹۶ پر حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔

پس ان تمام عبارتوں کے پیش نظر مفصل طور پر لکھا جائے۔

(۱) کہ زید سجدہ تحیت کو حرام سمجھتا ہے لیکن اس کے باوجود مجوزین سجدۂ تحیۃ سے میل ملاپ رکھتا ہے ان سے بائیکاٹ اور قطع سلام و کلام نہیں کرتا آیا شرعا زید کا یہ فعل قبیح ہے یا نہیں۔ اگر قبیح ہے تو حضرت نظام الدین اولیاء و بعضے فقہاء (جن کی عبارتوں سے جواز ثابت ہو رہا ہے) کہ محترم و قابل عظمت جاننا اور ان کے مزارات پر جانا اور ان کے ماننے والوں کو قابل عزت جاننا اور ان سے سلام و کلام کرنا کیسا ہے؟

(۲) نیز حدیث پاک کے پیش نظر کوئی شخص اپنے پیر یا استاد کی پشت یا پیشانی پر سجدہ کرے تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا ناجائز؟ نیز یہ حدیث حضرت ابو خزیمہ کے لئے مخصوص ہے یا غیر مخصوص جو بھی حکم دیں، نہایت واضح اور تحقیقی جواب دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

(۳) جب سجدۂ تحیت ما بین الفقہاء مختلف فیہ ہے تو کیا

ایسی صورت میں مجوزین سجدہ تحیت کو تارکین صلوٰۃ وصوم کی طرح لعن وطعن کرنا اور قابل نفرین وملامت سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید مروجہ قوالی کو حرام سمجھتا ہے اس کے باوجود قوالی سننے والوں سے میل ومحبت رکھتا ہے سلام وکلام کرتا ہے شادی وبیاہ کرتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اور بھی افعال محمودہ انجام دیتا ہے۔ آیا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتیان: بدرالدین، مسیح اللہ، قمرالدین
بجرڈیہہ محلہ ربنہ، بنارس

الجواب:

(۱) سائل نے جس قدر عبارتیں سوال میں نقل کیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ انبیاء واولیاء کو سجدۂ تحیت ناجائز وحرام ہے اور یہ کہ یہی صحیح ومختار ہے اور اس کا خلاف خطا ہے اور مفتی پر لازم ہے کہ وہ اسی قول پر فتویٰ دے جو صحیح ومعتمد ہو اور اسی پر عمل کرے۔ درمختار میں ہے: "اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم"

[ردالمحتار، ج۱، ص ۳۴۲، کتاب الطھارۃ باب المیاہ، مطلب لو ادخل الماء من اعلی الحوض و خرج، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت]

جسے ائمہ مذہب نے صحیح وراجح بتایا اسی طرح وہ اپنی حیات میں ہمیں فتوی دیتے تو ہم پر ان کی پیروی لازم ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر کہ مذہب معتمد کی تسلیم اور اس پر کاربند ہونے کے سوا ہمیں کوئی چارۂ کار نہیں۔ اور اس کے معارضہ کا اپنی رائے یا کسی دلیل سے ہمیں حق نہیں پہنچتا۔ فاضل مصری سیدی احمد طحطاوی اس کے تحت حاشیہ میں فرماتے ہیں: "وھذا اشارۃ الی التسلیم وعدم المعارضۃ باستظھار او بدلیل آخر"۔

اسی میں ہے: "الفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع"۔ [درمختار، ج۱، ص۱۷۷، ۱۷۶، المقدمہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت]

یعنی مذہب مرجوح پر فتویٰ دینا جہل اور اجماع کی مخالفت ہے اس پر طحطاوی میں ہے: "قولہ (جھل) ای من القاضی والمفتی بما نصوا علیہ من ان ذالک لا یعمل بہ قولہ (وخرق الاجماع) فھو باطل وحرام"۔

ان عبارتوں سے صاف ظاہر کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا باطل وناجائز وحرام اور خود سائل کی منقولہ عبارتوں سے سجدۂ تحیت کا جواز مرجوح وناصواب ہونا ظاہر، تو مذہب صحیح ومعتمد سے صرف نظر کر کے سجدۂ تحیت کے جواز کا فتویٰ دینا حرام اور اس کا مرتکب فاسق۔ اور فاسق سے میل جول بے مصلحت شرعیہ خود فسق وحرام۔ قال تعالی {وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ}

[سورۃ انعام آیت ۶۸]

تفسیر احمدی میں ہے: "الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع"۔ واللہ تعالی اعلم

[تفسیرات احمدیہ، ص۲۵۵، مطبع رحیمیہ]

اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہاء پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اور حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطا سرزد ہوگئی نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا لہٰذا ان کے مزارات پر عقیدت سے جانے اور ان کے احترام میں مضایقہ نہیں اور ان کے وہ معتقدین جو اس مسئلہ میں بعد وضوح حق ان کے ہمخیال نہیں ان سے میل جول میں بھی حرج نہیں ہاں جو دانستہ ناحق پر مصر ہوں ضرور مستحق ترک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کی اجازت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

خاص حکم اقدس سے صرف ابوخزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی اور یہ خود اسی حدیث سے ظاہر ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حکم عام نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ وہ ایک واقعہ معینہ ہے تو اسکا اس سے تمسک جائز نہیں علماء بالاتفاق فرماتے ہیں : "واقعة عين لا عموم لها"۔[نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار شرح منتقی الاخبار باب ترک الاصلوٰۃ علی الشہید مبع ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ]

لہٰذا اب کسی کو کسی حیلہ سے اجازت نہیں کہ اپنے پیر کی پیشانی یا پیر پر سجدہ کرے کہ شرعاً سد ذرائع و دفع مفاسد جلب مصالح پر مقدم ہے۔ اشباہ میں ہے : "درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح"۔ واللہ تعالیٰ اعلم [الاشباہ، ج۱، ص ۲۶۴، القاعدۃ الخامسہ، مکتبہ زکریا]

(۳) مجوزین سجدۂ تحیت کا حکم گزرا اور لعنت کسی عالم پر جائز نہیں۔ البتہ ان کے فعل کی تقبیح میں حرج نہیں بلکہ علماء پر لازم ہے اور عوام کو ان کے اس مسئلہ سے احتراز لازم ہے اور علماء کی تصحیح و تشنیع سے احتیاط ضرور کہ علماء ہادی و رہنما ہیں اور عوام راہ رو تو انہیں علماء کی، احکام شرع میں اطاعت لازم اور ان کے قول و فعل ظاہراً خلاف شرع ہوں تو احتراز کا حکم ہے مگر ان پر زبان طعن دراز کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے : "اتقوا زلة العالم وانتظروا فيئته"۔ [(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۱، ص ۱۸۲، مطبع دار الکتب العلمیہ، کنز العمال، الباب الاول فی الترغیب فیہ، حدیث نمبر ۲۸۶۸۲، مطبع مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، التیسیر شرح الجامع الصغیر، باب حرف الہمزہ، مطبع مکتبۃ الامام الشافعی الریاض]

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار کرو اس کے تحت علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں : "احذروا متابعته عليها و الاقتداء به فيها ولكن مع ذلك احملوه على احسن المحامل وابتغوا له عذراً ما وجدتم لذلك سبيلا"۔ [فیض القدیر شرح جامع صغیر، ج۱، ص ۱۸۲، مطبع دار الکتب العلمیہ]

یعنی عالم کی لغزش میں پیروی کرنے سے ڈرو لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھ اچھا گمان کرو اور جہاں تک ہے اس کے لئے عذر جوئی کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) زید کو ان سے میل جول حلال نہیں اور ان کی اقتدا سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) روح جب بدن سے نکال لی جاتی ہے تو روح کہاں چلی جاتی ہے پھر منکر نکیر جس وقت سوال و جواب کے لئے آتے ہیں۔ اس وقت روح کہاں سے آتی ہے اور سوال و جواب کے بعد روح کہاں چلی جاتی ہے؟ مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تاڑی تاڑ کی ہو یا کھجور کی۔ اگر آفتاب غروب ہونے کے بعد صاف برتن تاڑ یا کھجور کے درخت میں لگا دیا جائے پھر اس کو سورج نکلنے سے پہلے اتار کر استعمال کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ بعض مقام پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس طریقہ سے حاجی عابد و پیش امام وغیرہ حضرات استعمال کرتے ہیں یہ بات کس حد تک درست ہے اور تاڑی کھجور کی ہو یا تاڑ کی اس کا سرکہ بنانا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۳) عقیقہ یا قربانی کے لئے بکرا خریدا گیا تھا مگر اتفاق سے وقت پر بکرا گم ہو گیا۔ پھر دوسرا بکرا لے کر کام چلایا

گیا وقت گذر جانے پر دو چار دن کے بعد پھر وہ بکرا مل گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ بکرا کیا کیا جائے اس کو دوسرے میں خرچ کر دیا جائے یا اس کو فروخت کر کے پیسے لے کر ذاتی مصرف میں خرچ کیا جائے؟

(۴) جمعہ کے دن یہاں صرف جامع مسجد میں نماز ہوتی ہے اور باقی چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہیں ان میں ظہر کی اذان ہوگی یا نہیں؟ کیا صرف اذان کہنا ضروری تو نہیں ہے؟ اگر عذر شرعی کے بناء پر چھوٹی مسجدوں میں جمعہ کے دن بجائے جمعہ کی نماز کے اگر ظہر کی اذان کہی جائے اور ظہر ہی کی جماعت سے نماز پڑھی جائے تو کیسا ہے؟

(۵) جانماز اگر چھوٹی ہو تو اس کو پاؤں تک بچھانا ضروری ہے یا سجدہ گاہ کی جگہ پر رکھنا ضروری ہے؟ فقط

طالب جواب: ابوالکلام

مقام و پوسٹ کشم پور، ضلع فرخ آباد

الجواب:

روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔

مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ زمزم میں اور بعض کی آسمان و زمین کے درمیان اور بعض آسمان اول، دوم ہفتم تک اور بعض اعلیٰ علیین میں اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادیٔ برہوت میں، بعض کی زمین دوم، سوم، ہفتم تک بعض کی سجین میں۔ [فتاوی رضویہ، ج ۴، ص ۱۲۵، کتاب الجنائز، رضا اکیڈمی ممبئی]

جب مردہ کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس سے منکر نکیر سوال کو آتے ہیں کما فی الحدیث الشریف اور دفن کی قید غالبی ہے کہ سوال مدفون و غیر مدفون سب کو عام ہے۔

(۱) مرقاۃ و فتاوی حدیثیہ میں ہے: "واللفظ للاخیر۔ و سوال الملکین یعم کل میت ولو جنینا وغیر مقبور کحریق وغریق وا کیل سبع کما جزم به جماعة من الائمة الی قوله الذی یظهر اختصاص السوال بمن یکون له تکلیف۔ الخ"

[الفتاوی الحدیثیہ ج ۱، باب مطلب سوال الملکین دار الفکر بیروت]

یہ نظر سے نہیں گذرا کہ سوال و جواب کے وقت روح کہاں سے آتی ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سوال کے وقت جسم میں روح کا اعادہ کر دیتے ہیں مگر قبل سوال بھی روح کو ایک نوع اتصال جسم سے ہوتی ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ مردہ اپنے نہلانے والے، کفن دینے والے، اور اٹھانے والوں، نماز جنازہ پڑھنے والوں کو جانتا ہے۔ مرقاۃ میں ہے: "اذ ثبت بالاحادیث ان المیت یعلم من یکفنه ومن یصلی علیه ومن یحمله ومن یدفنه"۔ [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر ج ۱، ص ۲۱۲ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت]

نیز اسی میں ہے: "وانما یسأل عنه باعادة الروح"۔

[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر ج ۱، ص ۲۱۳ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت]

بعد سوال بھی روح کا وہی مقام ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تاڑی خواہ تار کی ہو خواہ کھجور کی ناجائز ہے کہ اس میں نشہ ہوتا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر و مفتر۔ الخ۔ کذا فی الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ [الدر المختار کتاب الاشربة ج ۱۰، ص ۴۳ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت]

مگر سنا جاتا ہے کہ اگر صاف برتن تاڑ یا کھجور کے درخت

میں بعد غروب آفتاب لگایا جاتا ہے اور قبل طلوع اتار لیں تو اس تاڑی میں نشہ نہیں ہوتا ہے اگر فی الحقیقۃ ایسا ہے تو حرج نہیں۔ سرکہ بنانا تاڑی کا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے اور یہ دوسرا بکرا اسی قیمت کا تھا جس قیمت کا پہلا تو قربانی ہوگئی اب پہلا بکرا اسکی ملک ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر یہ دوسرا پہلے سے قیمت میں کم تھا تو پہلے کی قیمت سے جتنا زائد ہے وہ صدقہ کرے اور اگر فقیر ہے تو اس پر دونوں واجب ہیں۔ لہٰذا پہلے کو صدقہ کر دے۔ درمختار میں ہے: "ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدھا فالافضل ذبحھما وان ذبح الاولیٰ جاز و کذا الثانیۃ لو قیمتھا کالاولیٰ او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال بعضھم ان وجبت عن یسار فکذا الجواب وان عن عسار ذبحھما ینابیع"۔ [درمختار، کتاب الاضحیۃ، ج ۹، ص ۴۶۷، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت]

اور ردالمحتار میں ہے: "(قولہ وقال بعضھم الخ) اقتصر علیہ فی البدائع و قال السائحانی وبہ جزم الشمنی کما سیذکرہ الشارح ثم وجد الاولیٰ علیہ أن یتصدق بأفضلھما ولا یذبح الخ" ملتقطا (رد المحتار کتاب الاضحیۃ ج ۹، ص ۴۶۷، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عقیقہ میں پہلا بکرا متعین نہیں ہوتا دوسرا مطلقاً اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جمعہ کے دن جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا انہیں بند کرنے کا حکم ہے درمختار میں ہے: "وافادان المساجد تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع"۔ (درمختار، ج ۱، ص ۳۳ باب صلاۃ الجمعۃ، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عذر شرعی کی صورت میں جمعہ کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) جہاں چاہیں رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: صلح کلی کس کو کہتے ہیں، صلح کلیوں کے ساتھ ملکر نماز درست ہے یا نہیں یعنی ایک ہی مسجد یا صف میں صلح کلی اور اہل سنت ہوں تو اہل سنت کی نماز ہوگی یا نہیں؟

آپ کا خادم: محمد یونس
ایکسپارٹ ہوسٹل، ایم۔اے۔ایم۔سی۔
درگاہ پور 713210، ضلع بردوان، بنگال

الجواب:

ایسا صلح کلی جو دیوبندیوں وغیرہم کو جنکی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ گئی (دانستہ مسلمان جانے انہیں کی طرح مرتد، بے دین ہے۔ اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے بلکہ اسے دانستہ امام بنانا کفر ہے کہ تعظیم کافر ہے اور تعظیم کافر کی کفر۔ کفایہ میں ہے: "ام الکافر فلا صلاۃ لہ فلا اقتداء بمن لا صلاۃ لہ باطل"۔ درمختار میں ہے: "لو قال لمجوسی یا استاذ کفر، لأن تبجیل الکافر کفر"۔ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم [درمختار، ج ۹، ص ۵۹۱، ۵۹۲، کتاب الحظر والاباحۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت]

اور انہیں صف میں کھڑا کرنا حرام ہے اگرچہ نماز ہو جائے گی اور ان سے قطع صف ہوگا لہٰذا باوصف قدرت انہیں ہرگز صف میں کھڑا نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

صح الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ □ □ □

روزہ اور تربیت نفس

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی، خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی، وایا: مانگو، جمشید پور

کلام الٰہی قرآن مجید انسانوں کو نہ صرف سیدھا راستہ دکھاتا اور بتاتا ہے بلکہ اس راستے پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے رہنمائی بھی کرتا ہے۔ چنانچہ بہت ہی اچھوتے انداز میں یہ بات ذہن نشین کرائی جارہی ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا O ترجمہ: قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی، پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔ (القرآن ۹۱، آیت ۷ تا ۱۰)

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک و بد، حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور عطا فرمایا ہے۔ وہ اچھی اور بری چیزوں میں پوری طرح امتیاز کر سکتا ہے۔ اس کا یہ بھی مفہوم بتایا گیا ہے کہ انسان میں نیکی کرنے اور برائی کرنے کی دونوں صلاحیتیں موجود ہیں، اب اس کی مرضی کہ وہ نیکی کو پسند کرتا ہے یا برائی کو اختیار کرتا ہے۔

تزکیہ نفس کے بارے میں ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دانا (عقلمند) اور زیرک (بہادر) شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کئے ہوئے ہو اور مابعد موت کے لئے عمل کرے اور عاجز و درماندہ شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کا غلام ہو اور خدا سے (اجر و ثواب اور مغفرت) کی آرزو رکھتا ہو۔

روزہ کا مطلب شرعی یہ ہے کہ ایک مسلمان طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جائز جنسی خواہش کو پورا کرنے سے رک جائے۔ اللہ چاہتا ہے روزہ دار ایک محدود وقت (Limited Time) تک کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رک کر فرشتوں کی مشابہت کرے اور اپنے اندر فرماں برداری اور تقویٰ (خوف خدا) پیدا کرے۔ روزہ قربت الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی ذریعہ سے اللہ نے رسولوں کو انعامات اور کلام سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ احادیث کریمہ میں موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات شریف لینے جاتے ہیں تو چالیس دن اور رات اپنے کو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چالیس شب و روز روزے سے رہتے ہیں تب انھیں انجیل عطا کی جاتی ہے۔ یہی معاملہ حضور نبی کریم، خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ آپ مسلسل ایک ماہ تک انسانی علائق و ہجوم سے دور رہ کر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں کہ روح الامین حضرت جبرئیل امین ایک رات کتاب ہدایت لے کر حاضر ہوئے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ یہ قرآن کلام الٰہی لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ یہی وہ مبارک رات ہے جس کو ہم شب قدر کے نام سے جانتے ہیں اور یہ رات اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ قرآنی الفاظ میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھی قرآن نازل ہوا۔ ھدی للناس بھی کلام الٰہی کا مقصد ہے۔ روزے کی اس تربیت کا

مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رک جانا ہے بلکہ اپنی پوری زندگی میں اطاعتِ خداوندی و فرماں برداری کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ کیفیت نہیں پیدا ہوتی ہے تو بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روزہ، روزہ نہیں بلکہ بھوک و پیاس برداشت کرنا ہے اور اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔ اللہ پاک کو ایسے بھوکے پیاسے کی ضرورت نہیں۔ اگر روزوں سے انسان کی عملی زندگی میں بدلاؤ نہیں آتا، اللہ کا خوف اور اطاعت الٰہی کی طرف عملی قدم نہیں بڑھاتا تو ایسے روزے دار نام نہاد روزہ رکھ رہے ہیں، اللہ کو ایسے روزوں کی ضرورت نہیں۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من لم یدع قول الزور و العمل به فلیس الله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه (بخاری باب کتاب الصوم حدیث ۱۹۰۳)۔

ترجمہ: جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے۔

روزہ کے مقاصد اور حکمتیں: قرآن مجید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے کے تین بنیادی مقاصد ہیں۔ (۱) تقویٰ یعنی خوفِ خدا رکھنا (۲) اللہ کی ہدایت پر اس کی عظمت کا اظہار (۳) اللہ کی نعمت پر اس کا شکریہ ادا کرنا۔ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (القرآن ۲، آیت ۱۸۵)

تمام حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے چھوڑ دیں تو اب جو حرام ہیں ان کو بھی ترک کر دو اور سال کے باقی گیارہ مہینے بھی اللہ سے ڈر کے رہو اور روزہ کے دنوں کی طرح پوری زندگی گزارو۔ روزہ کے دوسرے مقصد کا ذکر قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے: قرآن پاک کو رمضان سے اور رمضان المبارک کو قرآن سے ایک خصوصی مناسبت اور گہرا تعلق ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں انسانی ہدایت کے لئے قرآن کا نزول ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اس میں فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ رمضان میں تلاوت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے۔ روزہ کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ بندہ اللہ کے حضور گڑگڑا کر اپنی خطاؤں سے معافی طلب کرے، خوف خدا اس کے دل میں بس جائے۔ ماہِ رمضان قبولیت دعا کا حسین وقت ہے۔ اس ماہ میں دعاؤں کی کثرت کیجئے۔ پیارے آقا نے ارشاد فرمایا کہ خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادتیں چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔ کتنی بڑی نعمت کا اعلان اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے۔ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے کسی کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں بندہ جب اللہ کی بارگاہ میں شرمسار ہو کر گڑگڑاتا ہے تو مولائے رحیم اسے اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۝ اِنَّ رَبِّىْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ (ترجمہ: اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو اور اس کی طرف پلٹ جاؤ۔ یقیناً میرا رب بڑا ہی رحم فرمانے والا اور محبت فرمانے والا ہے۔ (القرآن، سورہ ہود، آیت ۹)

روزہ کی اصل روح: روزے کے شرعی مقاصد میں یہ بات داخل ہے کہ انسان کو بھوک اور پیاس کی حالت میں رکھ کر اسے صبر و تحمل کا عادی بنایا جائے۔ کوئی آپ کی تحقیر و تذلیل کرے تو آپ صبر و تحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تم میں سے جب کوئی

روزے سے ہو تو اپنی زبان سے بے شرمی کی بات نہ نکالے اور نہ شور وہنگامہ کرے اور اگر کوئی اسے گالم گلوج کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو اس روزہ دار کو سوچنا چاہئے کہ میں تو روزہ دار ہوں، میں کیسے گالم گلوج اور لڑائی کرسکتا ہوں۔ (بخاری)

روزہ رکھ کر اپنے اندر اخلاق وکردار کی تعمیر کرے۔ آدمی وہ کام کرے جس سے اخلاق سدھریں، جذبات وخواہشات قابو میں رکھے، خوف خدا کے ساتھ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے جو اصل روزے کی روح ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ روزہ رکھنا، کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ روزہ تو ہے کہ روزہ دار لغو اور برے کاموں سے بھی اجتناب کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴، صفحہ ۲۷۰)

تقویٰ پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے۔ قرآن کریم میں ہے إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۝ ترجمہ: اللہ متقیوں کا ہی عمل قبول فرماتا ہے۔ (القرآن، سورہ المائدہ، آیت ۲۷)

تقویٰ (خوف خدا) بہت ہی اونچی اور اعلیٰ صفت ہے۔ بلکہ تمام خوبیوں کی روح تقویٰ ہے۔ جس کو یہ اعلیٰ ترین صفت میسر ہے اس کے لئے دنیا وآخرت کی بے شمار نعمتوں کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ہے: إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيمِ۝۔ (القلم آیت ۳۴)

ترجمہ: بے شک متقیوں کے لئے ان کے رب کے یہاں نعمتوں سے لبریز جنتیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان سے دنیا میں بھی آسمان وزمین کی برکتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۝۔

ترجمہ: اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تقویٰ کا حکم فرمایا اور اس امت سے پہلے لوگوں کو بھی تاکید فرمائی۔ ارشاد باری ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ۝۔ یقیناً جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی انھیں اور تم کو ہم نے تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۝ یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔ خوف خدا رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت کے باغات میں داخل فرمائے گا۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُوْنٍ۝ یقیناً اللہ سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اللہ نے تقویٰ کا کثیر آیات مبارکہ میں ذکر فرمایا ہے، جو اس کی فضیلت وشرف کی دلیل ہے۔ اس دنیا اور آخرت میں فضیلت وکامیابی کا معیار تقویٰ کو بنایا، کسی خاندان میں پیدا ہونا، کسی ملک کا باشندہ ہونا اور خوبصورت ہونا ان چیزوں کو اسلام نے وجہ افتخار نہیں قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے، نافرمانی سے بچا جائے، اس کا ذکر کیا جائے، اس کو بھلایا نہ جائے اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔ یہی بنیادی مقصد روزوں کا ہے کہ بندہ اللہ سے خوف رکھے اور اسی خوف کی بنیاد پر تمام دنیاوی معمولات وعبادات پر عمل پیرا ہو۔

زبان وآنکھ، کان کا روزہ: ارشاد باری ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۝ ترجمہ: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو لکھنے کے لئے۔ (القرآن سورہ ق، آیت ۱۷)

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں۔ ایک دائیں ایک بائیں۔ دایاں نیکیاں لکھتا ہے بایاں گناہ۔ حدیث پاک میں ہے یہ فرشتے بیمار کا کراہنا بھی لکھتے ہیں۔ نیکی والا فرشتہ

ایک کی دس لکھتا ہے۔ برائی والا ایک کی ایک ہی لکھتا ہے۔ اگر بندہ توبہ استغفار کرے تو محو (مٹا دیتا) کر دیتا ہے۔ روزے میں ہر برائی اور ہر مصیبت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ روزے کا مقصد ہی زندگی کو پاکیزہ بنانا ہے۔ بدکلامی، فضول گوئی، طنز، لعن طعن، جھوٹ، بہتان، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ سے مکمل اجتناب کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اذا کان یوم صوم احد کم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی صاسم0 (متفق علیہ) تم میں جو روزہ دار ہو وہ نہ بدکلامی کرے نہ فضول گوئی اور شور شرابہ۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ روزہ رکھ کر بھی انسان برائیوں سے نہ بچ سکے تو ایسے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا آدمی کو کچھ حاصل نہیں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں ہے جب تک کہ وہ کسی کی غیبت نہ کرے اور جب وہ کسی کی غیبت کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے روزے میں شگاف پڑ جاتا ہے۔ زبان صرف اور صرف نیک و جائز باتوں کے لئے ہی حرکت میں آئے۔ تلاوت قرآن کریں، درود شریف کثرت سے پڑھیں، نعتیں پڑھیں، دین کی باتیں کریں، جھوٹ، غیبت، چغلی، فضول باتیں ہرگز نہ کریں۔ زیادہ باتیں کرنے والا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَرِہَ لَکُمْ ثَلَاثَۃً قِیلَ وَ قَالَ وَ اِضَاعَۃَ الْمَالِ وَ کَثْرَتَ سُوَالٍ۔ اللہ کے نزدیک تین شخص ناپسندیدہ لوگ ہیں۔

(۱) زیادہ باتیں کرنے والا (۲) زیادہ مال خرچ کرنے والا یعنی فضول خرچ (۳) زیادہ سوال کرنے والا۔ اللہ ان باتوں سے بچائے آمین! حاصل کلام یہ کہ ماہ رمضان تزکیہ نفس و تربیت کا مہینہ ہے خاص کر اس کا آخری عشرہ جس میں ایک طاق رات شب قدر ایسی ہے جو قرآن پاک کے نزول کی رات ہے۔ جو لوگ اس مہینے اور قدر کی اس رات کی برکتوں سے مستفیض نہ ہو پائیں ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو تو قرآن کے الفاظ میں وہ جانوروں کے مثل ہیں۔ اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا0 ترجمہ: وہ تو چوپائے جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ اللہ کا فضل جس پر جس قدر ہوتا ہے وہ اتنا ہی اس ماہ کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ0 وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے اللہ فضل اور توفیق سے اس ماہ کے حقوق کما حقہ ادا کئے اور اللہ کے وعدہ رحمت و مغفرت کے مستحق ہوئے۔ اللہ تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات (صراط مستقیم) پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

روزہ انسانی تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ

تربیت نفس کا ایک ماہی کورس (One month training course) اب شروع ہونے والا ہے۔ یعنی ماہِ رمضان المبارک آنے والا ہے۔ اب ہمارے جسم کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہوگی۔ صبح سے شام تک یہ دانہ پانی مانگتا رہے گا اور ہم اس کو اناج کا ایک دانہ اور پانی کی ایک بوند بھی نہیں دیں گے۔ گرمی کی سخت تپش سے بے تاب ہو کر یہ پانی مانگے گا اور ہم صبر کا کوڑا لگا کر روک لیں گے، یہ بھوک سے بلبلا کر کھانے کی طرف دوڑے گا اور ہم اسے کھانا تو درکنار کھانے کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیں گے۔ حتیٰ کہ شام ہو جائے گی اور وقتِ افطار آ جائے گا، پابندیوں کے سارے بندھن کھل جائیں گے، پھر یہ جو جائز کھائے گا کھلائیں گے، جو پیئے گا پلائیں گے۔ پھر وقتِ عشا آئے گا اور ہم اپنے جسم کو کھینچ کر اللہ رب العزت کے گھر مسجد لے جائیں گے۔ عام دنوں میں یہ نماز کی چند رکعتیں بھی پڑھنے سے جان چراتا تھا، اب ہم اسے فرض

کے ساتھ واجب وسنتوں کے ساتھ نماز تراویح کی مزید بیس رکعتیں بھی پڑھوائیں گے۔ اور عام دنوں کی طرح ہر رکعت میں من چاہی چھوٹی چھوٹی سورتیں نہیں بلکہ قرآن مجید کے پورے پورے رکوع، سورتیں، پورے کے پورے پارے خاموشی کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑے ہو کر سنتے رہیں گے۔ غرض ہمارے صبح وشام کی مصروفیتوں کا رنگ بدل جائے گا، سوچوں کے دھارے، افکار ونظریات کے زاویے یکا یک مذہبی ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ!

سنہ ۲ھ میں روزہ کی فرضیت ہوئی۔ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن ترجمہ: اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ (القرآن، البقرہ ۱۸۳)

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔ شرع میں صوم کے معنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ خالص اللہ کے لئے کھانے پینے اور دیگر ممنوعات شرعیہ سے رکنے کے ہیں۔ رمضان المبارک خدائے تعالیٰ کا مہینہ ہے، یہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور امام احمد و ترمذی وابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ صحیحین، سنن و ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس دروازے سے وہی جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔

(بہار شریعت جلد ۵، صفحہ ۷۶۔۷۷)

رحمتوں وبرکتوں والا مہینہ رمضان المبارک: شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی برکت سے اللہ بندوں میں نیکی کی رغبت ہو جاتی ہے اور اعمال صالحہ ہوں گے تو خود بخود شیاطین بندھ جائیں گے اور برائی کم ہو گی تو خود بخود جہنم کا دروازہ بند ہو جائے گا اور جنت کا دروازہ کھل جائے گا۔ رمضان المبارک خدائی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص مہینہ ہے، اس کا بنیادی عمل روزہ ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے مگر جو بیمار ہیں یا سفر میں ہیں یا جن کو کوئی شرعی عذر لاحق ہے، ان کو مہلت دی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں۔ (قانون شریعت، بہار شریعت جلد ۵ کا مطالعہ فرمائیں)

رمضان المبارک آخرت کی کمائی اور نیکیوں کی ذخیرہ اندوزی (Stock) کرنے کا خاص مہینہ ہے۔ رمضان اتنا پیارا مہینہ ہے جس کے استقبال کے لئے آسمان پر تیاریاں ہوتی ہیں اور جنت روزہ داروں کے لئے سجائی جاتی ہے۔ اس ماہ مبارک کے بے شمار فضائل ہیں۔ اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا۔ اسی مہینے میں لیلۃ القدر ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ہزار مہینے ۸۳ رسال ۴ رمہینے بنتے ہیں۔ عام طور پر ایک انسان کو اتنی عمر بھی نہیں ملتی۔ یہ امتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان

ہے کہ اس نے اتنی فضیلتوں والی رات عطا کی۔ رمضان میں اللہ تعالیٰ ہر رات میں اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ اس ماہ میں عمرہ کرنے سے حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اس مہینے میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

روزہ امنِ عام: جو شخص روزہ سے ہو تو جنسی باتیں نہ کرے۔ (حدیث، بخاری جلد اول، صفحہ ۲۵۵)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا منشا انسانی اخلاق کی اعلیٰ تربیت (Training) ہے اور اس کا مقصد انسانی معاشرہ میں امن کا قیام ہے۔ روزہ دار کو حقیقت میں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہے۔ شہوت و غضب (غصہ) کو اپنے قابو میں رکھے تاکہ معاشرہ میں امن و سکون قائم رہے اور روزہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان صبر کا پیکر بن جائے۔ صبر یہ ہے کہ بدلے کی طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لوگوں کی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور ان کی جفاؤں کو سہا جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص برا بھلا کہنے کی قدرت کے باوجود غصے کو پی جاتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ حوروں میں جس کو چاہے خود لے لے۔

روزہ کے طبی فوائد: روزہ صرف گناہوں سے بچنے کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ بدن میں ہونے والی بیماریوں سے بچنے کا طریقہ بھی ہے۔ حکیم جالینوس نے مریضوں کو بھوک کم لگنے کی شکایت پر انہیں حکم دیا کہ جب تک زور کی بھوک نہ لگے اور خوب کھانے کی خواہش نہ ہو کھانا نہ کھائیں۔ ان مریضوں نے ایسا ہی کیا۔ حیرت انگیز طور پر ان کی بھوک پلٹ آئی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ زیادہ تر بیماریاں زیادہ کھانے، دیر ہضم، بادی غذاؤں کا ہمیشہ استعمال کرنا، کھانا پیٹ بھر کر بلکہ جی بھر کھانا بدن میں زہریلے مادے پیدا کرتا ہے، کچڑا اور تیزابیت پیدا کرتا ہے۔ ان سب غیر ضروری چیزوں کو طب یونانی میں اختلاط فاسدہ کہتے ہیں۔ اور اختلاطِ فاسدہ ہی بیماریوں کی جڑ ہے اور اختلاطِ فاسدہ کو بدن سے نکالنا بیماریوں کا علاج ہے اور روزہ (جو کہ عبادتِ الٰہی بھی ہے) اس کا بہتر علاج ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ رمضان کا استقبال و احترام کریں، اس کی عظمت، اس کی فضیلت اور اس کے سبھی مقصد اور اس کے پیغام کو اپنے ذہن و دل میں بسا لیں اور اس کی برکات و رحمت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اس بات کا مضبوط ارادہ کریں کہ ہم اس ماہِ مبارک میں اپنے اندر صبر و تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزہ کا مقصد اور نچوڑ ہے۔ جو لوگ حرام کا ارتکاب کر کے اللہ کی غیرت کو چیلنج کر رہے ہیں، بدکاری، شراب نوشی، ناجائز کاروبار، سودی لین دین جیسے گناہ میں ملوث ہیں وہ توبہ کریں اور عزم کریں وہ ان جرائم سے بالکل دور ہو جائیں گے اور پھر عمر بھر ان کے قریب نہ ہوں گے۔ اس ماہِ مبارک میں ہم اپنی زندگی، صحت اور جوانی کو غنیمت جانیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، قرآن کریم کی تلاوت کریں، پنج وقتہ نمازوں بالخصوص نماز فجر با جماعت اپنے اوپر لازم کر لیں۔ جن پر زکوٰۃ اور حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہے ہیں وہ جلد توبہ کریں، حج ادا کریں اور اللہ کے دیئے مال سے زکوٰۃ ادا کریں، غریبوں مسکینوں کا حق ادا کریں۔

روزہ کا اجر: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیک عمل جسے آدمی کرتا ہے، اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے مگر روزہ کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا

اجر میں خود دوں گا۔ آدمی خواہش نفس اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری قیامت کے دن۔

(بخاری، کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۹۰۴، مسلم: الصیام حدیث نمبر ۱۱۵۱)

اللہ سے دعا ہے کہ روزہ کی حقیقت کو ہم تمام مسلمان سمجھیں اور دل جمعی کے ساتھ عبادت کریں۔ اللہ ہم سب کو ہمت وقوت عطا فرمائے اور عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین!

□□□

(---بقیہ ص ۲۳/۱۷) ادا نہ کرنے والوں پر رب تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی ادائے گی سے غفلت کرنے پر ہونے والے نقصانات کا بیان ہوگا پھر مسائل زکوۃ وعشر کو بیان کیا جائے گا رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک راستے پر صدقات وخیرات کرنے اور مذہب ومسلک کی خدمات جلیلہ کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

□□□

(---بقیہ ص ۲۶/۱۷) جب شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اقدس ﷺ نے خواب میں دیدار کیا تھا یا کہ ظاہری آنکھوں سے دیدار الٰہی کا شرف پایا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''حضور سرور عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش، جنت اور لامکاں کی بلندیوں پر عروج کے علاوہ اپنے دیدار پُرانوار سے بھی نوازا جو آپ ہی کا حصہ ہے اس موضوع پر اگر ائمہ متاخرین کے الگ الگ اقوال نقل کیے جائیں تو ایک طویل دفتر درکار ہے کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں، المختصر یہ کہ حضور سرور عالم ﷺ نے معراج کی شب بیداری کے عالم میں اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا دیدار فرمایا''۔

(منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء)

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے عالم بیداری میں معراج اور دیدار الٰہی کے حوالے سے ایک تحقیقی رسالہ ''منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ'' تصنیف فرمایا ہے۔ جسے فقیر نے اس کی تسہیل اور ترتیب نو کر کے دو الگ الگ ناموں سے شائع کرائے تھے:

(۱)... رحمت عالم ﷺ اور عالم بیداری میں معراج

(۲)... رحمت عالم ﷺ اور دیدار الٰہی

یہ دونوں رسائل بزم عاشقان مصطفی ﷺ، لاہور/ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی/اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، نارتھ کراچی نے شائع کیے.. فقیر نے جو حقائق پیش کیے، عام واعظین اور خطباء انہیں خوب شور ودلیری سے بیان کرتے نظر آتے ہیں، انہیں ان غلط روایات سے پرہیز کرنا چاہیے...... حضور اکرم ﷺ کی شان بیان کرنے کے لیے پورا قرآن کریم بھرا پڑا ہے، غلط روایات کا سہارا لینا اپنے اور دوسروں کے ایمان کو خراب کرنا ہے۔ اگر آج سے قبل ایسی روایات بیان کی ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے اب حق اور سچ کو عام کریں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حق کی آگاہی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

□□□

توجہ دیں

مضمون نگار حضرات ماہنامہ سنی دنیا کے لئے اپنے مضامین ہمارے ان ای میل ایڈریس پر میل کر سکتے ہیں۔

sunniduniya@aalaahazrat.com
atiqhashmati@gmail.com
munisuwais@yahoo.com

زکوٰۃ کی فضیلت واہمیت

از: مولانا محمد شاعر رضا مرکزی رضوی استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک بڑا اور اہم رکن زکوٰۃ ہے جس کی اہمیت وافادیت کی شاہد عدل قرآن کی بہت ساری آیات ہیں اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عبرت ناک انجام پر بھی بہت ساری آیات قرآنی شاہد ہیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ“ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ اور فرماتا ہے: ”یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض“ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔

(کنزالایمان سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۶۷)

راہ خدا میں زکوٰۃ وعشر وخیرات وغیرہ کرنے والوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ محتاجگی اور مال کی کمی کا خیال کرتے ہیں جو خیال بیکار ہے کیوں کہ صدقہ دینے پر اور مال خرچ کرنے پر ناداری وکمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلاً واللہ واسع علیم“ شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے: بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۶۸)

یعنی بخل کا اور زکوٰۃ وصدقہ نہ دینے کا اس آیت میں یہ لطیفہ ہے کہ شیطان کسی طرح بخل کی خوبی ذہن نشین نہیں کرسکتا اس لئے وہ یہی کرتا ہے کہ خرچ کرنے سے ناداری کا اندیشہ دلا کر روکے آج کل جو لوگ خیرات کو روکنے پر مصر ہیں وہ بھی اسی حیلہ سے کام لیتے ہیں“۔ (خزائن العرفان)

راہ خدا میں مال خرچ کرنے والوں کے لئے انعام واکرام قرآن مقدس میں

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاءُ واللہ واسع علیم۔ ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سودانے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(ترجمہ: کنزالایمان سورۂ بقرہ آیت ۲۶۲)

خواہ خرچ کرنا واجب ہو یا نفل تمام ابواب خیر کو عام ہے خواہ کسی طالب علم کو کتاب خرید کر دی جائے یا کوئی شفا خانہ بنادیا جائے یا اموات کے ایصال ثواب کے لئے تیجہ دسویں بیسویں چالیسویں کے طریقہ پر مساکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(خزائن العرفان)

وما انفقتم من شئی فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین، اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دیگا۔

(ترجمہ: کنزالایمان سورۂ سبا آیت نمبر ۳۹)

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقٰت، ”اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو“۔

(سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۷۶)

اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: اس کو (خیرات) کو زیادہ کرتا ہے اور اس میں برکت فرماتا ہے، دنیا میں اور آخرت میں اس کا اجر وثوات بڑھاتا ہے۔

خذمن اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصلّ علیھم۔ اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۳)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے اس کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور کہا افسوس ہم گمراہوں کے ساتھ یا عورتوں کے ساتھ رہ گئے اور رسول کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب جہاد میں ہیں جب حضور اپنے سفر سے واپس ہوئے اور قریب مدینہ پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے یہاں تک کہ رسول اللہ کریم ﷺ ہی کھولیں یہ قسمیں کھا کر وہ مسجد کے ستونوں سے بندھ گئے جب حضور تشریف لائے اور انہیں ملاحظہ کیا تو فرمایا یہ کون ہیں عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں حاضر ہونے سے رہ گئے تھے انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو نہ کھولیں گے جب تک حضور ان سے راضی ہو کر انہیں خود نہ کھولیں حضور نے فرمایا اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ ان کا عذر قبول کروں گا، جب تک کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان کے کھولنے کا حکم دیا جائے تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم ﷺ نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال ہمارے رہ جانے کے باعث ہوئے انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیے حضور نے فرمایا مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا اس پر (یہ) آیت نازل ہوئی (خذمن اموالھم) (خزائن العرفان)

راہ خدا میں خرچ کرنے والوں پر نازل ہونے والے انعامات وبرکات بے شمار ہیں، یعنی انفاق کے بہت سے فضائل ہیں منجملہ ایک حکایت ملاحظہ فرمائیے، ابوعبداللہ الحارث الرازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے فلاں شخص کے لئے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کی نصف عمر فقر (محتاجگی) میں بسر ہو اور نصف (عمر) دولت مندی میں۔ آپ نے اسے بلا کر پوچھا کہ وہ کس طرح چاہتا ہے۔ اسے بلایا گیا اور سارا ماجرا سن کر عرض کی مجھے اجازت ہو، تاکہ میں اپنی زوجہ سے مشورہ کرلوں، اس نے اپنی عورت کو حال سنایا تو اس نے کہا پہلے دولت مندی کی تمنا ظاہر کرو۔ مرد نے کہا میرا خیال ہے کہ پہلے فقر ہونا چاہئے کیوں کہ سکھ بعد دکھ مصیبت عظیم ہے اور دکھ کے بعد سکھ نعمت عظمیٰ اور موجب راحت ہے۔ عورت نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر اس بار میرے کہنے پر عمل کرلو، اس شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر دولت مندی کی آرزو ظاہر کردی۔

نبی علیہ السلام کی دعا سے وعدہ پورا ہوا اور وہ شخص صاحب جائیداد ہو گیا۔ عورت نے کہا: اگر تو اس دولت کی پائیداری چاہتا ہے تو اسے خلق خدا پر خرچ کر، چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ کپڑا خریدتا تو دوسرا کسی مسکین کے لئے بھی خرید لیتا۔ جب نصف (آدھی) عمر ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ اگرچہ اب اس کی باری فقر (محتاجگی) کی آگئی۔ مگر چونکہ اس نے میری نعمتوں کا حق ادا کیا فلہٰذا اسے مژدہ سنادو کہ اسکی باقی عمر بھی دولت مندی میں بسر ہوگی۔ (تفسیر روح البیان جلد اول مترجم ص ۹۱)

سبحان اللہ یہ ہے راہ خدا میں خرچ کرنے کی برکت کہ

خرچ کرنے سے مال گھٹتا نہیں ہے بلکہ بڑھتا ہے اس واقعہ کو صاحب روح البیان نے "ممارزقنٰھم ینفقون" الآیۃ کہ تفسیر وتشریح کرتے ہوئے روح البیان میں ذکر فرمایا ہے نیز انہوں نے آیت مذکورہ کے تحت نکتہ بیان فرمایا کہ "آیت میں اولاً ایمان کا ذکر ہے اسے قلوب سے تعلق ہے پھر نماز کا اسے بدن سے، پھر انفاق کا اسے مال سے، اور یہ تینوں عبادات کا مجموعہ ہیں۔

چنانچہ ایمان میں نجات ہے اور صلوٰۃ میں مناجات اور زکوٰۃ میں درجات (ہاں یوں کہو کہ) ایمان میں بشارت ہے اور صلوٰۃ میں کفارہ اور زکوٰۃ میں طہارت، نیز فرماتے ہیں کہ نیز آیت ہذا میں چار چیزوں کا بیان ہے۔

۱، تقویٰ۔ ۲، ایمان بالغیب۔ ۳، اقامت صلوٰۃ۔

۴، انفاق اور یہی چار اوصاف خلفاء راشدین کے ہیں۔

مثلاً آیت میں مومنین کی فضیلت تقویٰ سے بیان فرمائی، اور یہ صفت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا: فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ۔ اور ایمان بالغیب حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صفت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔ اور اقامت صلوٰۃ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الذین ینفقون اموالھم باالیل والنھار۔

(ملخصاً تفسیر روح البیان مترجم جلد اول ص ۹۱ / ۹۲)

ہم لوگ اس اخیر والی صفت (یعنی انفاق) کے ساتھ بہت ہی کم متصف ہیں یعنی راہ خدا میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہیں جب کہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا جو نہایت شوق رکھتے ہیں اور ہر حال میں خرچ کرتے رہتے ہیں اس کا اجر اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیک ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

(ترجمہ، کنزالایمان آیت ۲۷۴ سورۂ بقرہ)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے تھے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا ایک رات میں ایک دن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہر۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربّھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیک ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ (کنزالایمان آیت ۲۷۷ سورۂ بقرہ)

نیز اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والوں کی کہاوت بیان فرمایا: ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً من انفسھم کمثل جنۃٍ بربوۃٍ اصابھا وابلٌ فاٰتت اُکُلھا ضعفین فان لم یصبھا وابلٌ فطلٌ واللہ بما تعملون بصیرٌ۔ اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور

اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس (شبنم) کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(کنزالایمان آیت ۲۶۵ سورۂ بقرہ)

یہ مؤمن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با اخلاص مومن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون مآ انفقوا منّا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیئے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

(کنزالایمان آیت ۲۶۲ سورۂ بقرہ)

اس آیت کا شان نزول "یہ آیت حضرت عثمان غنی و حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ مع سامان پیش کئے اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہ رسالت میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے اور نصف راہ خدا میں حاضر ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا جو تم نے دیئے اور جو تم رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔

(خزائن العرفان)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: الذین یقیمون الصلاۃ ومما رزقنھم ینفقون۔ اولئک ھم المومنون حقا۔ لھم درجت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

(کنزالایمان سورۂ انفال آیت ۳/۴)

اس آیت پاک میں اللہ عزوجل نے نماز قائم کرنے اور راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کو سچے مؤمن اور کامل مؤمن کا خطاب دیا ساتھ ہی بخشش اور باعزت روزی کا اعلان فرمادیا۔ لہٰذا اہل خیر حضرات اپنا مال یعنی زکوٰۃ، عشر، صدقات، عطیات راہ خدا میں خرچ کریں اور خلوص وخشیت الٰہیہ کے ساتھ صرف کریں ریاکاری کے طور پر اور احسان جتانے کے لئے خرچ کرکے اپنا اجر برباد نہ کریں ورنہ مال بھی خرچ ہو جائے گا اور آخرت میں اس کے بدلے سے بھی محروم کر دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یاایھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رآء الناس ولا یومن باللہ والیوم الآخر۔ اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے۔ (کنزالایمان سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴)

یعنی جس طرح منافق کو رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی وہ اپنا مال ریاکاری کے لئے خرچ کرکے ضائع کر دیتا ہے اس طرح تم احسان جتا کر اور ایذا دے کر اپنے صدقات کا اجر ضائع نہ کرو۔ (خزائن العرفان)

قارئین یہ پہلی قسط ہے جس میں راہ خدا میں مال صرف کرنے پر انعامات الٰہیہ کا بیان ہوا ان شاء اللہ دوسری قسط میں بھی راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کے بیان کرنے کی سعادت رہے گی بعدہٗ زکوٰۃ وعشر (بقیہ ص ۱۹ / پر۔۔۔)

شب معراج اور اس سے منسوب غلط روایات!

تحقیق: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (ایم اے، ای ایچ پی)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

اعلان نبوت کے بارہویں سال ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب سرکار دوعالم ﷺ کو سفرِ معراج کا اعزاز حاصل ہوا۔ بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام پچاس ہزار فرشتوں کے ساتھ، ایک برق رفتار سواری "براق" لیے حاضر ہوئے... فرشتوں کی تسبیح و درود سے حرم مکہ معظّمہ گونج اٹھا۔

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

حضور انور ﷺ حضرت اُم ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما تھے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے...... محبوب کریم ﷺ کو بیدار کرنے کے لیے حکم الٰہی ہوا، اے جبریل! ان کے قدموں کو چھوتا کہ تیرے نورانی لبوں اور کافوری آنکھوں کی ٹھنڈک سے ہمارے محبوب خود بخود بیدار ہوجائیں...... چنانچہ اس طرح محبوب کریم ﷺ خواب ناز سے بیدار ہوئے... جبریل علیہ السلام نے وصال رب ذوالجلال کا مژدۂ جانفزا ان الفاظ سے سنایا: یا رحمة للعالمین ان الله یقرء السلام ویقول زرنی وانی مشتاق الیك۔

(مہمان عرش، مفتی حبیب احمد ہاشمی، ص ۵۹:)

"اے رحمت عالمین! اللہ تعالیٰ آپکو سلام فرمارہا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ تشریف لائیے! ہم آپکی ملاقات کے مشتاق ہیں"۔

تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش "لن ترانی" کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضور اکرم ﷺ اُٹھے، جبریل علیہ السلام کے ہمراہ حطیم کعبہ تک تشریف لائے، واقعہ شقِ صدر ہوا، قلبِ اطہر کو آبِ زم زم سے دھویا گیا، پچاس ہزار فرشتوں کے نورانی جھرمٹ میں جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو آبِ کوثر سے غسل دیا۔ جنتی لباس پہنا کر سرِ اقدس پر عمامہ شریف کا تاج رکھا، ایک نورانی چادر اوڑھائی اور جنتی دولہا بنایا گیا۔

(مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، مواعظ، اول، ص: ۲۶۲)

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پر لاکھوں سلام

سواری کے لیے ایک سفید رنگ کا براق پیش کیا گیا۔ اس کے دو بازو تھے اور پیشانی سرخ یاقوت کی بنی تھی۔ اس کی تیز رفتاری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ منتائے نظر پر اس کا قدم جاتا تھا۔ (مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمان عرش)

ستر ہزار نورانی فرشتوں نے براق کے گرد حلقہ کیا، سرکار دوعالم ﷺ براق پر اس انداز سے سوار ہوئے کہ جبریل علیہ السلام نے رکاب تھامی اور گروہ ملائکہ سمیت بیت المقدس کو بصد عزت و تکریم روانہ ہوئے۔

باغ عالم میں بادِ بہاری چلی، سرورِ انبیاء کی سواری چلی ہے
یہ سواری سوئے ذات باری چلی، ابرِ رحمت اُٹھا آج کی رات

دورانِ سفر، سرزمین مدینہ عالیہ، طور سینا، ولادت گاہ عیسیٰ علیہ السلام ملاحظہ فرماتے قبلہ اولِ بیت المقدس پہنچے جہاں پہلے سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام موجود تھے...... مسجد اقصیٰ پہنچنے پر

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور سب نے آپکی اقتداء میں نماز ادا کی۔ تکمیل نماز کے بعد انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، خطابات فرمائے۔ ان انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے خطاب میں حمد خداوندی کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے معجزات و کمالات کا اظہار بھی کیا، اور سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ نے حمد وثنائے رب جلیل کے بعد فرمایا:

''تمام حسن و کمال اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے رحمۃ للعالمین اور کائنات کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا مجھ پر قرآن مجید جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، نازل فرمایا۔ میری اُمت کو خیر اُمم کے خطاب سے نوازا۔ میرے سینے کو کشادہ فرمایا، میرے ذکر کو بلند فرمایا، میرا بوجھ ہلکا کر دیا، مجھے تمام مخلوق سے اوّل پیدا کیا اور تمام انبیاء کے بعد آخری نبی بنا کر بھیجا''۔

اس پر آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

بھذا افضلکم محمد ﷺ۔

''اے محمد ﷺ! اسی بنا پر حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے افضل قرار دیا''۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۲۹۷)

فرشتے خدم رُسل حشم تمام اُمم غلام کرم
وجود و عدم حدوثِ قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے

دائیں بائیں فرشتے ہی فرشتے تھے...... سرکار دو عالم ﷺ براق پر سوار ہوئے آسمانوں پر پہنچے۔ ہر آسمان پر مختلف انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب میں بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کر کے میرے انتظار میں کھڑے تھے وہاں بحکم الٰہی اذان ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے حبیب خدا! جس طرح آپ نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت فرمائی اسی طرح یہاں بھی ملائکہ کی امامت فرمائیں''۔

چنانچہ آپ ﷺ نے تمام ملائکہ کی امامت فرمائی اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

بغورِ صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اُٹھا وہ عرش جھکا
صفوف سما نے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لیے

جب حضور اکرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ (جو جبریل علیہ السلام کی پرواز کی آخری حد ہے) پہنچے تو جبریل علیہ السلام رُک گئے اور عرض کیا: ''اگر ایک بال کے برابر بھی آگے/اوپر اُڑوں تو اللہ کی تجلیات سے جل کر راکھ ہو جاؤں''۔

(مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمان عرش، ص: ۵۹)

اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، میں رب کریم کی بارگاہ میں پیش کر دوں گا؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری یہ آرزو ہے کہ جب روزِ محشر آپکی اُمت پل صراط سے گزرے تو مجھے اجازت ہو کہ میں اپنے پر و بازو وہاں بچھا دوں تاکہ آپکی اُمت بآسانی گزر سکے۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۲۹۹)

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ اس مقام سے آگے خود ہی پرواز کناں ہوئے...... براق کے بعد رفرف پر سوار ہو کر مقامات عالیہ کی طرف گئے۔ آگے اللہ ہی جانے کہ کیا کیا مقامات و مدارج، کیسے کیسے عبور فرمائے...... الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش الٰہی کے قریب پہنچے، آپکے قلب اقدس پر عظمت وجلال الٰہی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے کہ آواز آنے لگی: ادن یا خیر

البریہ ادن یا احمد ادن یا محمد (ﷺ)

"نزدیک آیئے اے ساری مخلوق سے افضل! نزدیک آیئے اے احمد! نزدیک آیئے اے محمد (ﷺ)!

بڑھا اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ مجد (ﷺ)
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پھر میرے رب نے مجھے اپنے سے اتنا قریب فرمایا اور میں اتنا نزدیک ہو گیا جیسا کہ خود اس نے فرمایا (ترجمہ آیت) "پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا، یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف، جو وحی کی"۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۳۰۵)

ان بلندیوں کے ادراک سے ہم انسانوں کی عقل عاجز ہے۔ ہم تو بس یہی فریاد کرتے ہیں کہ:

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور سرور عالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب "معارج النبوۃ" سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔ "کتاب معارج النبوۃ" کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "روز قیامت ہر مسلمان کی قبر پر براق آنے والی روایت بے اصل ہے اور کتاب "معارج النبوۃ" کے مصنف سنی واعظ تھے، کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۳)

کچھ نعت خواں حضرات نعتوں میں ایسے اشعار پڑھتے سنائی دیتے ہیں:

یا نبی دیکھا یہ رتبہ آپ کی نعلین کا
عرش نے چوما ہے تلوا آپ کی نعلین کا

جبکہ کچھ واعظین اپنے خطاب میں بھی بڑے اطمینان سے یہ روایت بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ شب معراج عرش الٰہی پر نعلین شریف سمیت تشریف لے گئے۔ جب شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کا عرش الٰہی پر نعلین مبارک کے ساتھ تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے... واللہ تعالیٰ اعلم" (احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۴)

بعض نادان شعلہ بیان واعظین یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو خواب ہی میں دیدار الٰہی ہوا تھا، معراج میں نہیں اور یہ معراج بھی ایک خواب ہی ہے...... امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ اس حوالے سے اپنے ایک مکتوب شریف میں لکھتے ہیں کہ: "شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رویت باری تعالیٰ اس دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات جب مکان و زمان کے دائرہ سے باہر ہو گئے اور تنگیٔ مکان سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آنِ واحد پایا اور ابتداء و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا"...

(مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب ۲۸۳)

(بقیہ ص ۱۹ پر---)

جماعت اسلامی کے بارے میں حضرت مفتی اعظم ہند کا فتویٰ

پیش کش: حافظ قاری عبد الرشید قادری پیلی بھیت شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ وہابی، دیوبندی، مرکزی جماعت اسلامی کے عقائد کے اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، مفصل جواب بموجب شرع عنایت فرمائیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز اللہ کی ہے سب کے پیچھے ہو جاتی ہے، ایسا کہنا کیا درست ہے، اگر نہیں تو ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے، مذکورہ بالا عقائد کے حافظ کے پیچھے تراویح میں قرآن شریف سننا کیسا ہے؟

عبدالخالق بریلی

الجواب: کسی بدمذہب کو امام بنانا حرام ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز کوئی نماز ہو فرض یا نفل جو نماز اس کے پیچھے پڑھی گئی ہے اسے پھر پڑھنا لازم بدمذہب تو بدمذہب ہے کسی سنی صحیح العقیدہ فاسق معلن کو امام بنانے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا اور جو نماز فاسق معلن کے پیچھے پڑھی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ فاسق کے امام بنانے سے بدمذہب کا امام بنانا اور بھی اشد ہے، تبیین الحقائق وغیرہ میں تصریح فرمائی لو قدموا فاسقا یاثمون اگر فاسق کو مقدم کریں گے آگے بڑھائیں گے گنہگار ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ بتائی لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اہانۃ شرعاً کہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے (یہ حکم شرعی کا الٹ ہے خود سمجھو کہ حکم شرعی کیا ہے) حدیث میں ہے: اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذالک العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو رب تبارک تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی لرز جاتا ہے درمختار میں ہے: کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا جو نماز کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب بھلا جس کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہ ہو کہ اس کی صحبت بد برا اثر کرے گی تو اسے امام بنانا کیسا۔ قرآن عظیم فرماتا ہے: واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع قوم الظالمین، اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ علامہ عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہٗ اس آیت شریفہ کے نیچے تحریر فرماتے ہیں: تفسیرات احمدیہ ص ۲۶۲ مطبوعہ دہلی میں المبتدع والفاسق والکفر والقعود مع کلھم ممتنع القوم الظالمین عام ہے بدمذہب اور فاسق اور کافر کو اور ان سب کے ساتھ مخالطت ممنوع ہے۔ مبتدع (بدمذہب) کی تعظیم و توقیر کی نسبت حدیث شریف کا ارشاد ہے من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جو کسی بدعتی رافضی وہابی دیوبندی مودودی، تبلیغی، قادیانی، رافضی، نیچری وغیرہ) کی تعظیم کرے گا تو بہت ہی اشد خطرناک ہے اس سے میل جول ہی پر خطر ہے واجب الحذر ہے قال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار بدمذہب سے نرمی برتنے اس کا اکرام کرنے اس سے بکشادہ روئی ملنے پر حدیث میں ارشاد فرمایا من الان لہ اداکرامہ اوبقیہ بشر فقد استخف بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اسے جھڑکے جو اس کی اہانت کرے اس کے لئے حدیث میں ہے: من انتھر صاحب

بدعة ملا اللہ قلبہ امنا وایمانا. ایسے کو مژدہ ہے کہ خدا اس کے دل کو امن اور ایمان سے پر فرمادیگا من اھان صاحب بدعة امنہ اللہ یوم الفزع الاکبر. اسے قیامت کے دن امان ملنے کی خوشخبری ہے کہ اہوال قیامت سے مامون ہوگا۔ بدمذہبوں کو حدیث میں دوزخیوں کا کتا فرمایا ہے حدیث میں ہے: اصحاب البدع علاب اھل النار مبتدع دوخیوں کے کتے ہیں۔ بدمذہب کو امام بنانا کیسا اس کا حکم تو بغض و اہانت ہے مسجد سے روکنا اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو حکومت سے چارہ کوئی کرنا اسے مسجد سے رکوانا بلکہ ممکن ہو تو شہر بدر کرانا یہ احکام ہیں۔ درمختار میں ہے: یمنع منہ کل مؤذولوبنسا نہ تو جو ایسا ہے جسے مسجد میں آنے سے روکنے کا حکم ہوا ہے جسے شہر بدر کرانے کا حکم ہے اگر یہ ممکن ہے تو اسے امام بنانا کیسی اوندھی مت کی الٹی بات از قبیل واہیات ہے۔ مبتدع جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو جو اپنی بدمذہبی کا پرچار کرتا ہو اس سے احتراز کافر سے احتراز سے بھی زیادہ اوکد ہے اس کا ضرر اس کے ضرر سے اشد ہے۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہٗ العالی احیاء میں فرماتے ہیں: اما المبتدع لفی صحبة خطر سرایة الدعوة والعدی شومھا الیہ فالمبتدع مستحق للھجو والمقاطعة اسی میں دوسری جگہ فرماتے ہیں المبتدع الذی یدعوا الی بدعة نا نکانت البدعة بحیث یکفر بھا فامرہ اشد من الذی لامہ لا یقرہ بجزیہ دلا یسامح یعقرد زمة والعان مما لا یکفر بھا وامرہ بینہ وبین اللہ احف من الکافرلا صحالة لکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافرلان شرالکافر غیر متعد فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلا یلتفتوت الی قولہ اذلا یدعی لنفسہ الاسلام واعتقاد الحق وامام المبتدع الذی یدعوا لی البدعة یزعم ان ما دعا اللہ حق فھو سنبب لغوایة الخلق فشرہ متعدنا لاستحبات فی اظھار لغضبہ ومعاذ ا نہ والا انقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ بیدن عنہ وتنفیر الناس عنہ اشد. اور وہ بدمذہب بددین جس کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہو جیسے قادیانی اور رافضی اور وہابی وغیرہ اس کے پیچھے نماز باطل ایسی جیسے کسی ہندو یا مجوسی وغیرہ کے پیچھے ایسوں کے لئے حدیث میں ارشاد ہے: لا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ہے قال رسول اللہ ﷺ لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوما ولا صلاۃ ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جھادا ولا صرقا ادلا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین. وہابی، کا دھرم ہے کہ وہی مومن وموحد ہے اس کے سوا ہے وہ کافر ومشرک ہے حتیٰ کہ اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے دھرم پر مشرک اور مشرک گر اس اجمال کی تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف مبارکہ خصوصاً رسالہ شریفہ الامن والعلیٰ جس کا دوسرا نام ہے اکمال الطالعہ علی شرک سوی بالامور العامہ ملاحظہ کریں۔ وہابی دھرم کی پستکیں کتاب التوحید تقویۃ الایمان، بہشتی زیور، اصلاح الرسوم اور وہابیہ کے اس بارے میں برساتی حشرات الارض کی طرح رسالے اور اب مودودی کی کتابیں دیکھئے، روزروشن کی طرح صاف صاف یہی نظر آئے گا

کہ وہابی ہی مسلمان ہے اور سب مشرک اوجھل اور وہ مشرک میں برابر، آج کے مسلمانوں ہی پر یہ عنایت نہیں بلکہ تیرہ سو برس سے یہی حال ہے، مودودی نے اسی لئے اپنی جماعت کا نام اسلامی جماعت رکھا ہے۔ مودودی کی کتابوں میں وہی کتاب التوحید اور تقویت الایمانی شرک پھیلا ہوا ہے مودودی کے نزدیک جاہلیت جسے وہ کفر جانتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہی میں اسلام میں گھس آئے اس کی کتابوں میں یہ ملے گا کہ گزشتہ تیرہ صدی کے مسلمان مشرک بدعتی خوش عقیدہ جاہلیت خالصہ جاہلیت راہبیہ، جاہلیت مشرکانہ کے پابند تھے۔

مودودی کے نزدیک دین اسلام صرف اسلامی نظام کو عملاً نافذ کرنے کا نام ہے۔ مودودی کی ایک عبارت نمونہ کے لئے ملاحظہ کیجئے جس سے روشن ہے کہ سارے عالم کے لوگ جو اپنے کو مسلمان بتاتے ہیں، درحقیقت مشرک ہیں تجدید احیاء دین ص ۱۵، ۱۶ مطبوعہ رامپور ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، نشان، علم تعزیے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی، دوسری طرف بغیر کسی ثبوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت، وفات، ظہور وغیاب، کرامات وخوارق، اختیارات وتصرفات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے تقربات کی کیفیات کے متعلق پوری میتھالوجی ہوگئی جو بت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے لگا کھاسکتی ہے، تیسری طرف توسل استمداد روحانی اور اکتساب فیض وغیرہ ناموں کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں ان بزرگوں کے نام ہوگئے اور عملاً وہی حالت قائم ہوگئی۔ جو اللہ کے ماننے والے مشرکین کے ہاں ہے جن کے نزدیک بادشاہ عالم انسان کی رسائی سے دور ہے۔ اور انسان کی زندگی سے تعلق رکھنے والے سب امور نیچے کے اہلکاروں ہی سے وابستہ ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علانیہ، آلہ، دیوتا، اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث وقطب، ابدال اولیا، اور اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں) مودودی کی تنقیحات مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور کا ص ۱۴۳ دیکھئے قوم مسلم پر خاص عنایات ملاحظہ فرمائیے۔

"آپ ذرا اس قوم کی حالت پر نظر ڈالئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے نفاق اور بدعقیدگی کی کونسی قسم ایسی ہے جس کا انسان تصور کرسکتا ہو اور وہ مسلمانوں میں موجود نہ ہوں۔ اسلامی جماعت کے نظام میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ناواقف ہیں اور ابتک جاہلیت کے عقائد پر جمے ہوئے ہیں اور وہ بھی ہیں جو اسلام کے اساسی اصولوں میں شک رکھتے ہیں اور شکوک کی علانیہ تبلیغ کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو علی الاعلان انکار کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو اسلامی عقائد اور شعار کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے ہیں، وہ بھی ہیں جو علانیہ مذہب اور مذہبیت سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں وہ بھی جو خدا ورسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں کفار سے حاصل کئے ہوئے تخیلات و افکار کو ترجیح دیتے ہیں، وہ بھی ہیں جو خدا ورسول کے قانون پر جاہلیت کی رسوم یا کفار کے قانون کو مقدم رکھتے ہیں، وہ بھی ہیں جو خدا ورسول کے دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے شعائر اسلامی کی توہین کرتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو اپنے چھوٹے سے فائدہ کی خاطر اسلام کے مصالح کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں، وہ بھی ہیں جو اسلام کے مقابلے میں کفر کا ساتھ دیتے ہیں اسلام کے اغراض کے خلاف کفار کی خدمت کرتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ان کو اتنا بھی عزیز نہیں کہ اس کی خاطر وہ ایک بال برابر نقصان گوارہ کرسکیں، راسخ الایمان اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ایک نہایت

قلیل جماعت کو چھوڑ کر اس قوم کی بہت بڑی اکثریت اس قسم کے منافق اور فاسد العقیدہ لوگوں پر مشتمل ہے"۔

مودودی کہتا ہے اسلام کی صورت کو تصوف کے ماننے والوں نے مسخ کر دیا ہے۔ اس تصوف کو مٹانا اتنا ہی ضروری ہے جیسا مغربی تہذیب جاہلیت جدیدہ کو مٹانا تصوف کو بے میٹے خدا کا دین قائم ہی نہیں ہو سکتا جو پیروں ولیوں کو مانتے ہیں سب کی دماغی حالت گھٹیا قسم کی ہوتی ہے صوفیوں کے احزاب اعمال اور اوراد وظائف اسلام کے مخالف اور جاہلیت ہیں خانقاہی اسلام دین اسلام نہیں، سراسر جاہلیت راہبہ و مشرکانہ ہے"۔

مودودی مسلمانوں کے اس نماز روزے کو قرآن خوانی کو عبادت ہی نہیں جانتا وہ کہتا ہے: "آپ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑا ہونا، گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا اور زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا یہی چند افعال وحرکات بجائے خود عبادت ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے، آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کے چند رکوع زبان سے پڑھ دینے کا نام عبادت ہے غرض آپ نے چند افعال کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لئے آپ کو پیدا کیا ہے اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے"۔

مودودی کے نزدیک یہ افعال، نماز، روزہ قرآن خوانی عبادت نہیں، نہ ان کے لئے تمہیں خدا نے پیدا کیا ہے، نہ اس کا حکم دیا، وہابی، قادیانی، رافضی، چکڑالوی سب ہی مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں، رافضی تو گنتی کے چند صحابہ کے سوا جب سے اب تک کے سارے کے سارے مسلمانوں کو کافر جانتا ہے، قادیانی ان سب کو جو اسے نبی نہ مانے کافر بتاتا ہے، یونہی چکڑالوی بھی، اور چکڑالوی تو پانچ نمازوں ہی کا منکر ہے صرف تین مانتا ہے حدیث کا مطلق منکر ہے حدیث پر عمل کو شرک ٹھہراتا ہے گزشتہ تمام صدیوں کے علماء کو جاہل عجمی سازش میں پھنس کر احادیث کے غیر یقینی مجموعہ پر عمل کی تبلیغ کرنے والا بتاتا ہے وہ کہتا ہے سنت کو بالکل ترک کر دینا چاہئے، مسلمانوں کے یہ گروہ اور ان کی یہ لڑائیاں سب اسی سنت کی رہین منت ہیں گروہ وہابیہ اللہ عزوجل کو جھوٹ بولنے اور ہر عیب سے ملوث ہو سکنے پر قادر ٹھہراتا ہے، اور رسول کی شان میں طرح طرح کی کھلی کھلی گستاخیاں کرتا ہے یونہی قادیانی انبیاء کی شان میں ان کے معجزوں کو مسمریز کہتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ خدا کی شان میں گستاخی کرے رسولوں کی توہین کرے قرآن کو نہ مانے بیاضی مثالی کہے، قرآن میں کمی وبیشی کا قائل ہو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت کا اہل نہ مانے مولیٰ علی کو اہل جانے، جبریل امیں کو غلط کار بتائے کہ نبوت خدا نے بھیجی تھی مولیٰ علی کے لئے جبریل نے غلطی کی دے گئے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو پانچوں نمازوں کا قائل نہ ہو تین ہی مانے بلکہ جو نماز روزے، قرآن خوانی کو عبادت ہی نہ جانے صرف کہدے کہ خدا نے جس عبادت کے لئے تمہیں پیدا کیا اور جس کا حکم دیا وہ اور ہی چیز ہے، تمہیں مسلمان ہی نہ جانے، کچھ بھی کرے کچھ بھی بکے، نماز ان سب کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ایسوں کے لئے فرمائے ذرہم فی خوفہم یلعبون رسول فرمائے لا تشاربوہم ان کے ساتھ کچھ کھاؤ پیو نہیں ولا تناکحوہم ان سے شادی بیاہ نہ کرو واذا مرضوا فلا تعودوہم وہ مرجائیں تو ان کے جنازے پر مت جاؤ ولا تصلوا علیہم ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ ولا تصلوا معہم نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، اور یہ کہنے والا

کہے نہیں جی نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ نماز تو اللہ کی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال کے اور سب نمبروں کا جواب اس میں آ گیا۔

سوال: معین امام کی بلا اجازت نماز پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: امام معین کی بلا اجازت امامت کی جراءت نہیں کرنا چاہئے۔

سوال: مذکورہ بالا عقائد کے لوگوں کی کمیٹی جلسہ وغیرہ میں جانا اور ان کی کتابیں پڑھنا ان کے مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا کیسا ہے جوابات بموجب شرع شریف مع مہر و دستخط مرحمت فرمائیے۔

جواب: اس سوال کا جواب بھی واضح ہے، ایسوں کا وعظ سننا ایسوں کی کتابیں پڑھنا بھی حرام ہے اور بچوں کو ان سے تعلیم دلوانا بھی حرام ہے۔

حضرت سیدنا امام غزالی کے متقدمین ایصال سے یہاں کچھ نقل کر دینا مناسب۔ فرماتے ہیں جو فلاسفہ کی کتابوں اخوان الصفا وغیرہ کا مطالعہ کرے گا ان میں اسرار نبوت کلام صوفیہ کرام پائے گا۔ جو فلاسفہ نے اپنی تحریروں میں کیا ہے تو وہ قبول کرے گا ان کے دل میں فلاسفہ سے خوش عقیدگی پیدا ہوگی نتیجہ یہ نکلے گا کہ احکام شرع و احکام تصوف کو فلاسفہ آڑ بنا کر جن باطل مسائل کی تبلیغ کرتے ہیں، آہستہ آہستہ اس کے دل میں اترتے رہیں گے اور یہ حق عقائد باطلہ کو قبول کرتا رہے گا اس لئے میں کہتا ہوں کہ عامۂ اہل اسلام میں ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے پایا جائے اسے فوری تنبیہ سختی سے باز رکھنے کی ضرورت ہے اور میں پہلے بتا چکا ہوں جس طرح دریا کے پھسلتے کناروں سے ناسمجھ کو روکھنا ضروری ہے جو تیرنا نہیں جانتا اسی طرح کم علم کو ایسی کتابوں سے بچانا ہم پر واجب ہے اور جس طرح بچوں کو سانپ چھونے سے روک دینا آپ ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح ایسے کلمات سننے سے کانوں کو بچانا، بلکہ جس طرح مداری نا سمجھ بچوں کے سامنے سانپ کو ہاتھ نہیں لگاتا کہ کہیں بچے اس کی ریس نہ کرنے لگیں اور بچوں کے سامنے خود بھی سانپ سے خوف کھاتا ہے اور بچوں کو خوف دلاتا ہے اسی طرح عالم مقتدا پر یہ فرض ہے کہ وہ عوام کے سامنے نہ خود ایسی کتابیں دیکھے نہ دیکھنے دے ضرور ہے کہ ایسی کتابوں کے مکائد پر انہیں متنبہ کرتا رہے الخ۔

مختصراً اسی میں ایک اور جگہ اس سے اوپر فرمایا تعجب خیز امر یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنی سمجھ پر کامل اعتماد رکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے علم و عقل سے حق و باطل مین تمیز و ہدایت و گمراہی میں فرق کر سکتے ہیں تو اگر ہم ان باطل پرستوں کی تحریریں دیکھیں تو ہم پر ان کا کیا اثر ہوگا یہ محض ان کا خیال خام ہے ایسے کم علموں اور ناواقفوں کو ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ بد دین بد مذہب کی تحریر کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہٗ

□ □ □

قسط دوم

شیری رضوی اتحاد کے علمبردار۔ حضرت اچھے میاں

از:- مفتی سید شاہد علی حسنی نوری جمالی کریمی، شیخ الحدیث مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور

------(م ۹ر شوال المکرم مزار واقع محلہ اشرف خاں)

پیلی بھیتی رقمطراز ہیں کہ:

ایک روز میں اور جناب منشی حبیب اللہ خاں صاحب مسجد میں زیر درخت مولسری فصیل پر بیٹھے تھے ہم نے ناز پروردہ شاہ جی پیر طریقت شاہ نے میاں صاحب قبلہ سے معلوم کیا کہ آپ کو شاہجی میاں حضور نے کوئی وصیت بھی کی؟ تو خلیفۂ شاہ جی حضرت نے میاں شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ:

وصال کے دن تو وہ جلال کا عالم تھا کہ کسی کو ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ بات کرتا۔ ہاں دو روز قبل میں حاضر تھا کسی کام سے باہر کو چلا تو فرمایا کہ:

"ہم کچھ کہیں گے تو کیوں (نہیں) مانوگے"۔

میں نے عرض کی ایسی کیا بات ہے آپ جو بھی فرماتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو فرمائیں گے وہی ہوگا۔ فرمایا:

دیکھو یہاں کوئی ملک نہیں، میراث نہیں، جاگیر نہیں۔ جو آتا ہے وہ تمہارے پاس آتا ہے اور جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ بھی تمہارے ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ دو آنے میں تو تم بیس آنے خرچ کرتے ہو اگر یہ کہو کہ کیمیا بنتی ہے تو تم بناتے ہو گے میں تو بناتا نہیں یہاں تو "توکل" ہے اگر تم اللہ تعالیٰ سے توکل رکھو گے تو انشاء اللہ کسی بات کی کمی نہ ہوگی۔ اگر توکل نہ ہو سکے اور تمہارے پاس روپیہ ہو تو تجارت کرنا اور نہ ہو تو ملازمت کرنا یہ بھی نہ ہو تو مزدوری کرنا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ ہاتھ نہ پھیلانا۔

یہ باتیں سن کر شاہجی میاں حضور کی پیر طریقت نے میاں شاہ صاحب قبلہ سے لوگ رونے لگے کہ اپنے خانوادہ کا کتنا خیال تھا کہ آخری وقت بھی عزت وعظمت کے ساتھ خدا پر توکل رکھنے کی تلقین فرمائی اور تحریر کرتے ہیں کہ: قبلہ شاہ صاحب نے میاں صاحب نے کبھی اس کے خلاف نہیں کیا کبھی کسی سے کوئی خواہش نہیں فرمائی۔

(انوار احمد شیری، حافظ، انوار شاہ جی، ص ۴۷، مطبوعہ بہیڑی)

آستانہ عالیہ شیریہ کے سجادگان سے متعلق توصیف احمد خاں قدیری رقم طراز ہیں کہ:

سجادہ نشین اول شیخ المشائخ حضرت شاہ
نے میاں صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۱۹۲۵ء (صحیح ۱۹۲۰ء)۔

(روزنامہ انقلاب (دہلی ایڈیشن) ج ۳، ش ۲۵۱، ص ۱۵، کالم نمبر ۳، مجریہ ۲۰ر ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز اتوار، ملخصاً)

وصال:- آپ کا وصال مبارک ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

مطابق ٦ رنومبر ۱۹۲۰ء بروز پیر ہوا۔

والد ماجد:

حضرت اچھے میاں قادری جمالی شیری کے والد ماجد حضرت صوفی شاہ بنے میاں قادری جمالی شیری (م ۸ ر رمضان ۱۳۹۰ھ/ ۷ رنومبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ) علیہ الرحمہ حضرت شاہ ننے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند ارجمند ہیں۔آپ کی تعلیم وتربیت حضرت شاہجی محمد شیر میاں قادری جمالی کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ جہاں آپ نے اپنے ظاہر کو نکھارا وہیں آپ نے باطنی فیض وبرکت بھی کماحقہ حاصل کی اور اپنے والد ماجد کی طرح حضرت شاہجی میاں کے منظور نظر رہے۔آپ کا سینہ بھی معرفت کا گنجینہ بنا۔آپ اپنے والد ماجد کے مرید وخلیفہ ہیں اور آستانہ عالیہ شیریہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف کے سجادہ نشین دوم ہوئے۔

آپ کے قناعت وتوکل علی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے الحاج حافظ نبیہ حسن جمالی شیری نے بتایا کہ:

اپنے پیرومرشد حضرت الحاج اچھے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک مرتبہ میں بہیڑی شریف ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپ کم گفتن، کم خفتن اور کم خوردن کے مصداق تھے اور ہر وقت اللہ کے ذکر میں گم رہتے تھے۔اپنے مرشد ومربی سے بہت محبت فرماتے تھے اکثر ان کا ذکر ان کا چرچہ کرتے تھے۔ اس ملاقات کے دوران آپ نے اپنے پیرومرشد کی قناعت اور توکل علی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میرے والد ماجد وپیرومرشد حضرت شاہ بنے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ نے بڑی سادہ زندگی گذاری اور ہمیشہ یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز تھے۔آپ نے کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا۔آپ کے کرتہ میں جیب تک نہ تھی۔اگر مریدین ومعتقدین آپ کی خدمت میں اپنی خواہش پر کچھ نذر پیش کرتے تو ارشاد فرماتے:

’’کیا ہے؟‘‘۔

وہ کہتے کہ حضور یہ لنگر شریف کے لئے نذر ہے تو فرماتے:

’’دیکھو سامنے لنگر شریف کی گلک ہے اس میں ڈالدو۔‘‘

کوئی کہتا کہ حضور یہ مسجد کے لئے نذر ہے تو فرماتے:

’’دیکھو سامنے مسجد کی گلک ہے اس میں ڈالدو۔‘‘

کوئی کہتا کہ حضور یہ آپ کی نذر ہے تو فرماتے:

’’دیکھو اس کی بھی ایک گلک ہے اس میں ڈالدو۔‘‘

جسے جس کام کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تو آپ فرماتے کہ:

’’دیکھو سامنے گلک رکھی ہے اس میں سے لے لو اور خرچ کرو۔‘‘

ان گلکوں کو کبھی آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا، نہ ہی کبھی اس کا خیال آیا کہ اس میں کیا اور کتنا ہے؟ اور نہ ہی کسی سے کوئی حساب معلوم کیا۔جیسا کہ حضور شاہجی محمد شیر میاں قادری جمالی

قدس سرہٗ نے اپنے متبنیٰ میرے دادا حضرت صوفی شاہ ننھے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ کو اپنے آخری وقت وصیت فرمائی تھی کہ:

”کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا“۔

لہٰذا آپ اپنے بزرگوں کے معمولات پر سختی کے ساتھ عامل تھے۔

آپ کی زوجہ محترمہ مختری بیگم صاحبہ علیہا الرحمہ جو عابدہ زاہدہ تھیں کے بطن سے مندرجہ ذیل صاحبزادگان ہوئے:

(۱) الحاج مولانا نوشے میاں جمالی شیری۔ (۲) الحاج اچھے میاں جمالی شیری۔ (۳) حافظ موتی میاں جمالی شیری۔ (۴) الحاج مولوی نصیر میاں جمالی شیری۔ (۵) شبیر میاں جمالی شیری۔ (۶) صغیر میاں جمالی شیری۔ (۷) رئیس میاں جمالی شیری۔

توصیف احمد خاں قدیری رقم طراز ہیں کہ:

سجادہ نشین دوم حضرت شاہ ننھے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن جناب ننھے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصال ۱۹۷۰ء۔

(روزنامہ انقلاب (دہلی ایڈیشن) ج ۳، ش ۲۵۱، ص ۱۵، کالم نمبر ۳، مجریہ ۲۰ر ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز اتوار، ملخصاً)

وصال:—آپ کا وصال مبارک ۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ مطابق ۷ر نومبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ ہوا۔

شیخ طریقت حضرت الحاج مولانا نوشے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ:

آپ حضرت اچھے میاں قادری جمالی شیری کے برادر اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ اپنے وقت کے جید عالم و فاضل ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم خانقاہ شاہجی میں حافظ عبد اللہ صاحب، حافظ فرزند علی نابینا، حافظ محمد ہارون و مولانا شمس الدین بہاری بریلی میں مولانا فضل غنی افغانی سے پائی۔

آپ نے پانچ سال سٹی مسلم مسافر خانہ رحیم بخش میں رہ کر جامعہ رضویہ ”منظر اسلام“ سوداگران بریلی شریف میں اردو، فارسی، عربی اور حفظ کی تکمیل کی پھر آپ دار العلوم اہلسنت ”منظر حق“ ٹانڈہ فیض آباد چلے گئے جہاں آپ نے تقریباً ۶ سال تعلیم حاصل کی۔ آپ آستانہ عالیہ شیریہ پیلی بھیت شریف کے سجادہ سوم تھے۔

سید محمد صفدر علی قادری مصنف ”حیاتِ مفتی عالم“ حضرت الحاج نوشے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ کا قول ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جن دنوں بدرسہ ”منظر اسلام“ میں مولوی رجب علی صاحب ناناپاروی پڑھایا کرتے تھے۔ میں (نوشے میاں جمالی شیری) بھی ان دنوں مدرسہ منظر اسلام میں پڑھتا تھا حضرت مفتی اعظم تو میرے دادا استاد تھے۔ دشمن رسول اگر کسی سے کانپتا تھا تو وہ حضرت ہی کی ذات گرامی تھی۔

(حیات مفتی عالم، ص ۷۱، مطبوعہ پیلی بھیت شریف)

حضرت الحاج مولانا نوشے میاں جمالی شیری (م ۲۰۰۳ء) کی پہلی شادی آپ کے پھوپا حافظ غلام حضرت خاں صاحب کی دختر نور جہاں منی بیگم ساکن پیلی بھیت شریف سے ہوئی جن سے دو بچے ہوئے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر دوسری شادی رامپور میں خلیفہ شاہجی سید ابو الحسن شیری کے برادر سید ریاض الحسن شیری کی دختر شوکت بیگم سے ہوئی۔ جن سے ۱۷ بچے ہوئے۔ جن میں آٹھ (۸) لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں (۱) سعادت میاں عرف منے میاں۔ (۲) حافظ قاری عبد الحفیظ میاں۔ (۳) سلیم میاں۔ (۴) فہیم میاں۔ (۵)

شمیم میاں۔(۶) وسیم میاں۔(۷) شریف میاں۔دختر امیر جہاں اور تنویر جہاں۔

آپ کے بڑے فرزند سعادت میاں عرف منے میاں قادری جمالی شیری اس وقت آستانہ عالیہ شیریہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف کے سجادہ نشین چہارم ہیں۔

(انوار شاہجی، ص۱۳۰ تا ۱۳۴ مرتبہ حافظ انوار احمد شیری ملخصاً)

شیخ طریقت حضرت اچھے میاں قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ:

شیخ طریقت حضرت اچھے میاں قادری جمالی شیری قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۹ر شوال المکرم ۱۳۳۷ھ مطابق ۷ر جولائی ۱۹۱۹ء خانقاہ عالیہ شیریہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم وتربیت والد ماجد کے زیر سایہ کرم ہوئی پھر باقاعدہ آپ نے حضور شاہجی محمد شیر قدس سرہٗ کے ہمشیر زادہ وفیض یافتہ حضرت مولانا غلام جیلانی خاں جمالی شیری سے آستانہ شیریہ میں ہی قائم مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور کچھ عرصہ مدرسہ منظر حق ٹانڈہ فیض آباد اور غالباً مدرسہ عالیہ رامپور میں بھی رہ کر حصول علم کیا۔

آپ کے داماد مولانا محمد حنیف خاں صاحب قادری بریلوی کے بقول:

مولوی نصیر میاں صاحب کی فراغت جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد سے ہے اور حضرت اچھے میاں صاحب مدرسہ منظر حق ٹانڈہ فیض آباد میں پڑھتے تھے۔اصل میں حضرت بنے میاں صاحب شیری علیہ الرحمہ کے کچھ مریدین ٹانڈہ میں رہتے تھے۔انھیں کی معرفت حضرت اچھے میاں وہاں پہنچے تھے۔ایک مرتبہ حضرت اچھے میاں صاحب سے کچھ علمی تبادلۂ خیال ہورہا تھا۔کچھ باتیں میں نے ان کی خدمت میں اپنے مدعا کے اثبات میں ان کے سامنے پیش کیں تو حضرت نے بھی اس پر کچھ باتیں ارشاد فرمائیں اور مسکرا کر فرمایا:

''ہم نے بھی تو مدرسہ میں پڑھا ہے''۔

میں نے معلوم کیا حضرت آپ نے کہاں پڑھا تو فرمایا:

''ٹانڈہ فیض آباد''۔

اس زمانے میں دارالعلوم منظر حق ہی اہلسنت وجماعت کا معروف ادارہ تھا۔اسی میں حضرت نے تقریباً تین سال رہ کر تعلیم حاصل کی۔(فقیر نوری غفرلہ سے موبائل پر گفتگو کا خلاصہ)

باطنی علوم میں آپ نے اپنے جدامجد حضرت شاہ ننے میاں قادری جمالی شیری قدس سرہٗ سے اکتساب فیض کیا پھر والد ماجد نے باقاعدہ سلسلہ عالیہ قادریہ جمالیہ شیریہ اور نقشبندیہ مجددیہ جمالیہ شیریہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ سلسلہ کی توسیع واشاعت کی طرف متوجہ ہوں۔لہٰذا آپ نے تبلیغ اسلام اور سلسلہ کی اشاعت کے لئے متعدد اسفار بھی کئے خاص طور پر ہندوستان میں اتر پردیش، مہاراشٹرا،ممبئی، پنجاب، ہریانہ، راجستھان، اترانچل،ہماچل پردیش اور پاکستان کا بھی سفر کیا۔ان اسفار میں آپ کے دست حق پرست پر بے شمار بندگان خدا نے بیعت کرکے اپنی دنیاو آخرت کو شادکام بنایا۔آپ نے کئی دینی مدارس کا قیام اور ان کا سنگ بنیاد بھی رکھا جن میں خاص کر دارالعلوم شیریہ یمپٹری، مدرسہ شاہجی اسلامیہ اور خانقاہ میں الجامعۃ الشیریہ آپ کی یادگار ہیں جن میں درجۂ حفظ وقرأت اور مولویت کے ساتھ عصری تعلیم بھی دیجاتی ہے۔آپ زیارت حرمین شریفین سے بھی

دوبار مشرف ہوئے۔آپ کا پہلا سفر حج وزیارت ۱۹۹۰ء میں ہوا جس میں آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ محترمہ اور منجھلے صاحبزادے جناب پیارے میاں شیری اور برادر گرامی وقار حضرت مولوی نصیر میاں شیری بھی شریک تھے۔دوسرا سفر آپ نے ۲۰۱۰ء میں اپنے فرزندہی کے ہمراہ فرمایا۔ بے شمار تشنگان طریقت آپ سے فیضیاب ہوئے۔

اس دور پرفتن میں جبکہ بنام اسلام نئے نئے فرقہ عالم وجود میں آچکے ہیں جو وحدانیت کے نام پر عظمت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کو پس پشت ڈال کر خود کو سچا پکا مسلمان گردانتے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنی ریشہ دوانیوں، غلط عقائد ونظریات سے گمراہ کررہے ہیں۔ کہیں دولت کا سہارا لے کر مسلمانوں کے ایمان کو لوٹا جارہا ہے تو کہیں دہشت گردوں کا ہوا دکھا کر مسلمانوں کو خوف وہراس میں مبتلا کیا جارہا ہے تاکہ مسلمان اپنے رسول کی محبت وعظمت کو چھوڑ کران کے ہمنوا بن جائیں ۔ ان حالات میں کسی بزرگ کی عظمت کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر کس قدر کاربند ہے ۔ عظمت مصطفیٰ جان رحمت اس کے دل میں کتنی ہے اور سلف صالحین کے راستہ پر وہ کتنا گامزن ہے۔

قطب پیلی بھیت حضرت سیدنا شاہجی محمد شیر میاں قادری جمالی قدس سرہٗ کی تعلیمات وہدایات سے حق کے ہر ایک متلاشی کو دعوت فکر وعمل اور جذبہ اخوت ومحبت کا درس ملتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

(۱) خدا کی بارگاہ میں وہ قبول ہوگا جو نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کو ادا کرے اور رسول پاک اور صحابہ کے راستے پر چلے نماز کے بغیر سب ریاضتیں بے کار ہیں۔ بنا نماز فقیری درویشی داغ دار ہے۔

(۲) شریعت کی مثال دودھ جیسی، طریقت کی دہی جیسی اور حقیقت کی خالص گھی جیسی ہوتی ہے۔ بس ظاہر ہے کہ طریقت ،معرفت اور حقیقت سب کا دارومدار شریعت ہی ہے۔

(۳) لوگ حلال روزی کی فکر نہیں کرتے اور خدا کو تلاش کرتے ہیں۔

(۴) پیر کامل سے اپنے مرید کا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہتا۔مرید کو چاہئے کہ پیر کے ہاتھ پر جو توبہ کی ہے اس پر قائم رہے تب امید نجات وپیر کی امداد کی ہے۔

(۵) اچھا کام خدمت خلق ہے اور بدترین کام اس کی دل آزاری ہے۔

(۶) جو پیر دنیا کی غرض سے مرید کرتا پھرتا ہے وہ روز قیامت جنگلی کی طرح اور اس کے مرید کتوں کی صورت میں ہوں گے۔

(۷) درویشی نعمت حق ہے مگر درویشوں کی صحبت سے رنگ لاتی ہے۔درویشوں، فقیروں سے دوری دنیاداری ہے۔ زبان کے ذکر سے قلب اور قلب کے ذکر سے روح ذکر پکڑتی ہے۔

(مضمون محمد ارشد خان قادری شیری، شیر مصطفیٰ شاہجی میاں علم وفضل وکمال کے آئینہ میں، روزنامہ انقلاب (دہلی ایڈیشن) ج ۳، ش ۲۵۱، ص ۱۷، کالم نمبر ۶-۷، مجریہ ۲۰ر ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز اتوار، ملخصاً)

حضرت شاہجی میاں کے اعلیٰ حضرت سے روابط:

حضرت اچھے میاں جمالی شیری علیہ الرحمہ یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ ان کے مورث اعلیٰ، منبع رشد وہدایت حضرت

شاہجی محمد شیر میاں قادری نقشبندی جمالی قدس سرہٗ اور بریلی کے تاجدار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا مسلک ومشرب ایک تھا اور باہم گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ دونوں میں سے ہر ایک جب کوئی پیلی بھیت یا بریلی آتا تو ایک دوسرے سے ملاقات کی ضرور کوشش کرتا۔ اعلیٰ حضرت کے پیلی بھیت تشریف لانے پر حضرت شاہجی میاں علیہ الرحمہ محفلِ میلاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے اور اعلیٰ حضرت اس میں وعظ بھی فرماتے تھے۔ تفصیل کے لئے ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مولانا شاہ فضل حسن صابری ایڈیٹر ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور رقم طراز ہیں کہ:

> اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی عادتِ شریف تھی کہ جب پیلی بھیت تشریف لے جاتے توحضرت جناب تقدس مآب حاجی میاں محمد شیر صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور ملنا ہوتا۔

(ہفت روزہ دبدبہ سکندر رامپور ش ۱۵، ج ۴۸، ص ۳ تا ۶، کالم نمبر ۱-۲، مجریہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ/ یکم اپریل ۱۹۱۲ء، بروز دوشنبہ)

مرزا عبدالستار بیگ صاحب ''مسالک السالکین'' تلمیذ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ محدث سورتی مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کی حضرت شاہجی میاں سے ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

> حاجی مولوی عبدالاحد صاحب خلف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب معروف بہ محدث سورتی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے روایت کرتے ہیں کہ:
>
> ایک بار میں حاضر حضور ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:
>
> مولوی صاحب آج کھانا میرے یہاں کھاؤ۔
>
> میں نے عرض کیا کہ:
>
> میرا کھانا بڑے احتیاط سے تیار ہوتا ہے اور مرچ سے تو مجھے اس قدر پرہیز ہے کہ جس سل پر مرچ پیسی جاتی ہے اس پر میرے کھانے کا مصالحہ تک نہیں پیسا جاتا۔
>
> آپ نے فرمایا کہ:
>
> خیر کیا ہوا؟ ایک دن فقیروں کے یہاں کا بھی کھانا کھالو۔
>
> الغرض جب کھانے کا وقت ہوا تو وہی عام کھانا جو سب کو ملتا ہے میرے سامنے بھی رکھا گیا اور میں نے کھایا۔ واللہ! مجھے یہی معلوم ہوا کہ میں اپنے گھر کا کھانا کھا رہا ہوں بلکہ ذائقہ کچھ اس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔

(محمد عبدالستار بیگ سہرامی، مرزا، مسالک السالکین، ص ۴۷، ۴۸، مطبوعہ پیلی بھیت شریف، سن اشاعت شوال المکرم ۱۴۲۶ھ/ دسمبر ۲۰۰۵ء)

قاری امانت رسول رضوی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

> حضور شاہجی محمد شیر میاں قادری جمالی علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لاتے تھے تو قیام نواب ضمیر حسن خاں کے یہاں رہتا تھا اور پہلی فرصت میں آپ وہاں سامان رکھوا کر فرماتے تھے کہ: میں سوداگری محلہ اعلیٰ حضرت سے پہلے ملاقات کرآؤں۔
>
> جب آپ بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے یہاں تشریف لاتے تھے تو ہمارے استاذ، تلمیذ اعلیٰ

حضرت مولانا قاری غلام محی الدین خاں شیری خطیب بلدوانی (م ۷؍جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ /۲۸؍فروری ۱۹۸۵ء بروز جمعرات) کے والد ماجد حضرت مولانا غلام جیلانی خاں صاحب شیری (م ۹؍شوال المکرم) جو حضور شاہجی میاں کے حقیقی بھانجے اور خلیفہ تھے اکثر ساتھ میں ہوتے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے پاس گھنٹہ دو گھنٹہ کبھی کبھی تو چار چار گھنٹے علمی گفتگو میں محو ہو جاتے۔ پھر نواب ضمیر حسن خاں کے یہاں واپس تشریف لے جاتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور شاہجی میاں علیہما الرحمہ کے گہرے تعلقات تھے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کا بڑا ادب و احترام فرماتے تھے۔

یہ بات بڑے فخر کے ساتھ حضرت مولانا قاری غلام محی الدین خاں صاحب شیری اکثر و بیشتر بیان فرماتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں تین سال رہا ہوں اس کو میں نے بارہا آپ سے سنا ہے۔

حضرت مولانا قاری غلام محی الدین خاں صاحب بانی مدرسہ اشاعت الحق بلدوانی حضور شاہجی محمد شیر میاں قادری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حافظ انور علی شاہ پیغمبر پوری، حافظ بصیر میاں شیری اور حضور مفتی اعظم کے بھی خلیفہ ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، محدث سورتی حضرت مولانا شاہ وصی احمد پیلی بھیتی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی کے تلمیذ ارشد تھے۔

آپ کی فراغت اعلیٰ حضرت کے وصال مبارک کے پانچ ماہ کچھ دن بعد مولانا حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی اور مولانا احسان علی محدث کی فراغت ایک ساتھ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے ہوئی ہے۔

قاری امانت رسول رضوی ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں کہ:

تلمیذ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا مولوی محمد احمد صاحب رضوی کانپوری زید مجدہٗ سے منقول ہے کہ مناظر اعظم ہند شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی حکیم الحاج الشاہ ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی مجددی لکھنوی ثم پیلی بھیتی علیہ رضوان القوی فرماتے ہیں:

پیلی بھیت کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شاہجی محمد شیر میاں صاحب قدس سرہٗ جب بریلی شریف جاتے تھے تو اکثر قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ہوتا تھا تو حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین و ملت قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے ضرور تشریف لے جاتے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت جب تشریف لاتے تھے تو شاہجی محمد شیر میاں صاحب سے ملاقات فرماتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کے بہت گہرے تعلقات تھے۔

۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کا واقعہ ہے کہ بریلی شریف میں نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں شاہجی میاں صاحب کا قیام تھا۔ نواب صاحب سے فرمانے لگے:

ہم کو بڑے مولوی صاحب سے ملاقات کرنا ہے۔

نواب صاحب نے کہا: بہت اچھا حضور تشریف لے چلیں۔ شاہجی میاں صاحب نواب صاحب کے ہمراہ جب محلہ سوداگران تشریف لائے تو جلسہ ہو رہا تھا۔ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے پیرو مرشد امام الاولیاء سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ القوی کا عرس مبارک اپنے دولت کدے پر کیا کرتے تھے۔ عرس کی تقریب تھی مجمع کثیر تھا شاہجی میاں صاحب جلسہ گاہ کے اخیر ہی میں بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ تقریر فرما رہے تھے۔ درمیان تقریر ہی میں فرمایا:

شاہجی محمد شیر میاں صاحب میرے قریب تشریف لے آئیں۔

قل شریف کے بعد مصافحہ و معانقہ ہوا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

آج تو آپ کا قیام فقیر خانے پر ہوگا۔

شاہجی محمد شیر میاں صاحب نے منظور کیا اور اعلیٰ حضرت کے در دولت پر دو روز قیام بھی فرمایا۔

(امانت رسول رضوی، قاری، تجلیات امام احمد رضا، ص ۵۵ تا ۵۶، مطبوعہ بریلی)

مولانا عبد الکریم نوری بانی و ناظم اعلیٰ دار العلوم فیضان قادریہ، خیر اللہ شاہ، پیلی بھیت شریف رقم طراز ہیں:

سرکار قطب پیلی بھیت حضور قبلہ شاہجی میاں (متوفی ۵؍ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰؍ جنوری ۱۹۰۷ء بروز اتوار) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (۲۵؍ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) علیہما الرحمہ ایک دوسرے سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ میر خان صاحب سرکار شاہجی میاں حضور سے شرف بیعت حاصل کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گذار ہوئے سرکار مجھے اپنا مرید فرمالیں۔ سرکار شاہجی میاں نے چند منٹ اپنی چشمان مبارک کو بند رکھا پھر ارشاد فرمایا:

"آپ کا حصہ میرے یہاں نہیں بلکہ بڑے مولوی صاحب اعلیٰ حضرت کے یہاں ہے۔ آپ بریلی چلے جائیں"۔

وہ آپ سے مرید ہونے کی ضد کرنے لگے۔

سرکار شاہجی میاں نے سمجھایا:

آپ کا حصہ وہیں ہے۔ اور جو ان کا ہے وہ میرا ہی تو ہے اور جو میرا ہے وہ ان کا ہے۔

(روزنامہ انقلاب (دہلی ایڈیشن) ج ۳، ش ۲۵۱، ص ۱۷، کالم نمبر ۷، بجریہ ۲۰؍ ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز اتوار)

جناب محترم حافظ محمد عمران صاحب رضوی نوری خطیب مسجد حضور محدث سورتی کا بیان ہے کہ:

حضرت شاہ میر خاں صاحب پیلی بھیتی نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ:

میں شاہجی محمد شیر میاں صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ سے مرید ہونے کے لئے ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو مرید فرمالیں تو شاہجی میاں حضور نے چند منٹ اپنی آنکھوں کو بند کیا پھر فرمایا:

تمہارا حصہ میرے یہاں نہیں بریلی جاؤ بڑے مولوی صاحب اعلیٰ حضرت کے یہاں تمہارا حصہ ہے۔ ان سے مرید ہو جاؤ جو ان کا مرید وہ

میرا مرید جو میرا مرید وہ ان کا مرید جو ان کا نہیں وہ میرا نہیں۔

پھر بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سرکار رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔

یہی واقعہ حضرت شاہ میر خاں صاحب کے صاحبزادے برادرِ طریقت جناب احمد میر خاں صاحب رضوی مصطفوی نے بھی بیان کیا کہ میرے والد ماجد قبلہ یہ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

(امانت رسول رضوی، قاری، تجلیات امام احمد رضا، ص ۶۷ تا ۶۸، مطبوعہ بریلی)

قاری محمد امانت رسول رضوی پیلی بھیتی رقم طراز ہیں کہ:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ فخر الحفاظ حضرت حافظ یعقوب علی خاں صاحب پیلی بھیت کے مشہور و معروف بزرگ عارف باللہ حضرت الحاج الشاہ احمد شیر خاں صاحب معروف بہ شاہجی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ شاہجی میاں نے حافظ صاحب سے فرمایا:

کیا کرو گے مرید ہو کر تم تو خود مادرزاد ولی ہو۔

حافظ صاحب نے پھر عرض کیا کہ:

مرید فرما لیجیے۔

شاہجی میاں نے پھر وہی جملہ فرمایا۔ تیسری بار پھر عرض کیا تو شاہجی میاں نے فرمایا:

دیکھو لوح محفوظ پر تمہارا حصہ ہمارے یہاں نہیں ہے تم بریلی جاؤ بڑے مولوی صاحب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہاں تمہارا حصہ ہے۔

اس وقت پیلی بھیت سے صرف ایک ٹرین بریلی شریف جایا کرتی تھی اور وہی واپس آیا کرتی تھی۔ لہٰذا حافظ صاحب بذریعہ ٹرین پیلی بھیت سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ بریلی شریف میں اپنے دولت خانہ پر ۱۸؍ ذی الحجہ کو اپنے پیرو مرشد کا عرس کیا کرتے تھے قل کے بعد اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی اور مولانا حبیب الرحمن صاحب کو حکم دیا کہ:

اسٹیشن جاؤ اس ٹرین سے حافظ صاحب تشریف لا رہے ہیں ان کو یہاں پر لے آؤ۔

اعلیٰ حضرت نے نہ تو حافظ صاحب کا نام ظاہر فرمایا نہ ان حضرات نے دریافت کیا خیر اسٹیشن پہنچے ٹرین میں سے حافظ یعقوب علی خاں صاحب اترے تو ان حضرات نے پہچان لیا اور حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔ حافظ صاحب نے اعلیٰ حضرت کا پتہ بتایا تو مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب پیلی بھیتی نے کہا کہ:

اعلیٰ حضرت نے تو پہلے ہی بتا دیا اور فرمایا کہ اسٹیشن جاؤ حافظ صاحب اس ٹرین سے آرہے ہیں ان کو لے آؤ۔ یوں ہم لوگ یہاں حاضر ہوئے۔

دونوں حضرات حافظ صاحب کو لے کر محلہ سوداگران کو چلے ادھر اعلیٰ حضرت اپنے دولت کدے پر حافظ صاحب کے استقبال کے لئے دروازے پر رونق افروز تھے کہ اتنے میں حافظ صاحب تشریف لے آئے۔ معانقہ مصافحہ ہوا۔

(جاری ہے۔۔۔)

जवाब : लफ्ज़ ''हीला'' (बहाना) की ख़ुदा से निसबत किसी तरह भी जाइज़ नहीं।

सवाल न. 16 : (कज़ालेका किदना ले यूसुफ़ा) (पारा 13 रुकू 3) का तर्जुमा करते हुए मौलाना महमूद अल हसन ने लिखा है ''यूँ दाओ दिया हमने यूसुफ़ को'' बताइये आलाहज़रत ने इसका तर्जुमा क्या फ़रमाया है ''हमने यूसुफ़ को यही तदबीर बताई'' बताइये मौलाना महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या गलती पाई जाती है?

जवाब : हमारी उर्दू में दाओ की निसबत ख़ुदा की तरफ़ करना ठीक नहीं है।

सवाल न. 17 : (ववजदका दुआल्लन फ़हदा) का तर्जमा मौलाना महमूद उल हसन ने किया है कि ''और पाया तुझको भटकता फिर राह समझाई'' बताइये इस आयत का आलाहज़रत ने क्या बेनज़ीर तर्जमा किया है?

जवाब : (और तुम्हें अपनी महब्बत में ख़ुदरफ़्ता पाया तो अपनी तरफ़ राह दी) (पारा 30 रुकू 17)

सवाल न. 18 : इस तर्जुमे में मौलाना महमूद उल हसन ने क्या ज़बरदस्त गलती की है?

जवाब : (आँ हज़रत को भटका हुआ लिखा है, जो उम्मत के इज्तिमाई अकीदे के ख़िलाफ़ है)

सवाल न. 19 : (''हत्ता इजस्तैअसर्रुसुलु व जन्नू अन्नहुम क़द कज़िबू'') (पारा 13 रुकू 6) का तर्जुमा मौलाना अशरफ़ अली थानवी ने क्या किया है'' यहाँ तक के पैग़म्बर (इस बात से) मायूस हो गये और उन पैग़म्बरों को गुमान ग़ालिब हो गया कि हमारे फ़हम ने गलती की।'' बताइये आलाहज़रत ने इसका क्या तर्जमा किया है?

जवाब : यहाँ तक कि जब रसूलों को ज़ाहिरी असबाब की उम्मीद न रही और लोग समझे कि रसूल ने उनसे गलत कहा था।

सवाल न. 20 : बताइये मौलाना अशरफ़ अली थानवी के तर्जमे में क्या गलती है?

जवाब : उन्होंने साफ़ लिख दिया है कि पैग़म्बर ताईदे रब्बानी से मायूस हो गये थे, हालांकि अम्बिया ताईदे रब्बानी से मायूस नहीं हुए।

सवाल न. 21 : (वक़द मकरल लज़ीना मिन क़बलेहिम फ़लिल्लाहिल मकरु जमीआ) (पारा 13 रुकू 12) मौलाना महमूद उल हसन ने इस आयत का तर्जमा किया है?

जवाब : ''और फ़रेब कर चुके हैं जो उनसे पहले थे, सो अल्लाह के हाथ में है सब फ़रेब''।

सवाल न. 22 : बताइये इस आयत का आलाहज़रत ने क्या तजुमा किया है?

जवाब : (''और उनसे अगले फ़रेब कर चुके हैं तो सारी ख़ुफ़िया तदबीर का मालिक अल्लाह ही है'')।

सवाल न. 23 : बताइये मौलाना महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या सक़्म (कमी) है?

जवाब : उन्होंने ''सारा फ़रेब'' ख़ुदा के हाथ में देकर तौहीने बारी की है।

सवाल न. 24 : (वम करु मकरन वम करना मकरा) (पारा 19 रुकू 19) का तर्जमा मौलाना महमूद अल हसन ने किया है कि ''और उन्होंने बताया एक फ़रेब और हमने बताया एक फ़रेब'' बताइये आलाहज़रत ने क्या ईमान अफ़रोज़ तर्जमा फ़रमाया है?

जवाब : ''और उन्होंने अपना सा मक्र किया और हमने अपनी ख़ुफ़िया तदबीर फ़रमाई''।

सवाल न. 25 : (''वसतग़फ़िर लेज़मबिका वल मुमेनीना वल मुमेनात'') का तर्जुमा मौलाना अशरफ़ अली थानवी ने किया है ''और आप अपनी ख़ता की माफ़ी मांगते रहये और सब मुसलमान मर्दों और मुसलमान औरतों के लिए भी'' बताइये आलाहज़रत ने इसका क्या तर्जमा किया है?

जवाब : और ऐ महबूब अपने ख़ास और आम मुसलमान मर्दों और औरतों के गुनाहों की माफ़ी मांगो (पारा नं0 26 रुकू नं0 6)।

(जारी है ——)

क़लमकार हज़रात तवज्जुह दें

अब आप अपने अंग्रेज़ी व हिन्दी मज़ामीन भी अपने माहनामा सुन्नी दुनिया के लिए भेज सकते हैं।

atiqahmad@aalaahazrat.com

मौलाना अशरफ़ अली थानवी, मौलाना अबुल कलाम आज़ाद, और मौलाना अब्दुल माजिद दरयाबादी के तराजुम कुर्आन, आलाहज़रत के तर्जुमा कुर्आन से पहले के हैं या बाद के?

जवाब : बाद के हैं।

सवाल न. 4 : बताइये आलाहज़रत से तर्जमा की फ़रमाइश किसने की थी?

जवाब : मौलाना अमजद अली आज़मी ने।

सवाल न. 5 : बताइये आलाहज़रत का तुर्जमा कुर्आन किस तरह मारिज़े वजूद में आया?

जवाब : आलाहज़रत आयात का तर्जमा बोलते जाते थे और मौलाना अमजद अली लिखते जाते थे।

सवाल न. 6 : (वमकरु व मकरल्लाहु वल्लाहु ख़ैरुल माकेरीन) (पारा 3 रुकू 13) का तर्जमा मौलाना महमूद उल हसन ने यूँ किया है (और मक्र किया उन काफ़िरो ने और मक्र किया अल्लाह ने और अल्लाह का दाओ सबसे बेहतर है) बताइये आलाहज़रत ने इस आयत का क्या तर्जमा किया है?

जवाब : और काफ़िरों ने मक्र किया और अल्लाह ने उनके हलाक की ख़ूफ़िया तदबीर फ़रमाई और अल्लाह सबसे बेहतर छुपी तदबीर वाला है।

सवाल न. 7 : बताइये मौलाना महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या ख़ामी है?

जवाब : ख़ुदा के बारे में ''मक्र'' और ''दाओ'' का इस्तेमाल सूए अदबी का मुहतमिल है।

सवाल न. 8 : (इननल मुनाफ़िक़ीना यूख़ादेऊनल लाहा वहोवा खादिओहुम) (पारा नं0 5 रुकू 18) का तर्जुमा मौलाना महमूद उल हसन ने किया है अलबत्ता मुनाफ़ेक़ीन दग़ाबाजी करते हैं अल्लाह से और वही उनको दग़ा देगा। (बताइये इस आयत का तुर्जमा आलाहज़रत ने क्या किया है?

जवाब : बेशक़ मुनाफ़िक़ लोग अपने गुमान में फ़रेब देना चाहते हैं और वही उन्हें ग़ाफ़िल करके मारेगा।

सवाल न. 9 : बताइये मौलाना महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या गलती है?

जवाब : दग़ा एक रकीक लफ़्ज़ है जो ख़ुदा की ज़ात से मंसूख़ करना गलत है।

सवाल न. 10 : (ज़ालेकल किताबो लारैबफ़ीह) (पारा नं0 1) का तर्जमा महमूद उल हसन ने किया है कि ''इस किताब में कुछ शक नहीं'' इस तर्जमा में इल्मी गल्ती के सिवा, एक लफ़्ज़ी गलती भी है, बताइये क्या?

जवाब : ''ज़ालिक'' के माअने ''यह'' ''नहीं'' ''वह'' है।

सवाल न. 11 : बताइये आलाहज़रत ने इस आयत का तर्जमा क्या फ़रमाया है?

जवाब : ''वह बलन्द रुतबा किताब (कुर्आन) कोई शक की जगह नहीं''।

सवाल न. 12 : (वलम्मा यालमिल्लाहुल लज़ीना जाहदू मिनकुम वयालमससाबेरीन) (पारा नं0 4 रुकू 5) इस आयत का तर्जमा मौलाना महमूद उल हसन ने किया है ''और अभी तक मालूम नहीं क्या अल्लाह ने जो लड़ने वाले हैं तुम में और मालूम नहीं क्या साबित रहने वालों को''। बताइये आला हज़रत ने क्या तर्जुमा फ़रमाया?

जवाब : और अभी अल्लाह ने तुम्हारे ग़ाज़ियों का इम्तेहान न लिया और ना सब्र वालों की आज़माइश की।

सवाल न. 13 : बताइये मौलाना महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या नक़्स है?

जवाब : उनके तर्जुमा से यूँ ज़ाहिर होता है कि जैसे ख़ुदा को पहले किसी बात का इल्म नहीं था और यह चीज़ ख़ुदा के आलिमुल गैब होने के सरासर मुनाफ़ी है।

सवाल न. 14 : (कुलिल्लाहु अस्रओ मकरन) (पारा नं0 गियारह रुकू नं0 8) का तर्जमा मौलाना महमूद उल हसन ने किया है ''कह दे कि अल्लाह सबसे जल्द बना सकता है हीले'' बताइये इस आयत का तर्जुमा आलाहज़रत ने क्या फ़रमाया?

जवाब : ''तुम फ़रमा दो अल्लाह की ख़ूफ़िया तदबीर सबसे जल्द हो जाती है''।

सवाल न. 15 : बताइये महमूद उल हसन के तर्जमे में क्या गलती पाई जाती है?

खुद तामीर कराई थी?

जवाब : मस्जिदे नूरी।

सवाल न. 124 : बताइये यह मस्जिद कहाँ है?

जवाब : बरेली स्टेशन के सामने।

सवाल न. 125 : इमाम अहमद रज़ा के वालिदे माजिद और दादा जान के मज़ारात कहाँ हैं?

जवाब : सिटी क़बरस्तान बरेली में।

सवाल न. 126 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के साहबज़ादे हामिद रज़ा खाँन और पोते इब्राहीम रज़ा खाँन की आख़री आराम गाह कहाँ वाक़ेअ है?

जवाब : रौज़ाए इमाम अहमद रज़ा में।

सवाल न. 127 : क्या बता सकते हैं कि इमाम अहमद रज़ा के दोनों भाई कहाँ दफ़न हैं?

जवाब : सिटी कब्ररुस्तान बरेली में।

सवाल न. 128 : इमाम अहमद रज़ा ने अपने तमाम बेटों और भतीजों का सिर्फ़ एक ही नाम रखा था बताइये वह नाम क्या था?

जवाब : मुहम्मद।

सवाल न. 129 : बताइये इल्मे अबजद के तहत उस नाम के कितने अदद बनते हैं?

जवाब : 92

सवाल न. 130 : बताइये सआदत यार खाँन का इंतिक़ाल कहाँ हुआ था?

जवाब : रुहेलखण्ड में।

सवाल न. 131 : बताइये वह रुहेलखण्ड क्यों आये थे?

जवाब : रुहेलखण्ड फ़तह करने के लिए, इंतिक़ाल फ़तह याबी के बाद हुआ।

सवाल न. 132 : सआदत यार खाँन के तीन बेटे थे जिनमें से एक ने बरेली शरीफ़ में मुस्तक़िल सुकूनत इख़्तियार कर ली थी, उनका नाम बाताइये?

जवाब : आज़म खाँन।

सवाल न. 133 : इमाम अहमद रज़ा के वालिद का इंतिक़ाल कब हुआ था?

जवाब : 1297 हिजरी को।

सवाल न. 134 : मौलाना नक़ी अली खाँन की उस किताब का नाम बताइये जो अपने दौर की मक़बूल तरीन किताब थी?

जवाब : (सुरुरुल कुलूब फ़ी ज़िक्रे मौलदे महबूब)।

सवाल न. 135 : मौलाना नक़ी अली खाँन के उन शागिर्द का नाम बताइये जो अपने अहद की मक़बूल तरीन शख़्सियत थे?

जवाब : अल्लामा मुहम्मद हसन इल्मी।

सवाल न. 136 : बताइये उनकी शोहरत की वजह क्या थी?

जवाब : मुनाज़रे में महारत।

सवाल न. 137 : मौलाना रहमान अली ने, मौलाना रज़ा अली खाँन का तज़किरा अपनी किस तसनीफ़ में किया है?

जवाब : तज़किराए उलमाए हिन्द।

सवाल न. 138 : इमाम अहमद रज़ा के छोटे भाई मौलाना हसन रज़ा बरेलवी, फ़ने शायरी में किसके शागिर्द थे?

जवाब : फ़सीहुल मुल्क मिर्ज़ा दाग़ देहलवी के।

सवाल न. 139 : इमाम अहमद रज़ा की अहलिया मोहतरमा का नाम बातइये?

जवाब : इरशाद बेगम।

सवाल न. 140 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के छोटे भाई मौलाना हसन रज़ा की तारीख़े पैदाइश क्या है?

जवाब : माह रबीउल अव्वल 1276 हिजरी।

क़ुर्आन फ़हमी

सवाल न. 1 : बताइये आलाहज़रत का तर्जमा कुआन सबसे पहले हिन्दुस्तान के किस शहर से शाए हुआ था?

जवाब : बरेली शरीफ़ से।

सवाल न. 2 : आलाहज़रत की मारकतुल आला तसनीफ़ ''तमहीदे ईमान ब आयते क़ुर्आन'' सबसे पहले कहाँ से शाए हुई थी?

जवाब : बरेली शरीफ़ हिन्दुस्तान से।

सवाल न. 3 : बताइये मौलाना महमूद उल हसन,

रहमतुल्लाहि तआला अलैह की कितनी फुफियाँ थीं?

जवाब : तीन।

सवाल न. 103 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के बहन भाई कितने थे?

जवाब : चार दो भाई दो बहनें।

सवाल न. 104 : क्या आप इमाम अहमद रज़ा के भाइयों के नाम बता सकते हैं?

जवाब : मुहम्मद रज़ा खाँन और हसन रज़ा खाँन।

सवाल न. 105 : इमाम अहमद रज़ा के दो साहब ज़ादे थे, क्या आप उनके नाम बता सकते हैं?

जवाब : मुस्तफ़ा रज़ा खाँन, हामिद रज़ा खाँन।

सवाल न. 106 : बताइये यह दोनों साहबज़ादे किन मशहूर अलकाब से मारुफ़ थे?

जवाब : मुफ्ती आज़मे हिन्द और हुज्जतुल इस्लाम के लक़ब से।

सवाल न. 107 : इमाम अहमद रज़ा की साहबज़ादियों की तादाद बताइये?

जवाब : पाँच।

सवाल न. 108 : इमाम अहमद रज़ा के वह कौन से वाहिद पोते हैं जिनका इंतिक़ाल दो साल की उम्र में हुआ था?

जवाब : अनवार रज़ा खाँन।

सवाल न. 109 : इमाम अहमद रज़ा की पोतियों की तादाद बताइये?

जवाब : दस।

सवाल न. 110 : बताइये इमाम अहमद रज़ा का सिलसिलाए नसब उनके किस साहबज़ादे से चल रहा है?

जवाब : हामिद रज़ा खाँन से।

सवाल न. 111 : हामिद रज़ा खाँन के उन साहिबज़ादे का नाम बताइये जिनका ख़ानदान पाकिस्तान में है?

जवाब : हम्माद रज़ा खाँन उर्फ़ नुमानी मियाँ।

सवाल न. 112 : मुस्तफ़ा रज़ा खाँन के सुसर का नाम बताइये?

जवाब : मुहम्मद रज़ा खाँन बिरादर इमाम अहमद रज़ा खाँन।

सवाल न. 113 : बताइये हसनैन रज़ा खाँन का इमाम अहमद रज़ा से कौन सा रिश्ता है?

जवाब : सगे भतीजे।

सवाल न. 114 : बताइये हसनैन रज़ा खाँन किसके साहबज़ादे हैं?

जवाब : हसन रज़ा खाँन साहब के।

सवाल न. 115 : बताइये मुस्तफ़ा रज़ा खाँन की कितनी साहबज़ादियाँ हैं?

जवाब : छः

सवाल न. 116 : हामिद रज़ा खाँन के उन साहिब ज़ादे का नाम बताइये जिनका ख़ानदान हिन्दुस्तान में है?

जवाब : इब्राहीम रज़ा खाँन उर्फ़ जीलानी मियाँ।

सवाल न. 117 : बताइये हज़रते अख़्तर रज़ा खाँन इमाम अहमद रज़ा के कौन हैं?

जवाब : परपोते।

सवाल न. 118 : हज़रते अख़्तर रज़ा खाँन आलमे इस्लाम की कौन सी मशहूर यूनिवर्सिटी से फ़ारिग़ हैं?

जवाब : जामिअतुल अज़हर क़ाहिरा।

सवाल न. 119 : इमाम अहमद रज़ा के बड़े साहबज़ादे का नाम बताइये?

जवाब : हुज्जतुल इस्लाम हामिद रज़ा खाँन।

सवाल न. 120 : बताइये हामिद रज़ा की विलादत कब हुई थी?

जवाब : 1875 ईसवीं मुताबिक़ रबिउल अव्वल 1292 हिजरी को।

सवाल न. 121 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के दूसरे साहबज़ादे, उम्र में पहले साहबज़ादे से कितने छोटे थे?

जवाब : 18 साल।

सवाल न. 122 : बताइये इमाम अहमद रज़ा की वालिदा मुहतरमा और अहलिया मुहतरमा के मज़ारात कहाँ हैं?

जवाब : सिटी क़बरस्तान बरेली में।

सवाल न. 123 : बताइये वह कौन सी मस्जिद है जिसकी ज़मीन इमाम अहमद रज़ा के मुहतरम चचा ने अंग्रेज़ों से लड़कर खरीदी थी? और ख़तीर रकम लगाकर

क़िस्त–4

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिब : प्रो० हाफ़िज़ मौहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची
पेशकश: मोहम्मद आमिल हुसैन, बाज़ार संदल खां, बरेली शरीफ़

सवाल न. 88 : मौलाना मुस्तफ़ा रज़ा खाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैह की खासुल ख़ास तसनीफ़ का नाम बताइये?

जवाब : (अलफ़तावलमुस्तफ़विया)।

सवाल न. 89 : बताइये आलाहज़रत के आबाओ अजदाद किस अहद में हिन्दुस्तान तशरीफ़ लाये थे?

जवाब : अहदे मुग़लिया में।

सवाल न. 90 : हुज्जतुल इस्लाम हामिद रज़ा खाँन साहब एक बार अली पुर तशरीफ़ ले गये थे, बताइये किसके हमराह?

जवाब : पीर जमात अली शाह अली पुरी के हमराह।

सवाल न. 91 : बताइये हामिद रज़ा ख़ाँ रहमतुल्लाहि तआला अलैह की नमाज़े जनाज़ा किसने पढ़ाई थी?

जवाब : मौलाना सरदार अहमद साहब रहमतुल्लाहि तआला अलैह ने।

सवाल न. 92 : मौलाना हामिद रज़ा खाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैह के चन्द मशाहिर ख़ुलफ़ा और तलामिज़ा के असमाए गिरामी बताइये?

जवाब : मौलाना सरदार अहमद लाहौरी, मौलाना अब्दुल गफ़ूर हज़ारवी, मौलाना मुफ़्ती एजाज़ वली ख़ाँ, मौलाना अबुलहसनात, मुहम्मद अहमद, मौलाना मुहम्मद हशमत अली ख़ाँन, मौलाना तक़द्दुस अली ख़ाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैहिम।

सवाल न. 93 : मौलाना हामिद रज़ा ख़ाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैह का दुबारा आपरेशन हुआ था, बताइये कहाँ का?

जवाब : पहली बार हाथ का और दूसरी बार पुश्त का।

सवाल न. 94 : इमाम अहमद रज़ा खाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैह के वालिदे मुहतरम का नाम बताइये?

जवाब : मौलाना नक़ी अली ख़ाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैह।

सवाल न. 95 : इमाम अहमद रज़ा खान रहमतुल्लाहि तआला अलैह के दादा और परदादा का नाम बताइये?

जवाब : बित्तरतीब मौलाना रज़ा अली खाँन, हाफ़िज़ काज़िम अली खाँन रहमतुल्लाहि तआला अलैहिमा।

सवाल न. 96 : इमाम अहमद रज़ा के सकड़दादा मुहम्मद आज़म ख़ाँन, सुल्तान मुहम्मद शाह की हुकूमत में किस ओहदे पर फ़ाइज़ थे?

जवाब : वज़ारत आला (मुख्य मन्त्री) के ओहदे पर।

सवाल न. 97 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के सकड़दादा मुहम्मद आज़म के वालिदे माजिद सआदत यार ख़ाँन, सुल्तान मुहम्मद शाह की हुकूमत में किस मंसब पर फ़ाइज़ थे?

जवाब : वज़ारत मालयात (वित्त मन्त्री) के ओहदे पर।

सवाल न. 98 : बताइये सआदत यार ख़ाँन के वालिद सईद उल्लाह खाँन किस लक़ब से मशहूर थे?

जवाब : आली जाह शुजाअत जंग बहादुर के लक़ब से।

सवाल न. 99 : सईदुल्लाह खाँन कंधार से हिन्दुस्तान किसके साथ आये थे?

जवाब : सुल्तान मुहम्मद शाह के साथ।

सवाल न. 100 : बताइये हुकूमते वक़्त ने हज़रते सईद उल्लाह की तंज़ीमी सलाहीयतों की वजह से किस मंसबे जलीला पर सरफ़राज़ किया था?

जवाब : शश हज़ार के मंसब पर।

सवाल न. 101 : लाहौर का शीश महल बड़ा मशहूर है? बताइये यह किन का था?

जवाब : सईद उल्लाह खाँन का।

सवाल न. 102 : बताइये इमाम अहमद रज़ा

From the above references to the dictionaries, it seems that orthodox has two meanings صحیح العقیدۃ , دقیانوسی (one holding right beliefs / old fashioned - outmoded)

Now the author should be questioned regarding what he means by orthodox? Does he regard it in the meaning of 'one holding right beliefs or in the meaning of outmoded.

On the basis of the first condition and according to the statement of the author, how could those people still be regarded as remaining orthodox (holding right belief), amongst whom the acceptability of (charging fellow Muslims with unbelief) became well known, and which according to the author, is the great bid'at of the age? On the basis of the second condition, is it not evident through his statement, that the matter which is usually acceptable to many Muslims, who are according to him orthodox (old fashioned), and the same matter is outmoded according to his statement, which is remaining since the old age. Then, how could it be correct to call this a great bid'at of this age? Is it not a false accusation against the orthodox Muslims (righteous believers)? And is it not contempt of all the Saheehul Aqida Muslims without discrimination?

(Note: i.e. here Sayyidi Akhtar Raza is questioning how it is possible according to the author for those people amongst whom it became common to charge fellow Muslims with kufr, to be still regarded as righteously guided, whereas the author himself says that this is a great bid'at of the age. Sayyidi Akhtar Raza is then pointing out that even though the author says that it is outmoded, he still charges orthodox Muslims (rightly guided Muslims) with this. So Sayyidi Akhtar Raza is showing clearly that the author is actually regarding the rightly guided Muslims as being culpable and responsible for charging fellow Muslims with unbelief and this Sayyidi Akhtar Raza has clearly mentioned is to hold all Muslims liable for that which they are not responsible. The righteous Muslims have only regarded those people as unbelievers, who have become unbelievers due to their own kufr and not without a valid reason and this action of righteously guided Muslims charging those who have become kaafir due to their own kufr is not an innovation in any way, but it is to uphold the true principles of Islam)

The author is taunting because of orthodoxy. The author must answer; Are the principles of Islam new? Never at any account! Indeed are they old (sacredly ancient). So the author must clarify whether this taunting is to the Muslims only or is it applying to the principles of Islam as well?

No doubt this taunting is applied to the principles of Islam.

(Cont.........)

indefen- sible breaches of proper respect, they were not kufr, because the intention behind them was not to insult the Prophet (Allah bless him and give him peace), but to defend Islam from what the writers viewed as a serious threat." (Page 31)

As stated clearly from the author's own comments, that he doubts that "few Muslims" may agree to these evil statements. Is it not the result of the admission (although full of doubt) that it is definite, even in the view of author that no Muslim will tolerate these ugly words. In spite of this admission, this preamble to keep the Deobandis away from the charge with infidelity, and to declare as the result of this that, "It is a fault to declare them as Kaafir", is not a contradiction by the author; then what is this? Is the aforesaid sentence absolute accor-ding to the author; or is it conditional? If it is absolute, then the author has already mentioned before that, "The person would be considered as Kaafir in some cases and in some not"

(By this statement of his), it means that the ruling is conditional, so why then, did he leave it absolute? And in case it is conditional, so why didn't he elaborate regarding the conditions and possible aspects through the statement of Scholastics (Mutakal'limeen)e.g. Evident (Sareeh) Determined (Muta'ayan) or evident (Mutabay'yan); and why didn't he elaborate the rule concerning both (Sareeh and Muta'ayan or Mutabay'yan) and why didn't he explain the various thoughts of the Theologians (Fuqaha) and Scholastics (Mutakal'limeen), and how could he (the author) elaborate all that; whereas, the author has said after he mentioned the strife of Wahhabis which took place in the eighteenth century C.E. as follows:

"Charging fellow Muslims with unbelief (takfir) is an enormity in the eyes of Allah. It is the fitna or "strife" that destroyed previous faiths, and whose fire in Islamic times was put out with the defeat of the Kharijites, only to be revived on a wholesale scale almost a thousand years later by Wahhabi sect of Arabia in the eighteenth century, from whence its acceptability has spread today to a great many otherwise orthodox Muslims, becoming the bid'a of our times, and one of the most confusing Islamic issues." (Page: 1)

The article of the author is in English, wherein he has called many Muslims "ORTHODOX". Orthodox according to the English dictionary is used in few meanings, which are given as follows: orthodox. adj. generally accepted rightly taught belief صحیح عقیدہ / (person holding it صحیح عقیدہ old fashioned (views etc) فرسودہ (خیالات) کی تقلید کرنے والا (person) with such views فرسودہ خیال، دقیانوسی، تقلید پسند
orthodoxy n. being orthodox صحیح العقیدہ دقیانوسی ہونا، ہونا

Part (5)

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: HUZOOR SAYYIDI TAAJUSH SHARIAH ALLAMA MUFTI
Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

(Cont..........)

insult and (due to) refusal of the Essential Principles of Religion (Zaroo -riat-e-Deen).The ugliness of the Deobandi statements is so admitted to the author, that he himself stated ahe-ad,

"In sum, Khalil Ahmad Sahar-anpuri's disadvantageously comparing the Prophet's knowledge (Allah bless him and give him peace) to Satan's, the vilest creature in existence - regar-dless of the point he was making - is something few Muslims can accept. Whether Khalil Ahmad regar- ded it as a feat of ingenuity to show that because the Prophet's knowledge was less than the Devil's, it was a fortiori less than Allah's, or whatever his impulse may have been, he badly stumbled in this passage. In any previous Islamic community, whether in Hyderabad, Kabul, Baghdad, Cairo, Fez, or Damascus—in short, practi-cally anywhere besides the British India of his day—Muslims would have found his words repugnant and unacceptable." (Page 28)

Similarly he quoted the words of Ashraf Ali Thanwi as follows:

"If it refers to but some of the unseen, then how is the Revered One [the Prophet] (Allah bless him and give him peace) uniquely special, when such unseen knowledge is possessed by Zayd and 'Amr [i.e. just anyone], indeed, by every child and madman, and even by all animals and beasts?" (Page: 29)

And then commented as follows on the above mentioned statement

"Looking back, one cannot help wondering why Khalil Ahmad's and Ashraf 'Ali Thanwi's own students and teachers and friends did not ask them, before their opponents asked them: When did any Islamic scholar ever compare the knowledge of the Prophet (Allah bless him and give him peace) to the depraved, to the mad, or to animals - even to make a point? Few Muslims would suffer such a comparison to be made with their own father, let alone the Emissary of God (Allah bless him and give him peace).

But while such words were

Mahnama
Sunni Duniya
82, Saudagran, Bareilly -234003 Editor: Asjad Raza Khan
Title Code : UPMUL00639
RNI Ref. No. 1279986
June- 2016
Rs. 20/-
United Printers Hamidi Complex, Gali Wazir Ali, Bara Bazar, Bareilly

مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

July
Aug.

2016

مُدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا قادری

ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا

جلد: ۱ جولائی اگست ۲۰۱۶ء شمارہ: ۷

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

یادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خان بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی
مفسر اعظم ہند مولانا ابراھیم رضا جیلانی بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

زیر سرپرستی

قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر: یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی، ہیڈ جامعۃ الرضا

فی شمارہ: ۲۰ روپے ❁ زر سالانہ: ۲۴۰ روپے ❁ بیرونی ممالک: ۱۵۰۰ روپے ❁ لائف ممبری: ۱۱۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

فون: 0581-3291453, 2472166
فیکس: 0581-2458543
Visit us: www.aalaahazrat.com
Www.cisjamiaturraza.ac.in,www.hazrat.org
دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ رسوداگران بریلی شریف (یوپی)
E-mail:- atiqahmad@aalaahazrat.com, sunniduniya@aalaahazrat.com

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' ہی بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں

نوٹ: ممبران حضرات! اگر آپ کو سنی دنیا وقت سے نہیں مل رہا ہے، ڈاک سے متعلق کوئی معلومات حاصل کرنی ہے، یا بذریعہ ڈاک ممبر بننا ہے تو اس نمبر پر رابطہ کریں: 09259089193

اشاریہ

فلسفۂ حج

مہمان اداریہ: مولانا محمد شہزاد عالم رضوی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حج کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے معدن کو دیکھنا، اس کے مبارک گھر میں حاضر ہو کر طاعت گزاری اور فرمانبرداری کے ساتھ لبیک اللّٰھم لبیک کا ترانا گنگنانا اور اس بے مثل قربانی کی یاد تازہ کرنا ہے جس کی بنیاد رب کے دو برگزیدہ رسولوں نے ڈالی۔

روحانی لذتیں: حج کے درمیان حجاج جن مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں وہ سب مقربان ایزدی کی یادگار ہیں۔

مقام ابراہیم اور اس میں ثبت نشان قدم اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کعبہ کی نشاۃ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی ہے۔ کعبہ کے گرد طواف کے لئے حضرت ابراہیم نے ندا کی آج تک وہی مسلمان حج کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں ندائے براہیمی پہ لبیک کہا تھا۔

صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے سے حضرت ہاجرہ کی اضطرابی حالت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ عرفات کے کشادہ میدان میں یکجا ہو کر حجاج عمر رفتہ کی کوتاہیوں اور تقصیروں پر ندامت کے اشک بہاتے ہیں اور آئندہ زندگی کے لئے عبادت و ریاضت کا از سر نو عہد و پیمان کرتے ہیں۔ یہ تاریخی میدان اس تاریخی عہد کی یادگار ہے جو رب کریم نے پیغمبران عظام سے لیا تھا۔ ان گنت افراد ایک ہی لباس زیب تن کرکے، ایک ہی شکل و صورت، ایک ہی حالت اور ایک ہی جذبہ سے سرشار جھلستے ہوئے بے آب و گیاہ میدان میں اکٹھا ہو کر اپنی پرسوز چیخوں اور دل گداز آوازوں سے اپنے کرم فرما رب کو پکارتے ہیں اور عفو و درگزر کے خواستگار ہوتے ہیں جس روحانی منظر کی لذتیں ساری عمر یاد رہتی ہیں۔

اسلامی وحدت: آج ہم چاہتے ہیں کہ قوم مسلم قومیت اور وطنیت کی تنگنائیوں سے نکل کر وحدت اسلامی میں داخل ہو، ملت ابراہیمی کی دعوت اور ملت محمدی کے ابدی پیغام نے ہزاروں سال قبل دنیا والوں کو اسلامی وحدت کا مزاج بخشا، رنگ و نسل لسانی اور جغرافی اختلافات کے باوجود ایک ہی مرکز پر ایک ہی حال و مقال میں جمع ہونے کا درس دیا جس سے مشکل مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔

دینی علوم کی نشر و اشاعت: یہ اسی مرکزیت کا نتیجہ ہے کہ جو علماء، مفسرین، فقہاء، محدثین، فتوحات و نو آبادیوں کے سبب دنیا بھر میں پھیل گئے تھے وہ سال سال یہاں پہنچ کر بکھرے ہوئے علمی و فقہی نکات کو ایک دفتر میں جمع کر دیتے تھے، یہیں آ کر مصری حجازی سے، بصری کوفی سے، شامی عراقی سے، ہندی سندھی سے، اپنی معلومات پر تبادلۂ خیال کرتے تھے، اور ایک دوسرے سے فیض پاتے تھے، اور اس طرح مختصر سی مدت میں ہند و سندھ کا علم

اسپین و مراکش میں مصر کی روایت و درایت ترکستان میں پہنچ جاتی ۔ ابن مسعود کے تلامذہ ابن عمر کے شاگردوں سے اکتساب علم کرتے جبکہ ابن عباس کے تلامذہ ابوہریرہ کی روایات نقل کرتے ۔

آج ہمارے پاس کتب احادیث اور فقہ وتفسیر کا بڑا سرمایہ ہے وہ حج کی مرکزیت اور باہمی اجتماعیت کا ثمرہ ہے ۔

باہمی تعاون اور اتحاد: حج کی مرکزیت ہی کا نتیجہ ہے کہ عازمین حج دور دراز مسافتوں کو طے کرتے ہوئے اور طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرکے جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے درد والم سے آگاہ اور احوال سے واقف ہوتے ہیں جس سے ان میں آپسی تعاون اور باہمی اتفاق واتحاد کی روح پیدا ہوتی ہے، اور سب اس طرح مل جل کر ارکان حج کی ادائیگی کرتے جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں ۔

دشمنوں کو دوست بنانا: انسان عام حالات وطرز معاشرت میں سینکڑوں دشمن بنالیتا ہے لیکن جب رب قدیر کی بارگاہ میں جانے کا قصد کرتا ہے تو اپنے سینہ کو بغض و کینہ سے پاک کرتا، اور روٹھے ہوئے لوگوں کو مناتا، مسجدوں میں روز جمعہ یا کسی اور دن برسر عام اپنے قصور معاف کرواتا ہے جن کی حق تلفی کرچکا ہے یا جن کا حق مار رکھا ہے ان کے حقوق ادا کرتا ہے ۔اس زاویے سے یہ فریضۂ حج روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا عظیم ذریعہ ہے ۔

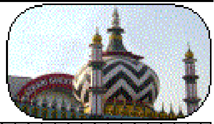
بارگاہ ایزدی کا رعب: طواف کعبہ کرتے ہوئے آنکھ نم، زبان پر لبیک، لبیک کی نغمہ سنجی دل میں خشیت الٰہی کا سمندر موجزن اور جسم پہ لرزہ طاری ہوتا کہ کریم مہربان رب عفو وکرم کی چادر ڈال دے، نگاہیں جھکی ہوں کہ یہ وہ خاص دربار ہے جہاں بڑی عزت والے بادشاہ کی باندیاں بھی ساتھ ہوتی ہیں یہاں ارتکاب گناہ تو دور ارادۂ گناہ پہ بھی گرفت ہوتی ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر لکھا جاتا ہے ۔خدارا! ایمان بچائے ہوئے قلب ونگاہ سنبھالے ہوئے اپنے مہربان رب کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور خاصان خدا کا وسیلہ دے کر گناہوں کی بخشش چاہو یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے ۔

ہر چند کہ حاجی مقامات مقدسہ پہ بیش قیمت آنسوؤں کی سوغات اور دل سوز گریہ وزاری کا خراج پیش کرتا ہے، طواف و زیارت، سعی ورمی جمار، وقوف عرفات و مزدلفہ کی صعوبتیں جھیلتا ہے مگر قبولیت کا تمغہ اس دیار حبیب میں جا کر ملتا ہے جہاں کی خاک شفاء آب وہوا دوا اور زمین گنہگاروں کا ٹھکانہ اور بیکسوں کا مسکن ہے ۔جہاں کی حاضری جنت بخشی کی ضامن ہے ۔رب قدیر تمام مسلمانان اہلسنّت کو حرمین شریفین کی زیارت سے بہرہ ور فرمائے ۔آمین

□ □ □



تجلیات نعت



امام اہل سنّت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت کیا نہال کیا
نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا
یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستمگر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگ در پاک سر وبال کیا
مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا
الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگان کوچہ میں چہرا مرا بحال کیا

تاجدار اہلسنّت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ماہ طیبہ نیر بطحا صلی اللہ علیک وسلم
تیرے دم سے عالم چمکا صلی اللہ علیک وسلم
تو ہے مظہر رب اجمل ظل ہیں تیرے سارے مرسل
کون ہے ہم سر تیرا شاہا صلی اللہ علیک وسلم
تم ہو پیارے اصل ہماری سارا جہاں ہے فرع تمہاری
تم سب کی ماہیت گویا صلی اللہ علیک وسلم
تم ہو آقا معرف حق کے جلوے ہو نور مطلق کے
تم ہو حجت رب برا عدا صلی اللہ علیک وسلم
تو ہے نائب رب اکبر پیارے ہر دم تیرے در پر
اہل حاجت کا ہے میلہ صلی اللہ علیک وسلم
حق نے بنایا ایسا تونگر اکبر و اوسط و اصغر و سرور
تیرے در پر حاضر جملہ صلی اللہ علیک وسلم
ہر شے میں ہے تیرا جلوہ تجھ سے روشن دین ودنیا
بانٹا تو نے نور کا باڑا صلی اللہ علیک وسلم
ایماں تیری عظمت والفت اور تصدیق وجزم نسبت
مومن وہ جس نے پایا صلی اللہ علیک وسلم
حاضر در ہے نوری مضطر آپ کا ہے موروثی شناگر
ابن رضا ہے خواہاں رضا کا صلی اللہ علیک وسلم

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن
خوف سے ہر کلیجہ دہل جائیگا
پر یہ نازا نکے بندے کا دیکھیں گے سب
تھام کر ان کا دامن مچل جائیگا
موج کترا کے ہم سے چلی جائیگی
رخ مخالف ہوا کا بدل جائیگا
جب اشارہ کریں گے وہ نا خدا
اپنا بیڑا بھنور سے نکل جائیگا
یوں تو جیتا ہوں حکم خدا سے مگر
میرے دل کی ہے انکو یقیناً خبر
حاصل زندگی ہوگا وہ دن مرا
ان کے قدموں پہ جب دم نکل جائیگا
رب سلم وہ فرمانے والے ملے
کیوں ستاتے ہیں اے دل تجھے وسوسے
پل سے گذریں گے ہم وجد کرتے ہوئے
کون کہتا ہے پاؤں پھسل جائیگا
اختر خستہ کیوں اتنا بےچین ہے
تیرا آقا شہنشاہ کونین ہے
لو لگا تو سہی شاہ لولاک سے
غم مسرت کے سانچے میں ڈھل جائیگا

ضیائے قرآن

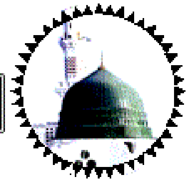
کنزالایمان
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

سورۂ بقرہ مدنی — اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا — آیت نمبر ۲۱۲/۲۱۱

بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں {۴۰۰} اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے {۴۰۱} تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے (۲۱۱) کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی {۴۰۲} اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں {۴۰۳} اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن {۴۰۴} اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے (۲۱۲)

خزائن العرفان
صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

{۴۰۰} کہ ان کے انبیاء کے معجزات کو ان کے صدق نبوت کی دلیل بنایا ان کے ارشاد اور ان کی کتابوں کو دین اسلام کی حقانیت کا شاہد کیا {۴۰۱} اللہ کی نعمت سے آیات الٰہیہ مراد ہیں جو سبب رشد و ہدایت ہیں اور ان کی بدولت گمراہی سے نجات حاصل ہوتی ہے انہیں میں سے وہ آیات ہیں جن میں سید عالم ﷺ کی نعت وصفت اور حضور کی نبوت و رسالت کا بیان ہے، یہود و نصاریٰ کی تحریفیں اس نعمت کی تبدیل ہے {۴۰۲} وہ اسی قدر کرتے اور اسی پر مرتے ہیں {۴۰۳} اور سامان دنیوی سے ان کی بے رغبتی دیکھ کر ان کی تحقیر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور عمار ابن یاسر اور صہیب و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھ کر کفار تمسخر کرتے تھے اور دولت دنیا کے غرور میں اپنے آپ کو اونچا سمجھتے تھے {۴۰۴} یعنی ایماندار روز قیامت جناب عالیہ میں ہوں گے اور مغرور کفار جہنم میں ذلیل وخوار۔



بہار حدیث



پیشکش: نبیرۂ مفسر اعظم ہند، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور فحش گوئی اور فسق وفجور میں مبتلا نہ ہوا اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو گئے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار سو عزیزوں قریبوں کے حق میں حاجی کی شفاعت قبول ہوگی، حاجی گناہ سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو حجۃ الاسلام بجالائے اور میری قبر کی زیارت سے مشرف ہو، اور جو ایک جہاد کرے اور بیت المقدس میں نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے فرائض کا حساب نہ لے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ دونوں ادا کرو کہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو دور کرنے والے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے، اور حج مقبول کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری سے مشرف ہونے والے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں تو انکو عطا کیا جاتا ہے، اور جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے، اور کچھ خرچ کریں تو وہ ان کے لئے توشۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے، قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جس شخص نے کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر، اور لاالہ اللہ، پڑھا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہی پڑھا۔

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک فرشتے سواری پر حج کے لئے جانے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چل کر جانے والوں سے معانقہ۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادہ سے نکلا اور پھر راستہ میں انتقال کر گیا، اسے مجاہد، حاجی اور عمرہ کرنے والے کی طرح قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو حج کے ارادے سے آنے والا مکہ معظمہ کے راستہ میں انتقال کر جائے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے نہ مواخذہ فرمائے اور نہ حساب لے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بیت اللہ شریف کے حج کے لئے نکلا پھر فحش گوئی و بدکاری میں مبتلا نہ ہوا تو گناہوں سے ایسا پاک ہوگا جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

[جامع الاحادیث ج ۲]

فتاویٰ مرکزی دار الافتاء

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

جناب زید مسجد کے اندر غالباً بیسوں مومنوں کے سامنے یہ بات بولے کہ میں خدا کو نہیں مانتا ہوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں۔ میں خدا سے نہیں ڈرتا ہوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتا ہوں۔

لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ کہ جناب ہارون رشید صاحب ازہری پہ کیا حکم نافذ کیا جائے؟

المستفتی: محمد اسرائیل وارثی

صدر بازار جگدیش پوری، ضلع مجوچپورہ بہار

الجواب:

سوال فرضی نام سے کرنا چاہئے۔جس شخص نے خط کشیدہ جملے بکے وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے تجدید ایمان کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید اور بکر دونوں عالم دین کہلاتے ہیں۔زید ایک محفل میں میلاد شریف پڑھ رہا تھا جس میں بکر بھی شریک ہوا۔زید کہتا ہے کہ بکر نے اپنی تقریر میں ایک کلمہ کفر کہہ دیا ہے لیکن بجائے یہ کہ زید بکر کی گرفت کرنے کے بعد توبہ کرواتا، سکوت اختیار کیا اور ولید محفل ختم ہونے کے بعد بتایا کہ بکر کلمۂ کفر بک چکا ہے۔ولید نے زید سے کہا کہ زید نے جو کلمہ کفر سن کر خاموشی اختیار کی ہے اس پر انہیں توبہ لازم ہے بلکہ تمام حاضرین سے توبہ کروانا چاہئے تھا عمر و بھی شریک محفل تھا لیکن اسے یاد نہیں کہ بکر نے کوئی کلمۂ کفر بکا ہو۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید جس نے بکر کے بارے میں یہ کہا کہ بکر نے کلمہ کفر بکا ہے تو اس پر توبہ وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد حسیب الرحمٰن

مدرسہ عربیہ قادریہ تجوید القرآن

۳۵/ فیل خانہ فرسٹ لائن ہوڑہ بنگال

الجواب:

اگر واقعہ یہ ہے کہ زید کو اس کلمے کے معنی کفری پر اسی مجمع میں اطلاع ہوگئی تھی اور اسے غالب گمان یہ تھا کہ بکر اس کے ٹوکنے سے توبہ ورجوع کرے گا اور کوئی فساد وشر نہ ہوگا تو اسے اسی مجمع میں ٹوکنا لازم تھا۔اس صورت میں زید نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو چھوڑا اس سے اس پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی کر لے کہ زید کا باوصف قدرت نہ ٹوکنا بکر کے کفر پر راضی

رہنے کی دلیل ہے اور اگر زید کو قدرت نہ تھی تو اس پر توبہ لازم نہیں ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد اختر رضاخاں ازہری قادری غفرلہ

صح الجواب۔واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید اپنی زندگی میں کہتا تھا کہ میں وہابی ہوں اور مولوی زکریا شیخ الحدیث دیوبند سے مرید ہوں۔ جنکے ہاتھ سب لوگ مرید ہیں انہیں میں عالم بھی ہیں۔اس کے لئے شرعی کیا حکم ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ مذاق کیا کرتا تھا یا سنیوں کو چڑھانے کے لئے ایسا کہتا تھا۔

(۲) ایسے شخص کے نماز جنازہ یا فاتحہ چہلم میں (جو اسکے لڑکے نے کرایا) جو لوگ ان باتوں کو جانتے ہوئے شریک ہوئے ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: غلام نبی، کانکیر

الجواب:

(۱،۲) وہ اقراری وہابی ہوکر کافرین میں ہوگیا کہ وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں اور کافر کا اقرار کافی ہے۔ ہندیہ میں ہے: ''وقد حکی عن بعض اصحابنا ان رجلا لو قیل لہ ألست بمسلم فقال لایکون ذالک کفرا کذافی فتاوی قاضیخان''۔[فتاوی ہندیہ، ج ۲، ص ۲۸۸، کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین موجبات الکفر انواع مطبع دارالفکر، بیروت]

اسی میں ہے: ''رجل قال لامرأتہ یا کافرۃ یا یہودیۃ یا مجوسیۃ فقالت (ہمچنینم) او قالت (ہمچنینم طلاق دہ مرا) الخ''۔[فتاوی ہندیہ، ج ۲، ص ۲۸۸، کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین موجبات الکفر انواع مطبع دارالفکر، بیروت]

اور یہ عذر کہ وہ مذاق میں ایسا کہتا تھا، کفر سے مانع نہیں کہ مذاق میں کفر بکنا بھی کفر ہے۔یہی ہندیہ میں ہے اور اس کی نماز جنازہ اور اس کے لئے فاتحہ پڑھنا دعائے استغفار کرنا حرام بدکام کفر انجام۔ردالمحتار میں ہے: ''الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما أخبر بہ''۔[رد المحتار، ج ۲، ص ۲۳۶، مطلب فی الدعاء المحرم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت]

ان لوگوں پر توبہ فرض اور تجدید ایمان بھی کریں اور بیوی رکھنے والے تجدید نکاح بھی کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضاخاں ازہری قادری غفرلہ

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف

مسئلہ:

محترم مفتی صاحب قبلہ، بریلی شریف

سلام مسنون!

عرض اینکہ ذیل میں چند سوالات درج ہیں امید کہ جواب باصواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

(۱) زید کعبہ کو مقبرۂ آدم تصور کرتا ہے اور مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتا ہے۔

(الف) سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت قرب کعبہ یہ کہتے ہوئے رخصت ہورہے ہیں کہ اے کعبہ تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔اس عبارت کو حفیظ

جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں یوں لکھا ہے۔

تیرے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تیری پاکیزگی کو مادری کہنے نہیں دیتے
خدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بیقراری ہے
کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے

(ب) امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدائق بخشش حصہ اول میں یوں تحریر کیا ہے۔

غور سے سن تو رضا کعبے سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

اس شعر میں پیارے کا لفظ الفاظ رحمانی کے پردے میں حفیظ جالندھری صاحب کی تحریر کو مقبولیت دے رہی ہے۔

(ج) اعلیٰ حضرت ہی دوسری جگہ یوں رقمطراز ہیں۔

کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

جب دلہن روضۂ رسول ﷺ ہے تو دلہن بھی روضہ ہی ہے۔

(د) نثر میں احکام شریعت حصہ اول میں اعلیٰ حضرت یوں تحریر فرماتے ہیں:

حطیم مبارک روضۂ اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام ہے پھر کچھ آگے چل کر دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں اور غور کرو تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے جن کی حکومت عظمت اولیاء سے خالی ہیں۔

(ہ) اس حقیقت سے نابلد ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے حطیم مبارک کو روضۂ اسماعیل بتلایا لیکن احادیث کریمہ میں یہ بات تفصیل سے ذکر ہے کہ حطیم مبارک بھی کعبہ معظمہ ہی ہے اور غور کرو تو پوشش کعبہ معظمہ میں ایک بڑی حکمت یہی ہے۔ روضۂ آدم علیہ السلام کی جانب واضح اشارہ ہے اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ زید کے مندرجہ بالا دلائل کہاں تک درست ہیں۔ اور حفیظ جالندھری نے جو لفظ فرزند لکھا ہے یہ کس کتاب سے اخذ کیا گیا ہے اور امام اہل سنت نے جو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے کے لفظ سے خطاب کیا ہے یہ کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

(۲) ساتھ ہی ساتھ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ ذرا اس معمے کو بھی از روئے شرع تحریری نوبت بہم پہنچائیں کہ خدا لا مکاں ہے کا کیا مطلب ہے۔ اور کعبہ خدا کا گھر ہے کیا مطلب اور ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کی تشریح بھی فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔

(۳) زید حضرت ابوطالب کو مومن مانتا ہے تو کیا ان کے ایمان کے بارے میں کوئی ثبوت ہے۔ براہ کرم اثبات ونفی دونوں میں ثبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد عثمان غنی قادری
اچک پھول پوسٹ بڑسری
جاگیر ضلع بلیا، یوپی

الجواب:

(۱) یہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی اختراعی بات نہیں بلکہ جملہ محدثین کرام کا اجماعی قول ہے پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے روضۂ اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام کا اطلاق حکم شریعت پر نہیں کیا ہے بلکہ علمائے کرام سے یہ نقل فرمایا ہے کہ حطیم کے قریب اور ایک قول پر حطیم اور زمزم کے نیچے ہے۔ مرقد اسماعیل علیہ السلام اور ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں تو یہ اعلیٰ حضرت پر افترا ہوا کہ انہوں نے حطیم کو روضۂ اسماعیل فرمایا ہے اعلیٰ حضرت احکام شریعت خواہ فتاویٰ رضویہ میں ایسا نہ لکھا۔ اور حطیم کعبہ ہی کا ایک حصہ ہے اور اس میں مرقد اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام بھی ہے اور ان دونوں باتوں

میں کوئی منافات نہیں ہے نہ اس میں مرقد اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ہونے سے کعبہ کا انکار لازم آتا ہے۔

ہاں یوں کہنا کہ کعبہ درحقیقت قبر آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ہے یہ خود خدا کے گھر کا انکار اور ضروریات دینی میں سے ایک امر ضروری دینی کا اور قرآن کی تکذیب اور کھلا ہوا کفر ہے کعبہ کو قرآن نے سب سے پہلا خدا کا گھر فرمایا۔ قال تعالیٰ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا ؛

[سورۂ آل عمران آیت – ۹۶]

اور پوشش کعبہ سے استدلال اس کی (زید کی) اختراعی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور اشعار مذکورہ سے بھی اس کا مدعیٰ حاصل نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم

اور فرزند سے مکہ معظّمہ کے باشندے مراد ہیں جنہیں فرزند مکہ سے تعبیر کیا ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے روضۂ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو پیارے سے کہاں تعبیر کیا ہے اور اگر کیا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس کے لئے کتاب سے ماخوذ کرنا کیا خبر نہ تو یہ مطالبہ چہ معنیٰ دارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اللہ تعالیٰ زمان ومکان سے منزہ ہے وہ کسی مکان میں نہیں بلکہ وہ مکان وزمان سے پہلے بھی تھا اور زمان ومکان کی فنا کے بعد بھی رہے گا۔ کان اللّٰہ ولم یکن معہ شیء وقال تعالیٰ : كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۚ وَّیَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ؛

[سورۂ رحمٰن آیت – ۲۶، ۲۷]

عام کتب عقائد میں ہے "لا یجری علیہ زمان ولا مکان"۔ تو خدا کا گھر اس معنیٰ پر نہیں کہ خدا معاذ اللہ اس گھر میں رہتا ہے بلکہ تعظیم واختصاص کے لئے کہہ کر خدا کا گھر کہتے ہیں اور ایسی نظیر ہمارے محاورہ میں بھی ہے۔ اکثر بولتے ہیں یہ میرا گھر ہے اگرچہ آدمی وہاں پر نہیں رہتا بلکہ مثلاً کرایہ دار وہاں رہتا ہے تو اس مثال میں اضافت اختصاص وملک کے لئے ہے اس طرح خدا کا گھر میں اضافت تعظیم کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور حدیث "ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورتہ"

[مشکوۃ المصابیح، ص ۲۰۱، باب ما یضمن من الجنایات، فصل اول، مجلس برکات مبارکپور / "خلق اللہ آدم علی صورتہ" بخاری، ج ۱، ص ۹۱۹، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، مجلس برکات / فیض القدیر، ج ۳، ص ۵۹۳، مسلم ج ۱، ص ۳۲۲، مجلس برکات]

میں صورت خدا مراد نہیں ہے کہ وہ صورت سے پاک ہے بلکہ ضمیر آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو ان کی خاص صورت پر پیدا فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اہل سنت وجماعت کے نزدیک ابو طالب کا ایمان لانا ثابت نہیں بلکہ قوم کی طعنہ زنی کے خوف سے اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنے کے باوجود کفر پر قائم رہنا ثابت ہے چنانچہ ان اشعار سے جو خود ابو طالب کے ہیں ظاہر ہے۔

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

یعنی میں نے بے شک جانا کہ محمد کا دین سب دینوں سے بہتر ہے اگر ملامت یا قوم کی گالی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے بخوشی قبول کرلیتا۔ زید سے ثبوت مانگنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

صح الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ

ذیل میں کہ:

خدا فرماتا ہے قرآن کے اندر
مرے محتاج ہیں سب پیر و پیغمبر

خدا فرماتا ہے قرآن کے اندر
مرے مختار ہیں سب پیر و پیغمبر

اگر یہ غلط ہیں تو اسکا پڑھنا اوران پر داد دینا کیسا ہے؟
بینوا توجروا۔

المستفتی: فخرالدین احمد ناگپوری
جامعہ اشرفیہ مبارک پور

الجواب:

پہلا شعر قرآن کریم پر افترا اور انبیاء و اولیاء کی اہانت پر مشتمل ہے۔ قرآن نے مطلق بلا تخصیص انبیاء و اولیاء فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾ [سورۂ محمد آیت–۳۸]

اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

اس میں کسی قسم کی تخصیص نہ فرمائی۔ تو انبیاء و اولیاء کی تخصیص از خود کرنا قرآن پر افتراء ہے جس سے مقصود اہانت انبیاء اولیاء ہے۔ اور اس اہانت آمیز جملہ کی نسبت قرآن کریم کی طرف نقص دیتی ہے۔ قرآن کریم نے عام لوگوں کے لئے تو وہ فرمایا جو گذرا اور اولیاء کے لئے یوں فرماتا ہے: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [سورۂ بقرہ آیت–۳۰]

میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ [سورۂ بقرہ آیت–۱۲۴]

اور میں تجھے (ابراہیم علیہ السلام کو) امام بناتا ہوں۔

﴿أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ [سورۂ سجدہ آیت–۲۴]

ہم نے تینوں کو امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے ہیں۔

﴿أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ﴾ [سورۂ توبہ آیت–۷۴]

لوگوں کو خدا نے اور اسکے رسول ﷺ نے غنی کر دیا۔

﴿سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ﴾ [سورۂ توبہ آیت–۵۹]

اب دے گا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اولیاء کے لئے فرمایا: ﴿جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ﴾ [سورۂ یونس آیت–۱۴]

ہم نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ کیا۔

اور خلافت، نیابت عن الغیر کا نام ہے اور نیابت عن الغیر کبھی اس کے تبحر کے سبب مستخلف کی موت کے سبب اور کبھی مستخلف کی جانب سے تکریم خلیفہ کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اسی وجہ آخر الذکر پر اپنی خلافت سے نوازا ہے کما فی المفردات للامام الراغب الاصفھانی یہاں سے ظاہر کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو مختار و ماذون فی التصرف فرمایا ہے۔ اوران کے ماسواء کو انکا محتاج فرمایا ہے۔ تو دوسرا شعر صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط۔ والسلام

فقیر محمد اختر رضا خان ازہری قادری غفرلہ

* * *

(۔۔۔بقیہ صہ ۱۷/۷۱ کا) اور ادب سے شہر میں داخل ہوا اور کثرت سے درود پاک پڑھیں۔

تمام نمازیں مسجد نبوی میں ادا کریں، رات کے اکثر حصہ میں بیدار رہکر عبادت کریں، مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن مجید آہستہ آواز سے پڑھے، مسجد نبوی میں اکثر اعتکاف کریں ممکن ہو تو ہر ستون کے پیچھے نماز پڑھیں دو رکعت، روضہ اطہر پر اکثر نگاہ ڈالتا رہے سرکار کی بارگاہ میں کثرت سے درود و سلام پیش کریں دعائیں مانگے اپنے لئے تمام مومنین کیلئے اور اس ناچیز کیلئے بھی دعا مانگے اللہ آپکے حج کو قبول اور مقبول فرمائے اور آپ کی حاضری کو قبول فرمائے آمین ثم آمین۔ * * *

حج وزیارت کی فضیلت اور مدینہ منورہ کی عظمت

از: الحاج حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی، خطیب و امام مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، وایا:مانگو، جمشیدپور

اللہ کی رحمت ہے ان لوگوں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر خانۂ کعبہ و مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کے لئے توفیق رفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ. سبحان اللہ!

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

یہ بڑی قسمت اور نصیب کی بات ہے۔ بلا منظوری بلاوا نہیں آتا۔ حج اسلام کے دوسرے ارکان کی طرح ایک اہم رکن ہے، فرض عین ہے ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ اس سے پہلے مستحب تھا۔ اس کی فرضیت قطعی ہے۔ جو اس کی فرضیت کا منکر ہو کافر ہے۔ پوری عمر میں صرف ایک بار حج فرض ہے۔ اس کے علاوہ نفل ہے۔ حج کا مطلب قصد اور زیارت ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں حج سے مراد وہ عبادت ہے جو مسلمان بیت اللہ اور میدان عرفات میں پہنچ کر مخصوص انداز میں کرتا ہے۔ چونکہ حج میں مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے جاتا ہے اس لئے اسے حج کہا جاتا ہے۔ حج کی فرضیت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا جو مکہ میں ہے، بڑی برکت والا اور سب جہانوں کے لئے ہدایت کا مرکز ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہوا اس میں وہ امن پا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

(القرآن، سورۂ آل عمران آیت ۹۷)

اس آیت کریمہ سے حج کی فرضیت کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور اس کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں حج بیت اللہ کی اہمیت اور اس کی فضیلت کثرت سے بیان ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادے سے نکلا اور پھر راستے میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہمیشہ مجاہد، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی، مشکوٰۃ، صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ۔ یعنی جو شخص حج کا ارادہ کرے تو پھر جلد اس کو پورا کرے۔

(ابوداؤد، دارمی، جلد اول صفحہ ۲۷۲، مشکوٰۃ ۲۲۲، کتاب المناسک)

انتباہ:

دکھاوے کے لئے حج کرنا اور مال حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ (درمختار، ردالمختار، بہار شریعت حصہ ۶، صفحہ ۷)

حج کے پروگرام کی تصویریں بلا دریغ کھنچوانا، سی ڈی

بنوانا جائز نہیں۔اس لئے گناہ سے بچنا کسی نیکی کے اکتساب سے اہم واعظم ہے۔جیسا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ تیسری جلد صفحہ ۷۲۹ پر تفصیل سے لکھا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حاجی کی مغفرت ہوجاتی ہے اور حاجی جس کے لئے استغفار کرے اس کی بھی مغفرت ہوجاتی ہے۔

(بہار شریعت جلد ۶، صفحہ ۶)

زیارت مدینہ منورہ و روضۂ اقدس ﷺ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

قرآن پاک میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی حاضری کو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ ------------ الخ (ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوجائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں تو بلاشبہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔ (القرآن، سورۂ نساء ۴، آیت نمبر ۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص حج کے لئے مکہ مکرمہ جائے اس کے بعد میری مسجد (مسجد نبوی) میں آئے تو اس کے لئے دو مبرور حجوں کا ثواب ہوگا۔

عاشقوں کے لئے عشق کی منزل محبوب کائنات ﷺ کا آستانہ ہے، جہاں سوز عشق کو قرار و سکون ملتا ہے۔کیا خوب عاشق رسول نے کہا ہے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

بیتاب دل سکون پاتے ہیں، متلاشی نگاہیں روضۂ اقدس کی جالیاں دیکھ کر شوقِ محبت میں آبدیدہ ہوجاتی ہیں اور دل آنکھوں کو کہتا ہے کہ تم کتنی خوش نصیب ہو کہ آج تم اس در پہ پہنچی ہو جہاں دونوں جہاں کے سردار مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ آرام فرما ہیں۔

اس لئے جسے اللہ کے گھر جانے کی توفیق مل جائے اسے روضۂ اقدس کی زیارت سے بھی ضرور شرف یاب ہونا چاہئے۔حضور ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد جلوہ افروز ہوئے اور تادم آخر یہیں قیام پذیر رہے۔یہیں آپ نے مسجد نبوی بنائی۔حج یا عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، روضۂ رسول ﷺ کی حاضری حضور شفیع المذنبین کی شفاعت عظمیٰ کا ذریعہ بنے گی۔مدینہ منورہ کی زیارت، مواجہہ شریف کی زیارت، مسجد نبوی کی زیارت کے بغیر واپس لوٹ آنا سخت محرومی اور بدبختی ہے۔حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا دین و دنیا میں سرخروئی کا موجب ہے۔اس کی نسبت خود رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَّلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي (ترجمہ: جس کو مدینہ تک پہنچنے کی وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے (یعنی صرف حج کرکے چلا جائے) اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی۔نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي (ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازمی ہوگی۔(دارقطنی، بیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۰۳، باب زیارہ قبر النبی ﷺ) اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي كَانَ لَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات (دنیوی) میں زیارت سے مشرف ہوا۔

(دارقطنی طبرانی جلد ۱۲، صفحہ ۳۱۰)

حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین طیبین میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں اٹھے گا۔ (بیہقی) حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک بزرگ سید صدرالدین صاحب کا مقولہ نقل فرمایا ہے۔ نعمتیں دنیا میں اس وقت ایسی ہیں کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مگر افسوس کہ لوگ ان سے غافل ہیں۔ ایک تو حضور ﷺ کا وجود مبارک جیسا کہ زندگی میں تھا اور دوسری نعمت قرآن مجید۔ علماء لکھتے ہیں کہ وہ مقام جو حضور ﷺ کے جسدِ اطہر سے متصل ہے وہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ اس لئے ہر حاجی بیت اللہ کی زیارت سے فارغ ہو کر روضۂ رسول کی زیارت کو جائے۔ اگر ممکن ہو تو ننگے پاؤں روتا ہوا، عاجزی سے باادب شوق دیدار کے ساتھ جلد جلد قدم اٹھائے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچ جائے تو نہایت صبر و سکون سے رہے۔ اگر دورانِ قیام میں کوئی تکلیف پہنچے تو دل میں کسی قسم کی شکایت نہ لائے۔ تمام نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ رات کے حصے میں بیدار رہ کر عبادت کرے۔ مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن مجید آہستہ آواز سے پڑھے۔ مسجد نبوی میں اکثر اعتکاف کرے۔ اگر ممکن ہو تو ہر ستون کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، روضۂ اطہر پر اکثر نگاہ ڈالتا رہے۔ مسجد نبوی میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ درود شریف کثرت سے پڑھے، مواجہِ شریف میں حاضری سے پہلے غسل کرے، باوضو، صاف و پاک کپڑے پہنے، خوشبو لگائے اور روضۂ اقدس پر نظر پڑتے ہی الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ سلام پیش کرے، درود پاک پڑھتا رہے۔

مدینہ طیبہ کے فضائل و برکات احادیث نبویہ میں

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

او پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری امت سے جو کوئی صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

(مسلم، ترمذی)

مدینہ طیبہ اپنے رہنے والوں کے دلوں کا کھوٹ اس طرح نکالتا ہے جیسے لوہے کا کھوٹ آگ کی بھٹی زائل کردیتی ہے۔

(حدیث بحوالہ وفاء الوفاء، جلد اول صفحہ ۴۱)

مدینہ شفا ہے:

جو شخص صبح کو مدینہ کی وادی میں سات کھجوریں کھالے تو شام تک اس پر کوئی نقصان دہ چیز اثر نہ کرے گی۔ (متفق علیہ)

حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ سے محبت کا اعلان فرمایا ہے۔ اس کے لئے مکہ سے دوگنی برکت کی دعا مانگی ہے۔ فرمایا ہے کہ مقدس بستی مدینہ وباؤں، بیماری اور دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گی اور اس کے دروازوں پر فرشتے حفاظت کے لئے مقرر رہیں۔ مدینہ منورہ وہ مقدس شہر ہے جسے حضور سید الاولین و الآخرین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ فداہ ابی و امی ﷺ کا قیام دارالہجرت اور آخری آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہے۔

مدینہ طیبہ کے فضائل و برکات احادیث نبویہ میں

جو شخص اہلِ مدینہ کو تکلیف پہنچائے گا، سازش کرے گا وہ ایسے پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے

ارشاد فرمایا: مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے۔ مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا اللہ اس کے بدلے میں اسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ محشر میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اس کی مثال بزار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(بہار شریعت حصہ ٦ صفحہ ١٢٠ باب فضائل مدینہ)

ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اسے خوف میں ڈالے گا۔ طبرانی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ اس کی مثل نسائی و طبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (بہار شریعت جلد ٦ صفحہ ١٢١ حدیث نمبر ١٥۔١٦۔١٧)

دیارِ حبیب میں جانے والو! قدم قدم پر خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیجئے۔ زیارت حرمین شریفین (مکہ مدینہ) سے رخصت کے وقت خوف، ذوق، شوق سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اور اس ناچیز کے لئے بھی دعا کیجئے۔ حصولِ نعمت پر اظہارِ مسرت کا حکم الٰہی ہے: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔

(القرآن سورۃ البقرہ آیت نمبر ١٩٩)

عجب بے کلی ہے عجب اشتیاق، حضوری سے پہلے حضوری کے بعد
در مصطفیٰ کی جدائی ہے شاق، حضوری سے پہلے حضوری کے بعد
حضوری میں کتنی حضوری ہوئی، کہ نزدیک کس درجہ دوری ہوئی
نہیں اس کا کوئی سیاق و سباق، حضوری سے پہلے حضوری کے بعد

مذکورہ احادیث و قرآن کے علاوہ اور بھی آیات مقدسہ، احادیث مبارکہ میں حج کے بعد روضۂ مقدسہ پر حاضری کی تاکیدیں موجود ہیں۔ اس لئے ہر حاجی کو چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دے کر اپنے دل و جگر کو سکون، آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور اپنی نجات و مغفرت کا سامان کرے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

* * * * *

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ عزیمتِ حج

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے ٩ھ میں حج فرض ہوا اس سے قبل مستحب تھا اسکی فرضیت قطعی ہے جو اسکی فرضیت کا منکر ہو کافر ہے پوری عمر میں صرف ایک بار حج فرض ہے اسکے علاوہ نفل ہے۔

حج کی فرضیت پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وَّ______ فَاِنَّ اللہَ غَنِیٌّ عَنِ العٰلَمِیْن۔

آل عمران ٩٧ ترجمہ۔(کنزالایمان)

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے (عبادت گاہ) بنایا گیا وہ گھر جو مکہ میں ہے وہ برکت والا اور دنیا بھر کیلئے رہنما ہے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں چلا جاتا ہے وہ امن پاتا ہے اور اللہ کیلئے لوگوں پر اس کا حج فرض ہے ان پر جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں جو منکر ہو تو اللہ کو بھی کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ (کنزالایمان)

تفسیر ابن عباس میں آیت بالا کی تفسیر اس طرح بیان کی

گئی ہے سب سے اول مسجد جو خدائے تعالیٰ کی عبادت کیلئے زمین پر بنائی گئی ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے یعنی کعبہ شریف وہ مبارک گھر ہے یعنی اسمیں مغفرت ورحمت ہے اور سارے جہاں کیلئے سیدھی راہ ہدایت کی بنیاد ہے سب رسولوں ولیوں مسلمانوں کی قبلہ گاہ ہے -------

حج کو دنیاوی سفر یا سیر سپاٹے کی طرح نہ لیا جائے انسانی مدارج کو وقار بخشنے کا نظام الٰہی ہے حج

حج صرف حرمین طیبین کا سفر ہی نہیں ہے دنیا یا مافیہا کی ساری نعمتیں جمع کرنے کا مقدس موقع ہے -------

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی حج کیلئے گھر سے نکلا اور راہ میں موت آجائے اس کیلئے قیامت تک ایک حج ایک عمرہ ہر سال لکھا جاتا ہے اور جو کوئی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں انتقال کرجائے وہ قیامت کے دن حساب و کتاب سے پاک ہے۔ (کیمائے سعادت)

محسن کائنات ﷺ کا فرمان عالیشان ہے جس شخص نے (حج فرض تھا اور باوجود استطاعت کے) حج نہ کیا اور مرگیا اس سے کہہ دو کہ یہودی مرے یا نصرانی مرے (ترمذی شریف)

ایسا حاجی جو دوران حج اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے کو بچائے رکھا وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ جیسا شکم مادر سے پیدا ہونے کے دن پاک وطاہر تھا۔ (بخاری ومسلم)

حج ایک اہم عبادت ہے تفریحی سفر نہیں کہ جب دل کہے گا اور ہم اپنی سہولت وضرورت دیکھیں گے جبھی حج کو جائیں گے من مانی کی اجازت شریعت نہیں دیتی جیسے ہی آدمی صاحب استطاعت ہوا اسی وقت اس پر حج فرض ہوجاتا ہے اگر وہ حج کو نہیں جاتا ہے تو گنہگار رہتا ہے جب حج کرنے کے لائق ہوجائے تو حج فرض ہوجاتا ہے یعنی اسی سال میں اور اب دیر کرنے میں گناہ ہے اور کئی برس نہ گیا تو گنہگار ہے اور اسکی گواہی مقبول نہیں لیکن جب بھی کریگا قضا نہیں ہوگا۔

(قانون شریعت)

حج کے تعلق سے یہ دماغ سے نکال دینا چاہئے کہ سارے بچوں کی شادی ہوجائے خود بوڑھے ہوجائے پھر چلیں حج کرنے نہ جانے آگے کیا حالات آئیں کسال وزوال زندگی کے ساتھ لگا رہتا ہے لہٰذا حج فرض ہوتے ہی پہلے حج کرلے۔

حج کے سفر میں مدینہ منورہ وروضہ اقدس ﷺ کی حاضری ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کرنا دین ودنیا میں سرخروئی کا موجب ہے اسکی نسبت خود رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

حدیث : "مَنْ وَّجَدَ سَعَۃً وَّلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ"

جس کو مدینہ تک پہنچنے کی وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے۔ (یعنی صرف حج کرکے چلا جائے) اس نے میرے ساتھ بہت بے مروّتی کی نیز آپ نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت لازمی ہوگئی۔ آپ نے فرمایا حدیث جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی ایسا ہی ہے جیسا کے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی علماء لکھتے ہیں وہ مقام جو حضور ﷺ کے جسد اطہر سے متصل ہے عرش و کرسی سے بھی افضل ہے ہر حاجی کیلئے ضروری ہے کہ حج سے فارغ ہوکر روضہ اقدس کی زیارت کو ضرور جائے اگر ممکن ہو تو سواری سے اتر کر جائے ننگے پاؤں پیدل روتا ہوا عاجزی سے چلے درود شریف کثرت سے پڑھے الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرے مدینہ پاک داخل ہونے سے پہلے غسل کرے ورنہ وضو کرکے صاف ستھرے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے

(بقیہ ص ۱۲ / پر)

مسئلۂ اذانِ ثانی کا تاریخی پس منظر

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، بمبئی

اس مسئلہ کا حقیقی رخ کیا ہے اور اختلاف کے اسباب کیا تھے، اس تحریر میں انہی اسبابِ اختلاف کے اصلی پس منظر کو پیشِ منظر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ۱۹۱۴ء کا یہ سلگتا ہوا مسئلہ تھا۔ آج ۲۰۱۶ء ہے۔ تو یہ ایک سو چار سال پورے ہو گئے۔ اس تحریر سے مقصد محض اتنا ہے کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس قضیہ میں حق بجانب تھے۔ اسی طرح، جس طرح اور بہت سے مسائل و معاملات میں وہ برسرِ حق تھے۔ مثلاً گائے کی قربانی کا مسئلہ ۱۸۸۴ء، امکانِ کذبِ باری تعالیٰ اور امکانِ نظیر و امتناعِ نظیر کا مسئلہ ۱۸۹۰ء، محکمۂ ڈاک خانہ کا نظام ۱۸۹۴ء، معانقۂ عیدین کا مسئلہ ۱۸۹۵ء، اصلاحِ ندوۃ العلما کی کوشش ۱۸۹۸ء، کرنسی نوٹ کے مسائل شرع کا مسئلہ ۱۹۰۵ء، حادثۂ مسجد کان پور ۱۹۱۳ء، شیخ کے سجدۂ تحیت و تعظیمی کا مسئلہ ۱۹۱۸ء، ہندوستان کے دار الحرب ہونے اور نہ ہونے کا مسئلہ ۱۹۱۸ء، تحریکِ ترکِ موالات ۱۹۱۸ء، تحریکِ خلافت ۱۹۱۹ء، برطانوی امداد یافتہ اسکول و کالج میں پڑھنے اور نوکری کرنے کا مسئلہ ۱۹۲۰ء، وغیرہ وغیرہ۔ وقت کی رفتار اور گردشِ گردوں نے یہ ثابت کر دیا ہے اور موافق و مخالف سب نے مان لیا ہے کہ ان سارے مسائل میں بلاشبہ امام احمد رضا ہی کے شرعی فیصلے حق تھے اور ہیں۔ شواہد سب موجود ہیں۔

زیرِ بحث مسئلہ کا حقیقی رخ یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانۂ خیر اور ان کے بعد تک بھی یہ اذان خارجِ مسجد ہوتی رہی۔ خلافتِ عباسیہ کے قیام سے کچھ قبل ہشام بن عبد الملک کے عہد ۱۲۵ھ تک یہی معمول رہا۔ پھر ہشام کے آخری ایامِ خلافت یا ذرا اس کے بعد یہ اذان داخلِ مسجد ہونے لگی۔ جو بیشتر بلادِ اسلامیہ میں رائج ہوتی چلی گئی۔ جب کہ نقلی اور عقلی دلائل کا تقاضا تھا کہ یہ اذان ایسی ہی ہوتی جیسی شارعِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں ہوتی تھی اور خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باقی و برقرار رکھی۔

عالمِ اسلام کے متبحر علما، ربانی مشائخ، جلیل القدر محققین اور صاحبِ بصیرت مؤرخین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو امام علام، مجددِ اسلام، قطب الارشاد جیسے بلند پایہ آداب و القاب سے یاد کیا اور جوں جوں دن گذرتا جا رہا ہے، ان کی تہ دار و طرح دار شخصیت اور گوناگوں علم و فن کا رخ روشن اور نکھرتا جا رہا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے کارِ تجدیدِ دین و سنت کا کارنامہ، جس اخلاص، سوز و ساز اور شانِ اجتہاد سے انجام دیا۔ یہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامِ خاص ہے۔ مسئلۂ اذانِ ثانی کی ترویج بھی ان کی تحریکِ احیائے دین و سنت کا ایک حصہ ہے۔ سب سے پہلے اس سنتِ سنیہ کی ابتدا آپ نے اپنی مسجد اور شہر سے کی۔ خلیفہ بغداد مرشدِ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد حمد اللہ کمال الدین پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے ایک مکتوب محررہ ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ میں لکھتے ہیں:

اذانِ ثانی کا مسئلہ نیا زمند کے یہاں ۳۵/ برس سے جاری ہے۔ اکابر علما آئے اور دیکھا اور انکار نہ کیا۔ بارہ برس ہوئے کہ تحفۂ حنفیہ [عظیم آباد] میں اس بارے میں فقیر کا فتویٰ

چھپا۔ بعض بلاد میں جب ہی سے اس پر عمل شروع ہوا اور جہاں نہ ہوا فقیر نے کوئی تعرض نہ کیا کہ زمانہ کثرتِ جہل، شیوعِ فتن کا ہے۔ مگر بحمد اللہ کسی طرف سے کوئی صدائے مخالفت ہے، نہ آئی'۔[۱]

مکتوب رضا کا یہ اقتباس، جو ۱۳۳۲ھ میں تحریر کیا گیا ہے، صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سنتِ سنیہ کا اجرا امام احمد رضا نے ۱۲۹۷ھ/۱۲۹۸ھ میں کر دیا تھا۔ اس کی تائید امام احمد رضا کے ایک دوسرے خط سے بھی ہوتا ہے۔ جو آپ نے حیدر آباد کے شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی کو لکھا تھا۔ خط کی تاریخ تحریر ۱۸ر شوال ۱۳۳۳ھ ہے۔ اس خط کے چند الفاظ یہ ہیں:

'حضرت کو معلوم ہو کہ فقیر کا یہ فتوی ۲۲[۱۳]ھ میں 'تحفۂ حنفیہ' میں چھپ کر ملک میں شائع ہو چکا۔ نہ علما نے انکار فرمایا، نہ جہال نے شور مچایا'۔[۲]

مندرجہ بالا دونوں اقتباس میں جس مطبوعہ فتوی کا ذکر مکتوب نگار کے قلم سے ہوا ہے، وہ فتوی ۱۳۲۰ھ میں لکھا گیا اور ماہنامہ 'تحفۂ حنفیہ' پٹنہ شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ص ۲: روبعد طبع ہوا۔ واضح رہے کہ یہ رسالہ، جس کا نام اوفی اللمعہ فی اذان الجمعۂ ہے، سلہٹ، بنگلہ دیش کے مولانا محمد ممتاز الدین کے ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔[۳]

۱۳۲۰ھ اور ۱۳۲۲ھ ہی نہیں، بلکہ اس سے پہلے بھی آپ نے اس موضوع پر ایک فتوی لکھا، جو ۲۰ر صفر ۱۳۱۱ھ میں بلگرام شریف سے آئے ہوئے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا۔ واضح رہے کہ یہ فتوی ایک سید صاحب فلاں کے سوال کے جواب میں تحریر ہوا۔[۴]

یہاں تک پہنچ کر کوئی بھی یہ نتائج اخذ کر سکتا ہے کہ:

۱...اس سنت کا اجرا ۱۲۹۷ھ یا ۱۲۹۸ھ میں یقیناً ہو چکا تھا۔

۲...۱۳۱۱ھ میں اس مسئلہ پر اجمالاً لکھا اور ۱۳۲۰ھ میں تفصیلاً اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ جو رسالہ کی صورت میں ۱۳۲۲ھ میں شائع ہو کر تمام اطراف ملک میں عام ہوا۔

۳......اس طویل عرصہ میں سیکڑوں علما و مشائخ بریلی وارد ہوئے اور یہ عمل دیکھا، سنا۔ کسی نے بھی نہ کوئی سوال کیا، نہ نکیر فرمایا۔ جب کہ اس دور میں بڑے بڑے اجلۂ علما و فقہا موجود تھے۔ خود حضرت تاج الفحول اور محدثِ سورتی علیہما الرحمہ بقیدِ حیات تھے اور بار بار بریلی آیا کئے۔

۵...قریب پینتیس سال تک علما و فقہا کا یہ طویل سکوت بجائے خود ایک دلیل صحت ہے۔

۶...پھر کیا وجہ ہوئی کہ ۳۵ر سال بعد ۱۳۳۲ھ میں باہم فکری اتحاد کے باوجود صاحبانِ جبہ و دستار دست بگریباں ہونے لگے اور یہ مسئلہ خاک و خون کی صورت اختیار کر گیا۔ وہابیہ کی بات تو الگ رہی کہ وہ اہلِ سنت کے روایتی حریف رہے ہیں۔

۷...کیا یہ ایک محض لفظی یا نفسیاتی جنگ تھی یا انانیت و نفسانیت کا نتیجہ تھا۔

۸......خیر و شر کی یہ جنگ بالآخر اپنے منطقی انجام تک تو پہنچتی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ فتح و کامرانی آخر کار اسی کے حصہ میں آتی ہے، جس کو اتنے دنوں تک طعن و طنز کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔

کوشش کی گئی ہے کہ یہ تحریر انہی حقیقی اسباب و علل کا احاطہ کرے۔ لیکن ذرا یہاں ٹھہر کر علامہ ارشد القادری کی سن لیجئے۔ علامہ معین الدین اجمیری کی ایک کتاب 'القول الاظہر' اسی مسئلہ سے متعلق ہے۔ جس کا انتساب علامہ اجمیری نے شیخ الاسلام حیدر آباد کے نام کیا تھا۔ اسی ضمن میں شیخ الاسلام اور اعلیٰ حضرت کے مابین جو مراسلت ہوئی ہے، علامہ ارشد القادری نے اسی کا فاضلانہ جائزہ لیا ہے۔ کتاب 'القول الاظہر' کی پیشانی پر یہ عبارت درج تھی:

'حسب الحکم فضیلت مآب خان بہادر مولانا مولوی حافظ

حاجی محمد انوار اللہ فاروقی معین المہام امور مذہبی بصدر الصدور صوبہ جات دکن دامت برکاتہم بانی جامعہ نظامیہ۔

اعلیٰ حضرت نے شیخ الاسلام کو خط لکھا کہ یہ انتساب صحیح ہے یا غلط؟ ۔شیخ الاسلام نے انکار تو نہیں فرمایا۔البتہ جواب میں یہ جملہ لکھا: 'میری رائے میں اب اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے زور دینا اور اپنے اوقاتِ عزیز کو اس میں صرف کرنا بے ضرورت معلوم ہوتا ہے'۔[۵]

شیخ الاسلام کے اس جملہ کے جواب میں اعلیٰ حضرت کا یہ جملہ ملتا ہے : 'اگر سب ناصحانِ سکوت خود اپنی نصیحت پر عمل فرماکر وہی روش چلتے، وہی سکوت رہتا'۔[۶]

حضرت علامہ ارشد القادری اپنے مضمون کے آغاز میں لکھتے ہیں : 'جو لوگ امام احمد رضا کی زبان پر شدت پسندی اور تلخ بیانی کا الزام عائد کرتے ہیں، وہ عصبیت کی عینک اتار کر اگر دیدۂ انصاف سے ان خطوط کی زبان ملاحظہ فرمائیں، جن کے اقتباسات ذیل میں پیش کر رہا ہوں اور اسی کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دعوت کی زبان اور فتوے کی زبان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔کیوں کہ دعوت کا تعلق مسئلہ کے افہام و تفہیم سے ہے۔جب کہ فتوے کی منزل اتمام حجت کے بعد آتی ہے۔امت کے ایک دردمند مصلح اور ایک عظیم مجدد کی حیثیت سے امام احمد رضا کو اصلاحِ مفاسد کے سلسلہ میں ان دونوں مراحل سے گذرنا پڑا۔مسئلے کے افہام و تفہیم اور دعوت کے مرحلہ میں زبان کی فروتنی اور نیاز مندی دیکھنے کے قابل ہے۔دل اگر پتھر کی طرح سخت نہیں ہے، تو پیرایۂ بیان کی لجاجت مخاطب کو پانی پانی کر دینے کے لئے کافی ہے۔لیکن حجت تمام ہونے کے بعد جہاں فتوے کی زبان انہوں نے استعمال کی ہے، وہ بالکل وہی ہے، جو شرعی تعزیرات کے مزاج کا فطری تقاضہ ہے۔جو لوگ صرف فتوی پڑھ کر زبان کی سختی کا شکوہ کرتے ہیں ، وہ دوسرے لفظوں میں اپنے ناقص مطالعہ کا پردہ فاش کرتے ہیں۔انہیں چاہیے کہ وہ اس زبان کا بھی مطالعہ کریں، جو دعوت اور اتمام حجت کے مرحلہ میں امام احمد رضا نے استعمال کی ہے'۔[۷]

پھر علامہ نے پہلے خط کا اقتباس نقل کرکے، جو تبصرہ کیا ہے، ذرا آپ بھی پڑھئے۔تحریر کرتے ہیں : 'انصاف فرمائیں! شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خان[۸] صاحب امام احمد رضا کے بزرگوں میں نہیں ہیں۔بلکہ معاصرین میں ہیں۔لیکن اس کے باوجود نیاز مندی اور فروتنی کے اظہار میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔الفاظ و بیان کی لجاجت اپنی جگہ پر ہے۔مزید انعطافِ قلب کے لئے سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار واسطے بھی دیئے جا رہے ہیں۔کلمۂ حق کی سربلندی کے حرص میں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی کسی کے آگے جھک سکتا ہے؟۔معاصرت کی تاریخ میں بے نفسی کا اس سے زیادہ واضح نمونہ ہمیں اب تک نہیں مل سکا۔پھر امام احمد رضا کی شانِ احتیاط بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ 'القول الاظہر' کی لوح پر 'حسب الحکم' کا دل خراش فقرہ دیکھ کر کاغذ قلم بھی سنبھالا، تو دفاع کے لئے نہیں، بلکہ یہ تحقیق کرنے کے لئے کہ حضرت شیخ کی طرف اس فقرے کا انتساب صحیح بھی ہے یا نہیں؟۔یہیں سے امام احمد رضا کے احتساب کی یہ سرشت سمجھ میں آتی ہے کہ تحقیق کے سارے مراحل سے گذرنے کے بعد ہی انہوں نے کسی کے خلاف قلم کی تلوار اٹھائی ہے۔اس کے پیچھے طبیعت کا کوئی داعیہ کارفرما نہیں ہے۔بلکہ حقائق کا تقاضا پورا کیا ہے'۔[۹]

علامہ مذکور نے امام احمد رضا کی نثر نگاری کے اعلیٰ معیار پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔لکھتے ہیں :

'اپنے تبصرہ کے آخری مرحلہ میں امام احمد رضا کے اس خط کی زبان کی طرف بھی اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہوں گا کہ

یہ اسی [۸۰] برس پہلے کی اردو زبان ہے۔ فتوے کی زبان بھی ہم نے پڑھی ہے۔ لیکن خط کی یہ شگفتہ عبارت پڑھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ زبان کے مختلف اصناف پر امام احمد رضا کو کتنی عظیم دسترس حاصل تھی۔ [۱۰]

علامہ کے تبصرہ کا اختتامیہ بھی بڑا معنی خیز ہے۔ جو برصغیر کی نظریاتی تاریخ کے سمجھنے میں آسانی پیدا کرسکتا ہے۔ رقم کرتے ہیں:

اپنے ان مکتوباتِ گرامی میں امام احمد رضا نے جس جذبۂ اخلاص خیر اندیشی، انکسار و تواضع کے ساتھ اتمام حجت کے مراحل سے اپنے آپ کو گذارا ہے، اس کی مثال کسی مصلح کی زندگی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ بجائے اس کے کہ امام احمد رضا کی اس ادائے دلنوازی اور کرشمۂ دلبری پر لوگ اپنی جان چھڑکتے، اپنے محسن پر ہی طعنہ زن ہوگئے۔ اگر امام احمد رضا کی ناز برداری یاد رکھنے کے قابل ہے، تو لوگوں کی ہٹ دھرمی بھی بھولنے کی چیز نہیں ہے۔ [۱۱]

آیئے اب ہم اصل بحث کی طرف چلتے ہیں اور اس اختلاف کے بنیادی اسباب و محرکات تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہم امام احمد رضا ہی کی کتب، فتاوی اور خطوط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس موضوع پر امام احمد رضا کی پہلی تحریر صفر ۱۳۱۱ھ میں سامنے آئی۔ دوسری تحریر تحقیقی فتوی کی صورت میں ۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ میں جلوہ بار ہوئی۔ جو محرم ۱۳۲۲ھ میں ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوئی۔ اس کا نام اوفی اللمعہ فی اذان الجمعہ ہے۔ پھر کتابی صورت میں سب سے پہلے شاہی پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ یہی لکھنوی طباعت خاکسار کے سامنے ہے۔ فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ، طبع لاہور ۱۹۹۵ء، جلد ۸/ ص ۴۹۷: /تا ۵۰۷/ پر بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں تصدیقات حذف کردی گئی ہیں۔ جب کہ لکھنوی اڈیشن میں موجود ہیں۔ لکھنوی اڈیشن کے ص ۲: / پر سوال ہے۔ ص ۳: /تا ۱۲/ اصل فتویٰ ہے اور ص ۱۳: /تا ۱۵/ تصدیقات ہیں۔ مصدقین و مؤیدین کے ۲۲/ اسمائے گرامی حسب ترتیب درج ذیل ہیں:

۱.. حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی، مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت شریف

۲... سید شاہ ابو المحمود احمد اشرف جیلانی، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف شریف

۳...... حضرت علامہ ابو سراج عبد الحق تلمیذ محدث سورتی، پیلی بھیت شریف

۴.. حضرت مولانا قاری عبد الحیٰ قادری برکاتی، امام جامع مسجد پیلی بھیت شریف

۵...... سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد قادری رضوی، پیلی بھیت شریف

۶...... حضرت مفتی محمد عبد الکریم نقشبندی مجددی چتوڑوی، مفتی اعظم شہر اوجین، مدھیہ پردیش

۷.. حضرت العلام سید شاہ دیدار علی حنفی قادری، امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

۸...... حضرت علامہ ابو الحمد محمد مسعود حنفی نقشبندی مجددی، الہڑ، سیال کوٹ پنجاب، پاکستان

۹...... حضرت علامہ ابو البرکات سید شاہ احمد قادری الوری، انجمن حزب الاحناف لاہور

۱۰...... حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغنی حنفی قادری، قلی بازار کان پور

۱۱.. حضرت علامہ نثار احمد بن علامہ احمد حسن کان پوری، مفتی شہر آگرہ، یوپی

۱۲...... حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغنی قادری اشرفی ہزاروی، صدر

مدرس مدرسہ اہلِ سنت حنفیہ سیال کوٹ

۱۳.. حضرت فتح علی شاہ رضوی برکاتی، کھروٹ، سیال کوٹ، پنجاب

۱۴...... ملک العلما حضرت مفتی محمد ظفر الدین قادری رضوی، سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدی پٹنہ

۱۵.. حضرت علامہ مولانا امانت رسول قادری برکاتی، رام پور

۱۶...... حضرت علامہ مفتی غلام جان ہزاروی، سابق شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور

۱۷.. مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ مختار احمد قادری رضوی، میرٹھ

۱۸...... حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین حنفی، وزیر آباد، پاکستان

۱۹.. حضرت مولانا حافظ محمد عبدالمجید قادری اشرفی، دہلی

۲۰.. حضرت علامہ محمد بشیر حسن قادری برکاتی، دہلی

۲۱...... حضرت علامہ مفتی غلام رسول قادری برکاتی مجددی، بہاول پور، پاکستان

۲۲...... حضرت علامہ مولانا عبدالنبی محمد یار فریدی، بہاول پور پاکستان[۱۲]

اب ایک بار پھر مکتوب رضا کا وہ ٹکڑا، جو اوپر درج ہوا ہے، یہاں دہراتا ہوں۔ یاد رہے۔ یہ عبارت ۱۳۳۲ھ کی محررہ ومکتوبہ ہے۔ جو اعلیٰ حضرت نے شاہ حمداللہ کمال الدین پشاوری کو ارسال کیا ہے:

اذانِ ثانی کا مسئلہ نیاز مند کے یہاں ۳۵ ربرس سے جاری ہے۔ اکابر علما آئے اور دیکھا اور انکار نہ کیا۔ بارہ برس ہوئے کہ تحفۂ حنفیہ[عظیم آباد] میں اس بارے میں فقیر کا فتوی چھپا۔ بعض بلاد میں جب ہی سے اس پر عمل شروع ہوا اور جہاں نہ ہوا فقیر نے کوئی تعرض نہ کیا کہ زمانہ کثرتِ جہل، شیوعِ فتن کا ہے۔ مگر بحمداللہ کسی طرف سے کوئی صدائے مخالفت ہے، نہ آئی'۔[۱۳] مکتوب رضا بنام شاہ حمداللہ کمال الدین پشاوری]

علمائے دیوبند، علمائے اہلِ سنت کے روایتی حریف رہے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی، جو ان دنوں کان پور رہا کرتے تھے، نے چار چار ورق کی دو تحریریں کیے بعد دیگرے شائع کیں۔ جو مبحثِ اذان میں اہلِ سنت کے موقف کے خلاف تھیں۔ ان کے جواب میں 'وقایہ اہل السنۃ' ترتیب پائی اور ۲۹ر ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ ہی کو بصیغہ رجسٹری مولانا تھانوی کو روانہ کی گئی۔ اس کتاب میں مولانا تھانوی پر تین سو ضربات و ایرادات ہیں۔[۱۴]

اس کا ذکر امام احمد رضا کے ایک مکتوب محررہ ۲۳ر جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ میں ملتا ہے، لکھتے ہیں:

'اشرف علی تھانوی وغیرہ وہابیوں نے چار چار ورق کی دو تحریریں شائع کیں۔ سب کے رد بحمداللہ تعالی یہاں سے شائع ہوگئے۔ اب تک تو کسی بات کا جواب دیا نہیں۔ مگر شور وغل اور مخالفت کی آگ روزانہ زیادہ مشتعل ہے۔ عوام شریعت کو کیا جانے۔ وہ رواج کو دیکھتے ہیں'۔[۱۵] مکتوب رضا بنام شاہ حمد اللہ کمال الدین پشاوری۔

ٹھیک اسی تاریخ مذکور کو لکھے گئے ایک دوسرے خط میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

'اب مدت ہوئی۔ 'وقایہ اہل السنۃ' وغیرہ اشتہارات کا پلندہ بھیجا۔ اس کی رسید اب تک نہ آئی۔ اس کی تفتیش کیجئے کہ پلندے کہاں ضائع ہوجاتے ہیں۔ وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصولِ دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے'۔[۱۶] مکتوب رضا بنام ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی]

جب اعلیٰ حضرت نے رسالہ 'اوفی اللمعہ فی اذان الجمعۃ' لکھی۔ تب ہی ۱۳۲۰ھ میں مولانا خلیل احمد امبٹھوی نے ایک

رسالہ 'تنشیط الاذان' کے نام سے تحریر کیا تھا۔[۱۷]

جس کا ذکر اعلیٰ حضرت کے خط میں اس طرح ملتا ہے۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

'مبسوط سرخسی کی یہ عبارت طائفہ 'کذابیہ' نے رسالہ 'تنشیط الاذان' میں کہ انیٹھی نے مسئلۂ اذان خطبہ میں سخت جہالاتِ فاحشہ پر لکھا، استنادًا نقل کیا۔ ان لوگوں کا کذب بدیہی اول ہے۔[۱۸] مکتوب رضا بنام ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی۔

امام احمد رضا کے حریفوں کی تردیدی تحریریں شائع ہونا، دراصل ان کی نفسانیت اور بوکھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اعتقادی مباحث سے عوام کی توجہ ہٹا کر اپنی اغلاط شرعیہ و اعتقادیہ پر پردہ ڈالنا تھا۔ چوں کہ وہ علمائے اہلِ سنت کے سوالات وایرادات سے حد درجہ پریشان ہو چکے تھے۔ یہی قرینِ قیاس وعقل بھی معلوم ہوتا ہے۔ ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ کے محررہ مکتوب رضا میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

'مولانا اب یہ مسئلہ [اذانِ ثانی] محض فرعی نہ رہا۔ وہابیہ مخذولین نے اس پر مذہبی رنگ چڑھایا اور اس پیرایہ میں اپنی مستمر چہل سالہ سکوتوں، ہزیمتوں کا عوض لینا چاہتے ہیں'۔[۱] مکتوب رضا بنام شاہ عبدالسلام جبل پوری۔

اسی سلسلہ میں شاہ محمد سلامۃ اللہ اعظمی ثم رام پوری کو اعلیٰ حضرت نے یوں مخاطب کیا ہے:

'اس مسئلہ میں توجہ خاص جناب کی اشد ضرورت اس وجہ سے اور زائد ہوگئی کہ وہابیہ نے اپنی مخالفت وعناد کا اس پر رنگ چڑھایا'۔[۲۰] مکتوب رضا بنام شاہ ابوالذکا شاہ محمد سلامۃ اللہ اعظمی ثم رام پوری۔

یہ تھا علمائے دیوبند کا اختلافی رخ اور رنگ۔ علمائے رام پور اور علمائے بریلی، جو ہمیشہ عقیدہ وعمل اور فکر ونظر کے ہر باب میں باہم متفق اور متحد تھے اور سیکڑوں کتب ورسالہ جات اس مثالی ایمانی اعتقادی اتحاد و اتفاق پر شاہد ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ دو فاضلانِ رام پور اس مسئلہ میں امام احمد رضا کے خلاف زبان کھولی اور احتجاجی آواز بلند کی۔ اہلِ سنت کی تاریخ میں یہ ایک بدنما باب ہے۔ ہر چند کہ اس کا ذکر محمود نہیں، مگر اس اختلاف کے حقیقی محرکات و مضمرات کو جاننے کے لئے حالات وواقعات کے تسلسل پر نظر رکھنا بھی نہایت ناگزیر ہے۔ اللہ معاف کرے۔ اس سے میری غرض گڑے مردے اکھاڑنا ہرگز ہرگز نہیں۔ صرف حقائق تک رسائی مقصود ہے۔ کیوں کہ عام افراد اختلاف تو یاد رکھتے ہیں، مگر اسبابِ اختلاف پر نظر نہیں رکھتے۔

ماہِ محرم ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ وہاں لوگوں نے مسئلۂ اذان پوچھا۔ آپ نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔ حسنِ اتفاق کہ جمعہ کا دن تھا۔ جامع مسجد کے ذمہ داروں اور حاضرین نے بلا کسی تردد کے ہنسی خوشی اس پر عمل کیا۔ بعد نماز جمعہ اعلیٰ حضرت کا وعظ بھی ہوا۔ وعظ ناصحانہ و مرشدانہ تھا۔ لوگ اپنا دل قابو میں نہ رکھ سکے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اعلیٰ حضرت سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کر لیا۔ ان میں کئی حضرات پہلے سے ہی مجددی سلسلہ میں بیعت کر چکے تھے۔ وہاں کے مجددیوں کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ جامع مسجد پیلی بھیت کے متولی محمد نیاز گل خان اور حکیم عبد الکریم خان، یہ دونوں یا تو در پردہ وہابی تھے یا امام احمد رضا سے خار کھاتے تھے اور اپنا دل صاف نہیں رکھتے تھے۔ ان دونوں نے جلتی پر تیل چھڑک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجددی حضرات اور زیادہ مشتعل ہو کر بھڑک اٹھے۔ یہی نہیں، اس مسئلہ میں وہ بدعقیدوں کے ساتھ بھی ہوگئے۔ علامہ محمد عبد الغفار مجددی رام

پوری، جن کا بیان آگے آتا ہے، کا مجددی ہونے کے ناطے اس امر میں اہم کردار ہے۔ یہ شعلہ اچانک نہیں بھڑکا۔ یہ چنگاری رفتہ رفتہ آگے بڑھی۔

شاہ حمد اللہ کمال الدین پشاوری کے نام محررہ مکتوب اس ضمن میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا سب اقتباس ایک بار پھر دہرایئے۔ اعلیٰ حضرت تحریر کرتے ہیں:

’اذانِ ثانی کا مسئلہ نیاز مند کے یہاں ۳۵ ؍برس سے جاری ہے۔ اکابر علما آئے اور دیکھا اور انکار نہ کیا۔ بارہ برس ہوئے کہ تحفہ حنفیہ [عظیم آباد] میں اس بارے میں فقیر کا فتوی چھپا۔ بعض بلاد میں جب ہی سے اس پر عمل شروع ہوا اور جہاں نہ ہوا فقیر نے کوئی تعرض نہ کیا کہ زمانہ کثرتِ جہل، شیوعِ فتن کا ہے۔ مگر بحمد اللہ کسی طرف سے کوئی صدائے مخالفت ہے، نہ آئی۔ اب اسی محرم میں پیلی بھیت جانا ہوا تھا۔ وہاں لوگوں نے مسئلہ اذان پوچھا تھا۔ فقیر کو شرع سے جو تحقیق ہے، بتایا۔ تمام حاضرینِ جامع مسجد نے بلاخلاف اس پر عمل کیا۔ بعد جمعہ پھر بیان ہوا۔ جس میں عظمتِ شان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بیان تھا اور وہابیہ مخذولین کا روٹھا متولی مسجد ایک چھپا ہوا پرانا وہابی ہے۔ اسے شاق گذرا اور تو کچھ بن نہ پڑی، مسئلہ اذان میں جاہلوں کو خلاف پر ابھارا۔

میرے جانے پر وہاں بہت لوگ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے غلاموں میں داخل ہوئے تھے اور ان میں متعدد شخص ایسے تھے، جن کی نسبت بعد کو معلوم ہوا کہ پہلے بعض لوگوں کے ہاتھ پر مجددی سلسلہ میں بیعت تھے۔ یہ بات وہاں کے مجددیوں کو سخت ناگوار ہوئی اور وہ اس مسئلہ میں وہابیہ کے ساتھ ہو گئے۔ ہمارے رام پوری بھائی [علامہ محمد عبد الغفار رام پوری] اگرچہ سنی ہیں، مگر اخوتِ مجددیت کے سبب انہوں نے بھی ان کی مدد دی اور ایک فتوی میرے فتوی کے خلاف پر چھپا‘۔

[۲۱] مکتوب رضا بنام شاہ حمد اللہ کمال الدین پشاوری۔

علامہ رام پوری کا فتوی: محمد نیاز گل خان متولی جامع مسجد پیلی بھیت اور حکیم محمد عبد الکریم حنان نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ ایک استفتا لکھا اور رام پور بھیجا۔ علامہ محمد عبد الغفار مجددی رام پوری نے جواب تحریر کیا۔ جو امام احمد رضا کے فتوی کے خلاف تھا۔ مذکورہ صاحبان نے اسے چھاپ کر مشتہر کر دیا۔ علامہ رام پوری کے اس ڈیڑھ ورقی عربی فتوی پر درج ذیل حضراتِ رام پور نے تصدیق کی۔

☆...حضرت مفتی شاہ سلامۃ اللہ مجددی نقشبندی
☆...مولانا منور علی مدرس مدرسہ عالیہ رام پور
☆مولانا محمد معز اللہ خان، مدرس سوم مدرسہ عالیہ رام پور
☆...مولانا محمد طیب عرب مکی
☆...مفتی محمد فضل حق
☆...مولانا محمد سردار احمد مجددی
☆...مولانا احمد امین مدرس دوم مدرسہ عالیہ رام پور

شاہ سلامۃ اللہ مجددی رام پوری کو جب حقیقت معلوم ہوئی، تو آپ بلا حیل وحجت رجوع کر گئے۔ [۲۲] مولانا طیب عرب مکی، جو مدرسہ عالیہ رام پور میں پرنسپل تھے، نرے غیر مقلد تھے۔ [۲۳] اور بھی غیر سنی صحیح العقیدہ تھے۔ کچھ بالکل غیر معروف تھے۔ اس خلط ملط پر امام احمد رضا نے اپنے ایک مکتوب میں اسی طرف اشارہ کیا۔ علامہ عبد الغفار رام پوری کو لکھتے ہیں:

’جناب کے مصدقین میں، جو دیوبندی وغیر مقلد صاحبان ہیں، آپ ہی کے صدقہ میں ان شاء اللہ العزیز ان کی بھی خبر لی جائے گی‘۔ [۲۴]

اس بات کا سراغ ایک دوسرے مکتوب سے بھی ملتا ہے۔ ۲ ؍ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں:

’رام پور کے بعض اہل سنت نے مسئلہ اذان ثانی

میں مخالفت کی اور وہابیہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ان کے رد کے پرچے حاضر کرتا ہے'۔[۲۵] مکتوب رضا بنام شاہ محمد عبد السلام جبل پوری۔

اذان من اللہ: یاد رہے۔ ماہ محرم ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے تھے۔ اسی مہینے اختلاف کی سب چنگاری پیدا ہوئی۔ محمد نیاز گل خان کے سوال کے جواب میں علامہ محمد عبد الغفار نقشبندی رام پوری نے جو فتویٰ دیا۔ وہ ڈیڑھ ورق پر مشتمل تھا۔ اس کی تردید میں امام احمد رضا کے قلم سے جو تحریر سامنے آئی، اسی کا نام 'اذان من اللہ لقیام سنۃ نبی اللہ' ہے۔ یہ رسالہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں منصۂ شہود پر آیا۔ جس میں علامہ رام پوری پر ۵۴؍مواخذات وایرادات ہیں۔ مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری کے ایک مضمون میں بھی اس کا حوالہ موجود ہے۔[۲۶]

اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ تین نشستوں میں تیار ہوا ہے، یعنی:

☆...حصہ اول مع مکتوب ۶؍ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

☆...حصہ دوم، سوالاتِ قاہرہ، در زبر و بینات، ۱۴؍ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

☆......حصہ سوم، سوالاتِ قاہرہ، در زبر و بینات، ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

یہ رسالہ پہلے پہل ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور نمبر ۱۶؍جلد ۵۰ ۱۶/۵/مارچ ۱۱۴ء میں شائع ہوا۔ پھر مفتی محبوب علی خان نے ۱۳۶۶ھ میں نئی ترتیب دے کر لکھنؤ سے شائع کرایا۔ جس پر سن طباعت درج نہیں ہے۔ یہی نسخہ خاکسار کے پیشِ نظر ہے۔ موجودہ ترتیب کی کیفیت یہ ہے۔ ص ۲؍اور ڈیڑھ سطر ص ۳؍پر مرتب کی گذارش تحریر ہے۔ ص ۳؍ہی نیچے سے علامہ رام پوری کا جواب شروع ہوا ہے، جو ص ۵؍پونے صفحہ بالائی پر ختم ہوا ہے۔ بعد ص ۵؍کا بقیہ اور ص ۶؍پر علمائے رام پور کی تصدیقات ہیں۔ اسمائے مصدقین اوپر آچکے ہیں۔ ص ۷؍تا ص ۱۱؍......فاش غلطیوں پر ضروری اطلاع' کے عنوان سے مرتب کا مضمون ہے۔ ص ۱۱؍نیچے سے ص ۲۹؍تک اصل رسالہ 'اذان من اللہ' ہے۔

سببِ تصنیف: یہ بالکل غلط ہے کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ رد و مناظرہ میں پہل کرتے تھے۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ جب کسی نے چھیڑ دیا، تو انہوں نے چھوڑا بھی نہیں۔ جب انہیں قلم اٹھانے پر مجبور کیا گیا ہے، تب انہوں نے عنانِ قلم اس طرف موڑا ہے۔ کیوں کہ وہ سراپا شبنم تھے اور کبھی کبھار مجسم شعلہ بھی۔ ان کے شرعی فیصلے تو پہاڑ سے زیادہ اٹل دکھائی دیتے ہیں۔ اسی کتاب میں ذرا ان کا شبنمی تیور دیکھئے۔ وجہ تصنیف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

'میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ کی تحریر اگر چھپی نہ ہوتی، تو میں ہرگز آپ کے اغلاط شائع نہ کرتا۔ کاش! آپ حسبِ دوستاں در دل پر نظر رکھ کر مجھ سے باہم طے کرلیتے۔ مگر آپ کی تحریر چھپ چکی، تو ردنہ شائع کرنے میں گمراہی عوام ہے۔ لہٰذا مجبوری ہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اس تحقیق امر و نہی کو قاطع محبتِ قدیمہ نہ ٹھہرائیے۔ الحمدللہ! آپ بھی سنی، میں بھی سنی۔ فرعی فقہی اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں۔ ہاں! آپ نے بعض وہابیہ کی خواہش کے مطابق خلاف ظاہر کیا اور انہیں مدد دی اور باہم طے ہونے سے پہلے چھپوا دی۔ یہ ضروری غلطی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے'۔[۲۷]

آہا اور واہ! کیا ہمدردانہ اسلوب، باہم دعوائے دوستی، محبانہ و مشفقانہ لب و لہجہ، سلجھا ہوا پیرایۂ بیان، الفاظ و عبارت کی نرمی و ملاطفت، علامہ رام پوری بڑے نہیں، چھوٹے ہی تھے، مگر دل موہ لینے اور موم کردینے والا ایسا انداز! یہ تو لوٹ جانے کی جائے ہے۔ پھر آگے کی ملائم سی

گذارش دیکھئے۔اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

'مولانا! فتویٰ یوں ہی نہیں لکھا جاتا۔ہمارا آپ کا دوستانہ ہے۔پہلے آپس میں سمجھ لیتے۔تو یہ دن کیوں دیکھتے۔اب بھی کیا گیا ہے۔صبح کا بھولا شام کو آئے، اسے بھولا نہیں کہتے۔ غصہ جانے دو آؤ مل جاؤ سنی آپس میں سب برابر ہیں'۔[٢٨]

دوسری تحریر: اعلیٰ حضرت نے الحاح وانکساری پر مبنی جو خواہش ظاہر کی اور گذارش کی، وہ درخور اعتنا نہ سمجھی گئی اور نہایت بے دردی سے پس پشت ڈال دی گئی۔مہینوں کی کاوشِ بلیغ کے بعد 'اذان من اللّٰہ' کے رد میں علامہ رام پوری کی دوسری تردیدی تحریر چھپ ہی گئی۔جس کے جواب میں مجبوراً 'فیصلۂ حق نما' سامنے آ گئی۔حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کے قلم سے منسوب یہ رسالہ اوائلِ جمادی الآخرہ ١٣٣٢ھ میں لکھا اور چھاپا گیا۔جس میں ساٹھ سوالات وارد کئے گئے اور سر ورق پر ہی صفائی معاملہ کی یہ تجویز پیش کی گئی:

'شرق سے غرب تک کے تمام علما سے ایک نہایت ضروری عرض کہ جن صاحب کی رائے موافق ہو، تصدیق فرمائیں۔ورنہ ان سوالوں کے جواب دیں۔باہم سنی علما میں فیصلے یا حرمین شریفین سے فتویٰ منگانے کا وہ نفیس طریقہ، جسے ہر ذی انصاف پسند فرمائے اور جو اس کا خلاف کرے، ہر عاقل سمجھ لے کہ وہ ضد پر ہے۔حق سے غرض نہیں۔اللّٰہ ہدایت دے'۔[٢٩]

واقعی یہ انتہائی نفیس، عمدہ اور قابلِ قبول تجویز تھی۔اس لئے اس کتاب 'فیصلۂ حق نما' کی اشاعت کے بعد حرمین شریفین سمیت تمام بلاد وامصار سے حق کی حمایت میں جو کتابیں، رسالے اور تائیدات وتصدیقات لکھی اور چھاپی گئی ہیں، انھیں دیکھ کر تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہر چہار جانب سے انوارِ الٰہی کی بارش ہو رہی تھی اور امام احمد رضا اس میں نہا رہے تھے اور یہ اللّٰہ کی طرف سے اشاعتِ سنت وترویجِ حق کا بھاری انعام تھا۔

سلامۃ اللّٰہ لاھل السنہ: علامہ عبد الغفار رام پوری کے دوسرے فتویٰ کا ایک جواب تو 'فیصلۂ حق نما' تھا اور دوسرا جواب باندازِ دیگر 'سلامۃ اللّٰہ لاہل السنۃ' بھی ہے۔اس میں اور نرمی وفروتنی ظاہر کرتے ہوئے دعوتِ انصاف دی گئی ہے اور رو بہ رو بیٹھ کر علمی وفقہی مذاکرہ کر کے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔اس میں بھی رد توضرور ہے، مگر ردِ قبیح نہیں، ردِ ملیح، بہ نوعِ خاص۔تاریخی ناموں سے اس کے اندر تین مضامین ہیں۔

١...رمزِ شیریں چاہِ شور، ١٣٣٢ھ:

اس میں یہ دِکھایا گیا ہے کہ مفتی شاہ سلامۃ اللّٰہ مجددی رامپوری اپنی تائیدی عبارت میں علامہ عبد الغفار رام پوری کے فتوائے دوم رام پوری کی تکذیب کی ہے اور روشن لفظوں میں فتوائے بریلی کی تصدیق کی ہے۔یہ مضمون خاصا دلچسپ اور لائقِ دید وخواند ہے۔واضح رہے کہ شاہ سلامۃ اللّٰہ علیہ الرحمہ رام پور کے محلہ چاہِ شور میں قیام پذیر تھے۔'چاہِ شور' سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

٢...طیبِ شورش چاہِ شور، ١٣٣٢ھ:

اس حصہ میں فتوائے رام پور دوم پر کامل ساڑھے تین سو [٣٥٠] رد ہیں۔اصل فتویٰ پر تین سو اور مندرجہ تقاریظ پر پچاس۔یہ تقریظ حضرت مولانا حامد حسن رام پوری نے لکھی تھی۔آخر میں ان سب کا فیصلہ حضرت شاہ ابو الذکا سلامۃ اللّٰہ نقشبندی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے انصاف پر چھوڑ دیا گیا ہے۔یہ دونوں مضامین حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کے ہیں۔

٣...قصد یوم شیریں با چاہِ شور، ١٣٣٢ھ:

یہ ایک مکتوب ہے۔جو ٢٦/ جمادی الآخرہ ١٣٣٢ھ کو

امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے اور اپنے دوست ابوالذکا حضرت شاہ محمد سلامۃ اللہ نقشبندی کو ارسال کیا ہے۔ اس مکتوب کے ذریعہ اعلیٰ حضرت نے دوستانہ طور پر شاہ صاحب موصوف کو بریلی تشریف لانے کی دعوت دی ہے۔ تاکہ مذاکرہ علمیہ کے ذریعہ ناخوشگوار ماحول و معاملہ ختم ہو جائے اور پھر سے باہم محبت و موانست بحال ہو جائے۔ یہ مجلس مذاکرہ صرف چار نفوس و افراد پر قائم ہوگی۔ ایک خود اعلیٰ حضرت، دوسرے ابوالذکا حضرت شاہ سلامۃ اللہ مجددی نقشبندی رام پوری، تیسرے اویس عصر مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی کے جانشین حضرت سید شاہ خواجہ احمد میاں گنج مراد آبادی اور چوتھے مشہور عالم حدیث حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی۔ پانچواں کوئی نہ ہوگا۔ ہاں! کتابیں لانے، لے جانے اور چائے پانی کے لئے ایک دو خدام ہوں گے۔ ان چاروں کی موجودگی میں جو بات طے ہوگی۔ وہ سب کے لئے قابلِ قبول اور واجب العمل ہوگی۔ اخیر کا جملہ بڑا معنی خیز ہے۔ شاہ صاحب موصوف کو مخاطب کر کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"یہ خاص دوستانہ مکالمہ بحول اللہ تعالیٰ: انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم، کے امتثالِ حکم سے میرے اور آپ کے لئے اجرِ عظیم لائے"۔[۳۰]

ان دو کتابوں کا تذکرہ امام احمد رضا کے ایک خط میں دکھائی دیتا ہے، جو ۲۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ کو مرقوم ہوا ہے۔ اقتباس درج کرتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے:

"فیصلۂ حق نما" حاضر کر چکا ہوں۔ مولوی سلامۃ اللہ صاحب رام پوری کے دوسرے فتوے [یعنی علامہ عبدالغفار صاحب کے دوسرے فتوے پر تصدیقی فتوی] پر ساڑھے تین سو رد کامل ۶۴/ صفحہ، ایک خط [یعنی سلامۃ اللہ لاہل السنہ] جس میں ان اعتراضات کا فیصلہ ان کے انصاف پر رکھا ہے۔ پرسوں جمعہ کو مولوی حامد رضا سلمہ نے بصیغۂ رجسٹری رسید طلب بھیجا ہے اور کل شنبہ کو فقیر نے نہایت دوستانہ طرز پر مناظرہ کی دعوت کا خط رجسٹری جوابی ارسال کیا ہے"۔[۳۱]

ان خطوط و کتب کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت شاہ سلامۃ اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ رام پوری، علامہ محمد عبدالغفار خان کے دوسرے فتوے پر اپنی تائیدی تصدیق سے یکسر رجوع فرما لیا اور جواب میں امام احمد رضا کو یہ لکھ بھیجا:

"دوسری رجسٹری، خط مسرت نمط کی مجھے کل عصر کے وقت مثنوی شریف کے درس میں وصول ہوا۔ معظما! مکرما!! میں نے آج تک اس باب میں نہ کوئی فتوی لکھا، نہ کوئی تحریر کامل لکھنے کا اتفاق، نہ اپنے مشاغل ضروریہ سے اس کی آئندہ کوئی امید۔ البتہ جب مجھ کو لوگوں نے بہت مجبور کیا۔ تو ایک بار میں نے ایک علاحدہ پرچہ پر یہ لکھ دیا کہ میرے یہاں عمل درآمد اس طور ہے۔ دوسری بار یہ لکھا کہ جو امر متوارث ہے، وہی حق ہے۔ اس عبارت کو لوگوں نے اپنی تحریروں پر لکھ کر شائع کیا۔ پس مجھ کو اپنے مخاطبہ سے معافی دی جائے۔ ان فتوؤں اور تحریروں کی میری طرف نسبت سراسر افترا اور بہتان ہے"۔[۳۲] ملخصاً

اسی مضمون کا ایک دوسرا خط شاہ سلامۃ اللہ موصوف نے علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی کو روانہ کیا۔ اس خط پر ۱۶/ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کی تاریخ درج ہے۔ جو حسنِ اتفاق سے پیشِ نظر ہے۔ شاہ صاحب کے خط کے الفاظ یہ ہیں۔ موقع کی مناسبت سے نقل کیا جاتا ہے:

"میں نے اب تک دربارۂ اذان خطبہ کچھ نہیں لکھا۔ پیلی بھیت کے بعض شخص [شاید محمد نیاش گل خان اور حکیم عبدالکریم خان] جو آئے تھے، مولوی عبدالغفار خان صاحب کے فتوی پر مہر کے مستدعی ہوئے۔ چنانچہ میں نے صرف اتنا علاحدہ پرچہ

پر لکھ دیا کہ میرے یہاں یہ معمول ہے۔ اب تک بوجہ مشاغلِ ضروریہ شبانہ روز کے اور نیز علالتِ طبیعت کے مجھے اتنا موقع نہ ملا کہ اس مسئلہ کی تحقیق میں کتابوں کی طرف رجوع کرتا'۔[۳۳]

تیسری تحریر: ان پیہم پیکر اخلاص گذارشوں اور انصاف واتحاد کی دعوتوں کے باوجود علامہ عبدالغفار رام پوری نے تیسرا فتوی پھر شائع کردیا۔ گویا مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی۔ اس تیسرے فتوے کی تردید میں 'نفی العار من معائب المولوی عبدالغفار' ۱۳۳۲ھ منظر عام پر آئی۔

نفي العار: اس فوری رسالہ میں ۱۱۶/ ایرادات و مواخذات ہیں۔ یہ تصنیف ہے حضرت مولانا قاضی عطا علی بیسل پوری اور حضرت مولانا سید ظہیر حسن الٰہ آبادی کی۔ ترتیب مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری نے دی ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کے اہتمام میں مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی سے شائع ہوئی ہے۔ امام احمد رضا کے ایک خط سے اس کتاب کی طباعت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ خط میں یہ الفاظ مسطور ہیں:

'نفی العار، کی کاپیاں ہورہی ہیں۔ سلامۃ اللہ لاہل السنۃ، غالباً آج چھپ گیا ہو۔ ماہ مبارک کے سبب مطبع والے بھی بہت سست کام کرتے ہیں۔ قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے'۔[۳۴] مکتوب رضا بنام مولانا سید عرفان علی بیسل پوری محررہ ۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ۔

چوتھی تحریر: 'نفی العار، کے جواب میں علامہ عبدالغفار رام پوری کا مضمون 'حبل اللہ المتین لاعدام آثار المبتدعین' کے نام سے جلوہ بار ہوا۔ 'حبل اللہ المتین' کی تیاری اور طباعت میں علامہ رام پوری کو کامل چھ مہینے کی مدت لگی۔ علامہ عبدالغفار رام پوری نے رسالہ کا نام دائرہ میں لکھوایا تھا۔ جب یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کی نظر سے گذرا، تو اولِ نگاہ میں اس نام کا ایک ادبی وعلمی لطیفہ بنا دیا۔ ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی لکھتے ہیں:

'اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ [حبل اللہ المتین] پہنچا، تو اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبدالغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ مولانا نے اس کا نام 'آثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین' رکھا ہے۔ اس لئے کہ جو نام دائرہ میں لکھا جاتا ہے، اس کے پڑھنے کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام 'آثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین' ہے۔[۳۵]

'حبل اللہ المتین' پر دبدبہ سکندری، رام پور کے معزز مدیر نے مندرجہ ذیل لفظوں میں تبصرہ کیا ہے۔ ذرا آپ بھی دیکھئے:

'اب تک دار الافتا بریلی سے مسئلۂ اذان ثانی جمعہ کے متعلق جتنی تحریریں شائع ہوئیں، ان سب کا جواب جنابِ گرامی مآب مولانا مولوی مفتی محمد عبدالغفار خان صاحب قبلہ نے سارے علمائے رام پور کی جانب سے ایک عرصہ [چھ ماہ] کے بعد اب مرتب کرکے شائع کیا ہے اور اول سے آخر تک اس امر پر بحث فرمائی ہے کہ اذان ثانی یوم جمعہ پیش خطیب متصل منبر ہو۔ جن دماغوں میں مناظرہ کا شوق چکر لگا رہا ہو، ان کے لئے یہ رسالہ کار آمد ثابت ہوگا۔ مولانا مفتی صاحب قبلہ کی فیاضی قابلِ تعریف ہے کہ یہ رسالہ ہر ایک کو مفت دیتے ہیں'۔[۳۶]

مقتل کذب و کید: علامہ عبدالغفار خان رام پوری کی

'حبل اللہ المتین' کے جواب میں 'مقتلِ کذب وکید' ۱۳۳۲ھ کا پہلا حصہ طبع ہوا، جس میں ایک ہزار مواخذات ہیں۔ ساتھ ہی سات سو روپے کا انعام بھی رکھا گیا۔ مفتی اعظم ہند کا مرتبہ یہ رسالہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی کے اہتمام میں بریلی سے شائع ہوا۔

مقتلِ اکذب واجہل: اس رسالہ میں علامہ رام پوری کے علانیہ فرار کا بیان ہے اور ایک سو پچیس ایرادات ہیں۔ یہ رسالہ بھی مفتیٔ اعظم ہند کی ترتیب، صدر الشریعہ کے اہتمام اور بریلی سے طبع ہوا ہے۔

اس موضوع پر ایک رسالہ اور نظر میں آیا، نام ہے 'النکتہ الی مراء کلکتہ' ۱۳۳۲ھ، یہ رسالہ حضرت مولانا ولایت حسین کے اطمینانِ خاطر کے لئے لکھا گیا ہے۔ یہ قلمی رسالہ خاکسار کے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ ہے۔

قابلِ غور نکتہ: تیرھویں صدی ہجری کی آخری دہائی کے ساتویں سال، یعنی ۱۲۹۷ھ میں اذانِ ثانی خارجِ مسجد کا اجرا و احیا ہوا۔ یہ عملاً اور قولاً تھا۔ ۱۳۱۱ھ میں اعلیٰ حضرت نے اس موضوع پر پہلا فتویٰ صادر فرمایا۔ ۱۳۲۰ھ میں اس مسئلہ پر باقاعدہ ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام 'اذان من اللہ لقیام سنۃ نبی اللہ' ہے۔ جو محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ماہنامہ 'تحفۂ حنفیہ' پٹنہ میں چھپ کر تمام اقطارِ ہند میں عام ہوا۔ پھر یہی فتویٰ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری' رام پور میں شائع ہو کر عام قارئین کے مطالعہ میں آیا۔ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگوں نے یہ مسئلہ سمجھنا چاہا۔ اعلیٰ حضرت نے سمجھا دیا۔ تو بے چوں چرا لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ پھر بعد جمعہ آپ کی تقریر ہوئی۔ لوگ دامن سے وابستہ ہوئے، یعنی مرید ہوئے۔ بس یہیں سے اس اختلاف کا نکتۂ آغاز ہوتا ہے۔

جامع مسجد مسجد پیلی بھیت کے متولی محمد نیاز گل خان اور حکیم عبد الکریم خان، جو در پردہ وہابیت پسند اور دیوبندیت نواز تھے نے استفتا کیا اور علامہ محمد عبد الغفار خان رام پوری نے اس استفتا کا جواب دیا۔ جس پر چند علمائے رام پور کی تصدیق تھی۔ بعد میں اس مسئلہ میں شاہ جہاں پور کے حضرت مولانا ریاست حسین نقشبندی نے بھی حصہ لیا۔ رام پوری فتویٰ سے قبل ہی حلقۂ دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی چار چار ورقی دو فتوے صادر اور شائع کر چکے تھے۔ تھانوی سے بہت پہلے مصنفِ 'براہینِ قاطعہ' خلیل احمد انبیٹھوی نے بھی 'تنشیط الاذان' کے نام سے رسالہ لکھ چکا تھا۔ جو ظاہر ہے۔ اہلِ سنت کے موقف کے خلاف تھا۔ طبقۂ وہابیہ و دیوبندیہ کی بات جانے دیجئے کہ وہ عقائد و معمولات، ہر محاذ پر اہلِ سنت کے حریف وحاسد اور مخالف ومعاند رہے ہیں۔ ہمیں غرض اپنوں سے ہے، غیروں سے نہیں۔ اس لئے ہم اندرونِ خانہ اہلِ سنت کی بات کرتے ہیں۔

۱۲۹۷ھ میں جو مسئلہ شروع ہوا۔ ۱۳۳۲ھ میں آخر وہ اختلاف کا سبب کیوں بنا۔ کامل پینتیس سال علما کا یہ طویل سکوت بجائے خود اس مسئلہ کی صحت کی دلیل اور ثقاہت کا ثبوت ہے۔ سکوت و عدم نکیر کا طویل دورانیہ، خود اس بات کا شاہد ہے کہ نقلاً، عقلاً اور عرفاً یہ مسئلہ صحیح و درست تھا۔ کیوں کہ اگر درست نہ ہوتا، تو اس وقت کا ہندوستان، آج کا ہندو پاک و بنگلہ دیش اور خود علاقہ روہیلکھنڈ مراد آباد، رام پور، بریلی، بدایوں، شاہ جہاں پور، پیلی بھیت خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ جب کہ اس وقت اس خطہ میں جید علمائے اعلام اور فقیہانِ ذی شان کا ایک بڑا طبقہ موجود تھا۔ کوئی وجہ نہیں کہ کسی ناروا، غیر محقق مسئلہ پہ یہ طبقہ چپ رہ جاتا۔ اس دور کے متحدہ ہندوستان میں وہ علما و مشائخ، جو کچھ تو پورے ہندوستان کے

مرجع اور مشار الیہ تھے اور کچھ اپنے اپنے حلقے وعلاقے میں ضرور معتمد علیہا اور مشار الیہ تھے۔ ان میں سے چند علما و مشائخ کے اسما حسب سنین وفیات درج ذیل ہیں۔ جنہوں نے یا تو تحریراً اس مسئلہ کی تائید و تصدیق وحمایت فرمائی یا عمل ہوتے دیکھا اور سکوت فرمایا اور رد و انکار نہیں فرمایا۔ تو ان کا یہ سکوت بھی 'السکوت کالرضا' ہی قرار دیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ وہ علمائے اعلام اور فقہائے فخام تھے، جو کسی شئ منکر پر ہرگز چپ نہیں رہ سکتے تھے۔ مثلاً:

☆......مسند وقت حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین مجددی نقشبندی رام پوری [۱۲۴۸ھ/۱۳۱۱ھ]

آپ علمائے رام پور کے بطورِ خاص سرخیل و سرِ حلقہ تھے۔ اجرائے اذانِ ثانی ۱۲۹۷ھ کے بعد آپ قریب ۱۴/ سال حیات رہے۔ آپ کا کوئی ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔ علامہ محمد عبدالغفار خان مجددی نقشبندی رام پوری [پ ۱۲۷۲ھ] آپ ہی کے شاگرد وخلیفہ اور فتاویٰ ارشادیہ کے مرتب ہیں۔

☆......قطبِ دوراں اویسِ عصر مولانا شاہ فضلِ رحماں گنج مراد آبادی [۱۲۰۸ھ/ ۱۳۱۳ھ]

آپ عالمِ شریعت اور عالمِ طریقت، دونوں کے سنگم تھے اور اس وقت ہندوستان کے اکثر بڑے علما وفقہا آپ ہی کے دست گرفتہ تھے۔ مثلاً علامہ احمد حسن پنجابی ثم کان پوری، ان کے ہم زلف علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی، استاذ العلما حضرت مفتی لطف اللہ علی گڈی وغیرہ۔ شاہ فضلِ رحماں اس مسئلہ کی شروعات کے بعد ۱۵/ برس حیات رہے۔ آپ کی طرف سے کوئی نکیر و ناگواری ظاہر نہ ہوئی۔

☆...فخر علمائے پنجاب علامہ شاہ غلام دستگیر ہاشمی قصوری [وفات ۱۳۱۵ھ]

علامہ فضلِ حق خیر آبادی علامہ فضلِ رسول بدایونی کے بعد حق و باطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنے میں آپ کا نام لیا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ ہند سے حجاز تک آپ معروف و مشہور تو تھے ہی، معتمد و مستند بھی تھے۔ اجرائے اذانِ ثانی کے بعد آپ ۱۷/سال حیات رہے۔ صدائے احتجاج تو دور کی بات، کہیں کچھ سرگوشی بھی سنائی نہ دی۔

☆......تاج الفحول حضرت علامہ شاہ محمد عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی بدایونی [۱۲۵۳ھ/۱۳۱۹ھ]

تاج الفحول بدایونی اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے درمیان، جو علمی واعتقادی اور دلی وقلبی تعلقات تھے، وہ جگ ظاہر ہے۔ اس مسئلہ کے احیاء کے بعد آپ ۲۲/ برس حیات رہے۔ بریلی آنا جانا بھی تھا۔ خصوصاً تحریکِ اصلاحِ ندوہ کے [۱۳۱۲ھ تا سالِ وصال ۱۳۱۹ھ] زمانہ میں۔ ۱۳۳۲ھ میں حضرت علامہ سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ تاج الفحول اگر اس وقت حیات ہوتے، تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے مؤکد کر دیتے۔

☆......فرید عصر حضرت شاہ خواجہ محمد فرید قدس سرہ چاچڑا شریف پاکستان [وصال ۱۳۱۹ھ]

آپ وہ فردِ فرید ہیں، جو مناظرہ بہاول پور [منعقدہ ۱۳۰۶ھ مابین علامہ شاہ غلام دستگیر ہاشمی قصوری وخلیل احمد انبیٹھوی] میں فیصل تھے اور ڈاکٹر اقبال نے آپ ہی کے بارے میں کہا تھا: جس قوم میں خواجہ فرید ہوں، اس قوم میں عشقِ رسول نہ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ بھی اس مسئلہ کے اجرا کے بعد ۲۲/سال حیات رہے۔

☆......زبدۂ روزگار تکیہ مخدوم جہاں کے علمبردار حضرت سید شاہ امین احمد ثبات [۱۲۴۸ھ/۱۳۲۱ھ]

(جاری ہے-----)

کسبِ حلال اور اس کی فضیلت وافادیت

از: قاری محمد انصار احمد نوری، امام مسجد الحسنیہ و مرکزی امام احمد رضا مومنٹ علماء بورڈ، بنگلور

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے! اے ایمان والوں! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔ (قرآن)

سرکار دوعالم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے حلال روزی طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (طبرانی)

اس دنیا میں بسنے والا ہر ذی شعور انسان کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ کوئی تاجر ہے۔ کوئی کارخانے دار ہے۔ کوئی مزدور ہے تو کوئی ملازم ہے کوئی دکاندار ہے، غرضیکہ دنیا کا ہر شخص اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے محنت کررہا ہے، اور اپنے رزق کی تلاش میں مصروف ہے۔ رزق حلال کا حصول یقیناً ایک عبادت ہے۔ مگر دورِ حاضر میں اس کی طلب کچھ اس قدر بڑھ چکی ہے کہ رزق کھانے کے لئے نہیں بلکہ جمع کرنے کے لئے اکٹھا کیا جارہا ہے۔ سوائے اہل اللہ حضرات کے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس دنیاوی مال کے کمانے کا کوئی ایسا نادر نسخہ ہاتھ لگ جائے جس کو استعمال کرنے سے وہ راتوں رات خزانوں کا مالک بن جائے۔ بعض لوگوں کو مال کی طلب اور ہوس نے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ وہ اس دنیائے ناپائدار کے مال کو حاصل کرنے کے لئے چوری ڈاکہ، جھوٹ، غیبت، فریب کاری، سود، رشوت وغیرہ نہ جانے کیسے کیسے بُرے کام کرنے پر اتر جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ رزق کی تقسیم کے بارے میں ایک ایمان افروز واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ہر دانے پر قلمِ قدرت سے یہ عبارت لکھی ہوتی ہے! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا رزق فلان بن فلان" یعنی یہ دانہ فلاں بن فلاں کا ہے وہ دانہ اس کے سوا کسی دوسرے کے پیٹ میں نہیں جاتا۔

حالانکہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ بندے کا رزق ہمارے خالق و مالک اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔
(قرآن پ ۱۲)

رزق اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اسے تلاش کیا جائے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے کسی وسیلہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ لیکن اس میں اتنا بھی مگن نہ ہو جانا چاہئے، غافل نہیں ہوجانا چاہئے کہ رزاق کو ہی بھول جائے، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو چھوڑ دے اور وفاداری ہی سے دستبردار ہو جائے۔ رزق بندے کے لئے ہے، بندہ رزق کے لئے نہیں۔ فرمانِ نبوی ہے دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اسکا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو، بیوقوف ہی اسے جمع کرتا ہے، بے علم ہی اس کے لئے جھگڑتا ہے ناسمجھ ہی اس کے لئے دشمنی اور حسد کرتا ہے اور بے یقین ہی اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ جس کی سب سے بڑی تمنا حصولِ دنیا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے کے دل پر چار چیزوں کو مسلط کر دیتا ہے۔ دائمی غم، دائمی مشغولیت، دائمی فقر اور کبھی نہ پوری ہونے والی آرزوئیں۔ (مکاشفۃ القلوب)

بعض تارکین کا کہنا ہے، نیک عمل کرنے میں پیش پیش رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جھوٹی امیدوں میں نہ پڑو، موت کو نہ بھولو اور دنیا سے رغبت نہ رکھو کیونکہ یہ فریبی اور مکار ہے جس نے دھوکہ دے کر راہِ خدا سے دور کر دیا، اس کی جھوٹی امیدوں نے تمھیں آزمائش میں ڈال دیا اور تمہارے سامنے انتہائی حسین مشکل میں بے پردہ دلہن بن کر آتی ہے، آنکھیں اسے دیکھتی ہیں، دل اس پر فدا ہیں اور روحیں اس کی فریفتہ ہیں مگر اس نے کتنے عاشقوں کو قتل کر دیا ہے۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جب تو دولتمند کو اپنی جانب آتا دیکھے تو سمجھ لینا کہ کسی کی گناہ کی سزا آ رہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو دیکھے تو کہہ خوش آمدید، کیونکہ یہ نیکوں کی علامت ہے ۔اے لوگوں!! اگر چاہو تو عیسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر چلو جو فرمایا کرتے تھے کہ بھوک میری کھال ہے، خوف میری عادت، صوف میرا لباس، سورج کی کرنیں میری آگ، چاند میرا چراغ، دو پاؤں میری سواری اور زمین کی سبزیاں میری غذا ہیں، نہ صبح میرے پاس کچھ ہوتا ہے نہ شام کو کچھ میرے پاس کچھ ہوتا ہے مگر دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی کا گزر ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت متحرک ہے اور پوری دلچسپی لے رہا ہے تو حضور ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ) اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا!! اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تب بھی یہ اللہ کی راہ میں شمار ہوگی اور اگر بوڑھے والدین کی خدمت کے لئے کوشش کر رہا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگی اور اپنی ذات کے لئے کوشش کر رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے تو یہ کوشش بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگی ۔البتہ اگر اس کی یہ محنت زیادہ مال حاصل کر کے لوگوں پر برتری جتانے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے تو ساری محنت شیطان کی راہ میں شمار ہوگی۔

عابد کون ہے؟ مومن کی پوری زندگی عبادت ہے اور اس کا ہر کا باعث اجر و ثواب ہے جب کہ یہ سارے کام سنّت کے مطابق ہوں ۔اسلام میں زُہد و تقویٰ اور عبادت کا جو وسیع تصوّر ہے وہ اس حدیث بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مؤمن آدمی اپنی ذات پر، اپنی بیوی پر، اپنے بچوں پر اور ملازموں پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ اور عبادت ہے جس پر اسے اجر ملے گا ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے پوچھا، تم کیا کام کرتے ہو؟ عرض کی، عبادت کرتا ہوں۔ پوچھا روزی کہاں سے کھاتے ہو؟ عرض کی میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیّا کرتا ہے، آپ نے فرمایا! تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کے وقت میں عبادت ہو اور تجارت کے وقت سنّت کے مطابق تجارت بھی ہو ۔اس لئے کہ رزقِ حلال کمانا سرکارِ دوعالم ﷺ و انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی گھر میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھا رہے اس کو بھی اللہ رزق دینے پر قادر ہے (مگر کسی حیلے سے روزی دینا اس کی عادت کریمہ ہے) قانون فطرت ہے "حرکت میں برکت" پھر بھی اللہ عزوجل جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مومنین مومنات مسلمین مسلمات کو ہر قسم کے حرام کام اور حرام مال سے بچنے توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

□ □ □

تحریکِ آزادی کے فراموش کردہ چند علما

از: وسیم احمد رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

جنگ آزادیِ ہند میں علماے اسلام نے بے مثال قربانیاں انجام دیں۔ چمن ہند کی نکہتیں ان ہی کا صدقہ ہے۔ دہلی سے لے کر روہیل کھنڈ اور روہیل کھنڈ سے لے کر لکھنؤ تک اور شمالی ہند سے جنوبی ہند تک جنگ حریت کی کمان علماے اسلام ہی کے ہاتھوں میں رہی۔ یہی مقدس گروہ مجاہدینِ آزادی کی قیادت کر رہا تھا۔ اہل ہند کے دلوں میں انھوں نے جہادِ آزادی کی روح پھونکی۔ اپنے خونِ جگر سے گلشنِ ہند کو سینچا۔۔۔۔۔۔مگر اسے تاریخ کی ستم ظریفی کہیے یا ''تاریخ گری'' کی بدترین مثال کہ جن علما و قائدین نے انگریزی مظالم اور حکومت کے خلاف علَمِ جہاد بلند کیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اپنے مال و متاع کو ناموس و استخلاصِ وطن کی خاطر لٹا دیا، ان کی خدمات اور قربانیوں کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔ اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان علما و قائدین کی جگہ کچھ نام نہاد اور انگریزوں کے زر خرید غلاموں کو جنگ آزادی کے قائدین کی حیثیت سے پیش کیا جانے لگا۔ لیکن اندھیرے چھٹ رہے ہیں۔ حق و صداقت کی کرنوں سے انصاف پسند ذہن و فکر روشنی پا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ذیل میں ان ہی فراموش کردہ علما و قائدین کے کارناموں کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی میں نواب سراج الدولہ کو کچھ ننگِ وطن افراد کی فریب کاری اور غداری کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر ۱۷۹۹ء میں شیر میسور حضرت ٹیپو سلطان کو بھی اپنے حاسدوں اور حریفوں کی انگریز نوازی کی بنا پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد جنگ آزادی کی کمان علما نے مکمل طور پر اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ دہلی، (اکبر آباد) آگرہ، روہیل کھنڈ، لکھنؤ اور اودھ ان کی تحریک کے اہم مراکز بنے۔ دہلی میں صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ مرجع العلما تھے۔ عوام و خواص، علما و امرا آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ جنگی اعتبار سے مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی نے بہت شہرت پائی، ان کے نام سے انگریز کانپتا تھا۔ آپ فن حرب و سیاست میں مہارت رکھتے تھے، حضرت قربان علی چشتی جئے پوری سے بیعت ہوئے، حضرت محراب علی قلندر گوالیاری سے سلسلۂ قادریہ میں طالب ہوئے تو حضرت قلندر گوالیاری نے اجازت و خلافت سے نوازا اور انگریزوں سے جہاد کرنے کا عہد لیا۔ چناں چہ آپ نے مرشد اجازت کے حکم پر انگریزوں کو ہندستان سے باہر کرنے کا عزم کیا۔ ۱۸۴۶ء میں دہلی آئے، مفتی صدر الدین آزردہ سے ملاقات کی۔ مفتی صاحب نے ایک تعارفی مکتوب کے ساتھ آگرہ روانہ کیا اور آگرہ کے علما و امرا کو ان کی مدد کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی آگرہ پہنچے، وہاں مفتی کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا غلام امام شہید، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا ڈاکٹر وزیر خان اکبر آبادی کے علاوہ بہت سارے علما اور سرکردہ افراد آپ کے ساتھ آمادۂ جہاد ہوئے۔ آگرہ ہی میں ''مجلس علما'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس دوران عیسائی مشنریز پادری فنڈر کی قیادت میں

مسلمانوں پر فکری حملے کی غرض سے ہندستان وارد ہوئی۔عیسائیوں کی جرأت و بے باکی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج کرنا شروع کر دیا تھا۔۱۸۵۶ء میں علماے اسلام نے ان سے متعدد مناظرے کیے،ہر محاذ پر پادریوں کو شکست ہوئی اور ہندستان سے راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ان مناظروں میں فاتح نصرانیت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مناظر تھے جب کہ مولانا فیض احمد بدایونی اور مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبرآبادی معاون مناظر تھے۔

مجلس علما کو وسیع کرنے کے لیے مولانا احمد اللہ مدراسی نے لکھنؤ کا سفر کیا،حریت کے بطلِ جلیل علامہ فضلِ حق خیرآبادی سے پھر جنرل بخت خاں سے ملاقات کی،مجلس علما کو منظم کیا گیا۔علماے کرام کے وفد نے بہادر شاہ ظفر کے ساتھ میٹنگ کی اور جنگ آزادی کا منصوبہ بنایا گیا۔علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے جامع مسجد دہلی میں انگریزی مظالم اور اقتدار کے خلاف ولولہ انگیز تقریر کی،جہاد کی اہمیت وافادیت اور ضرورت کو واضح کر کے فتواے جہاد پیش کیا جس پر علما نے اپنی تصدیقات ثبت فرمائیں۔اس کے نتیجے میں دہلی میں ۹۰ ہزار مجاہدین جمع ہوئے اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف وہ خوں چکا جنگ لڑی گئی کہ ایوانِ فرنگ لرزہ بر اندام ہو گیا۔جس کی گونج پورے ہند میں سنی گئی۔دہلی میں علامہ فضل حق اور مفتی صدرالدین آزردہ مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے۔مرادآباد میں مفتی کفایت علی کافیؔ،آگرہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی و مولانا احمد اللہ مدراسی،روہیل کھنڈ میں مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مولانا رضا علی خاں بریلوی (جدِامجد امام احمد رضا محدث بریلوی) مجاہدینِ آزادی کے قاید و رہنما تھے۔مشہور مؤرخ علامہ یاسین اختر مصباحی فرماتے ہیں:"(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں) جب انگریز اپنے مکروفریب کے ذریعے،اپنی طاقت وقوت کے ذریعے مجاہدین پر غالب ہوئے اور کچھ ہندوستانی غداروں کی وجہ سے مجاہدین کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تو یہ سارے مجاہدین اور علماے کرام شاہ جہاں پور میں جمع ہوئے اور قصبہ محمدی (شاہ جہاں پور) میں ایک اسلامی حکومت قائم کی۔(جہاں خلافتِ راشدہ کے اتباع میں شرعی حکومت کا نفاذ ہوا،مولانا احمد اللہ مدراسی کے نام کا سکہ جاری ہوا) مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی،مولانا وزیر خاں اکبرآبادی وغیرہ ارکانِ دولت وسلطنت منتخب ہوئے لیکن وہاں بھی بعض غداروں کی وجہ سے میدان ہاتھ سے نکل گیا۔اور اس کے بعد شہزادہ فیروز شاہ و جنرل بخت خاں و مولانا فیض احمد بدایونی اور اس طرح کے بہت سارے حضرات یہاں سے نکل کر نیپال چلے گئے اور اور پھر اس کے بعد معلوم نہیں ہو سکا کہ کب؟ کیسے؟ کہاں ان کا انتقال ہوا؟! البتہ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی "قصبہ محمدی" کے آس پاس کے راجہ بلدیو سنگھ کے فریب وغدر و بدعہدی کی وجہ سے ایک جنگ میں شہید ہوئے۔"

(ماہنامہ کنزالایمان،جون ۲۰۰۷ء،ص ۲۲)

مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی نے آگرہ میں بھی اسلامی حکومت قائم کی تھی،اکبرآباد (آگرہ) کے قلعہ کے میدان میں بعد نمازِ عصر مجاہدین کو فن سپہ گری اور شہسواری کی مشق کرائی جاتی تھی۔جامع مسجد آگرہ میں جب مولانا مدراسی خطاب اور جمعہ کے لیے جاتے تو آپ کے ساتھ ہزاروں افراد کا جلوس ہوتا،آگے آگے کچھ لوگ نقارہ بجاتے تھے اس لیے آپ کو "نقارہ شاہ یا ڈنکا شاہ" بھی کہا جانے لگا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز حکومت بوکھلا اٹھی،فرنگیوں کا ظلم وستم عذاب کی شکل میں ہندوستانیوں پر ٹوٹ پڑا،انہوں نے چن چن کے مجاہدین کو شہید کرنا شروع

کردیا۔کسی کو انڈومان کی قید تنہائی ’’کالاپانی‘‘ کے طور پر دی گئی۔کسی کو صلیب ودار پر لٹکایا گیا۔کسی کی جائداد ضبط کرلی گئی۔چناں چہ تحریک آزادی کے مجاہد اعظم اور محرک اول علامہ فضل حق خیرآبادی کی جائداد ضبط کرلی گئی، کالی پانی کی سزا ہوئی، نازونعم میں پلے بڑھے اس شہزادے نے اپنی زندگی کے آخری ایام انتہائی دردوکرب کے ساتھ انڈومان کی مضر صحت اور زہریلی فضا میں گزارے۔وہاں رہ کر بھی آپ نے علمی و تصنیفی کام کیا، ’’الثورۃ الہندیہ‘‘ نامی معرکۃ الآرا کتاب آپ نے وہیں تصنیف فرمائی، جس کے مطالعہ سے انگریزی مظالم کا اندازہ ہوتا ہے اور آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔وہاں بھی علامہ کو کئی مرتبہ پیش کش کی گئی کہ آپ نے انگریز حکومت کے خلاف جو فتویٰ صادر کیا ہے اس سے رجوع کرلیں تو آپ کو رہا کردیا جائے گا۔مگر آپ استقامت کا کوہ ہمالہ ثابت ہوئے، جو ہر مخالفت کا جواں مردی سے مقابلہ کرتا ہے اور اپنی جگہ اٹل رہتا ہے۔

صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین آزردہ کو عہدۂ صدر الصدور سے برطرف کردیا گیا، جائداد ضبط کرلی گئی، آپ کی ذاتی لائبریری جس میں اس دور کے تقریباً تین لاکھ روپیوں کی کتابیں تھیں، برباد کردی گئی۔مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی، تختۂ دار پر اس مرد حق آگاہ نے عشق ومحبت آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈوب کر جو نعت پاک پڑھی اس سے آپ کے جذبۂ عشق کا پتہ چلتا ہے، کہتے ہیں۔

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
بس رسول پاک کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکم خواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پہ خاکی کفن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہوجائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نام حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

انھیں مولانا کافی شہید کے بارے میں ملک سخن کے شاہ امام احمد رضا کہتے ہیں۔

کافی امام نعت گویاں ہیں رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

مولانا رحمت اللہ کیرانوی ۱۸۵۸ء میں ہجرت کرکے مکۂ مکرمہ جاپہنچے، وہاں ’’مدرسۂ صولتیہ‘‘ قائم کیا، رد نصرانیت میں اپنی بے نظیر تصنیف ’’اظہار حق‘‘ کو عربی میں کیا، اور ساری عمر درس وتدریس اور علمی کام میں گزاری۔مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبرآبادی بھی اپنے دوست مولانا کیرانوی کے پاس حجاز مقدس آگئے اور طبعی موت پاکر جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خاک ہوئے۔ان کے علاوہ مولانا فیض احمد بدایونی کی خبر نہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔آپ کے سگے ماموں سیف المسلول علامہ فضل رسول بدایونی نے آپ کو بہت تلاش کیا مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔

آج ضرورت ہے کہ تاریخ کے اوراق کو کھنگالا جائے، وہ حقائق جنہیں منصوبہ بندی سے چھپایا گیا ان کی بازیافت کی جائے۔’’تاریخ نویسی‘‘ اور ’’تاریخ گری‘‘ کے فرق کو سمجھا جائے، ورنہ یقیناً یہ ناانصافی اور حق تلفی ہوگی کہ جنہوں نے اپنے تن من دھن کو ملک وملت کے لیے قربان کردیا، ناموس وطن کی خاطر اپنے عیش وعشرت کو تج دیا ان کی خدمات کو نظر انداز کرکے ایسے دین اور وطن

فروشوں کو قابیدورہ نمایا کر پیش کیا جائے جنھوں نے انگریزوں سے وظیفے اور اعزازات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قوم و ملت سے غداری کرکے انگریز نوازی کی مثال قائم کی۔ اس لیے حق دار کو حق دلانے کے لیے تعصب اور جانب داری کی عینک اتار کر مطالعہ کرنے، لکھنے اور بولنے کی ضرورت ہے۔ تحریک آزادی کے ان فراموش کردہ علما و مجاہدین کی خدمات اور کارناموں کو تفصیل سے جاننے کے لیے ارباب تحقیق و جستجو کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ یقیناً چشم کشا اور حقیقت افشاں ہوگا:

(۱) باغی ہندوستان، از: علامہ فضل حق خیرآبادی، مطبوعہ مبارک پور

(۲) حقائق تحریک بالاکوٹ، از: شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ مبارک پور

(۳) ۱۸۵۷ء پس منظر اور پیش منظر، از: علامہ یاسین اختر مصباحی، مطبوعہ دہلی

(۴) قائدین تحریک آزادی، ایضاً

(۵) انگریز نوازی کی حقیقت، ایضاً

(۶) قائدا نقلاب ۱۸۵۷ء، ایضاً

(۷) خون کے آنسو، از: علامہ مشتاق احمد نظامی، مطبوعہ دہلی

(۸) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، از: پروفیسر محمد مسعود احمد نقش بندی، مطبوعہ کراچی۔

□ □ □

توجہ دیں

مضمون نگار حضرات ماہنامہ سنی دنیا کے لئے اپنے مضامین ہمارے ان ای میل ایڈریس پر میل کرسکتے ہیں۔

sunniduniya@aalaahazrat.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
atiqhashmati@gmail.com

منقبت درشان

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

نوری میاں نے جس کو نوازہ تمہیں تو ہو
برکاتیت کی آنکھ کا تارہ تمہیں تو ہو

احمد رضا کی آنکھ کا تارہ تمہیں تو ہو
ہم سنیوں کے دل کا سہارا تمہیں تو ہو

حاصل ہے جس کو علم لدنی کی روشنی
علم و عمل میں زہد میں یکتا تمہیں تو ہو

ایسا فقیہ عالم اسلام میں ہے کہاں
علم رضا کے فیض کا دریا تمہیں تو ہو

جو اسوۂ رسول کا آئینہ دار تھا
وہ عاشق رسول سراپا تمہیں تو ہو

روحانیت کا فیض جسے جا ہو بخشدو
غوث الوریٰ کے فیض کا دریا تمہیں تو ہو

جس کی نظر سے راز غم نہ چھپ سکا
روشن ضمیر قادری دولہا تمہیں تو ہو

علم و عمل کی انجمن روشن ہے اس لئے
حامد رضا کا عکس مجلی تمہیں تو ہو

اشرفؔ کو اہل زر کی تمنا ہو کس لئے
حاجت روا جب اس کے سراپا تمہیں تو ہو

نتیجہ فکر: جناب حکیم قدرت اللہ صاحب اشرفؔ (مرحوم)

(دوسری قسط)

شیری رضوی اتحاد کے علمبردار۔حضرت اچھے میاں

(از:- مفتی سید شاہد علی حسنی نوری جمالی کریمی، شیخ الحدیث مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور

---پھاٹک والے مکان میں قیام ہوا بعدہٗ حافظ صاحب نے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی اسی سلسلے میں کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حافظ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ ارشاد فرمایا اور حافظ صاحب کو بیعت فرمایا۔

جب حافظ صاحب کا وصال ہوا تو نماز جنازہ نبیرۂ شاہجی میاں مولانا شاہ حبیب الرحمن خاں صاحب رضوی نے پڑھائی اور اس واقعہ کو ان کے وارثین کے سامنے بیان فرمایا۔ ان ہر دو واقعات سے اعلیٰ حضرت قبلہ اور حضرت شاہ کلیم اللہ ولی دادا میاں اور حضرت شاہجی محمد شیر میاں اور حضرت حافظ یعقوب علی خاں صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان کی بزرگی کا اندازہ لگانا ہر ایک کا کام نہیں۔

مولانا شاہ حبیب الرحمن خاں صاحب علیہ الرحمہ کا سنّیوں پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے سب کے سامنے اس واقعے کو بیان فرما کر ان بزرگوں کی بزرگی کا اظہار فرمایا۔ حافظ یعقوب علی خاں (۱۹۳۸ء) سے سن وصال نکلتی ہے۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۳۸ء چہارشنبہ کو آپ کا وصال ہوا بوقت صبح صادق محلہ بھورے خاں پاکھڑ والی مسجد میں آپ کا مزار شریف ہے۔ حافظ یعقوب علی خاں صاحب قبلہ کے پوتے برادر طریقت حافظ افتخار ولی خاں صاحب رضوی مالک کتب خانۂ اہل سنت نے یہ دونوں واقعات بیان فرمائے۔

(امانت رسول رضوی، قاری، تجلیات امام احمد رضا، ص ۵۳ تا ۵۵، مطبوعہ بریلی)

تلمیذ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری بہاری نبیرۂ محدث سورت مولوی قاری احمد صاحب کا بیان ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

• ۱۳۳۰ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خان صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے بریلی تشریف لے گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلے پر تھے کہ اعلیٰ حضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ: پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں۔ ان کو لے آئیے۔ کچھ لوگ گئے اور حافظ صاحب کو لا کر پھاٹک میں بٹھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مجلس میں حافظ صاحب کو مرید کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ: اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ (ظفر الدین قادری بہاری، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت ج ۳، ص ۲۲۷–۲۲۸، مرتبہ مفتی مطیع الرحمن مضطر، مطبوعہ یوپی۔ کے)

قاری محمد امانت رسول رضوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

جانشین حضرت ابوالمساکین سراج التارکین حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی شاہ محمد وجیہ الدین صاحب قبلہ رضوی ضیائی غازیپوری مدظلہ العالی سے منقول ہے کہ:

مقبول بارگاہ شاہجی میاں پیلی بھیت کے مشہور و معروف نعت خواں جناب الحاج علی بخش صاحب رضوی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی سے مرید ہونے کے بعد وہیں رہنے لگے۔ حاجی صاحب نے چند روز کے بعد اعلیٰ حضرت سے عرض کیا:

حضور میرا جی چاہتا ہے کہ اب ساری عمر حضور ہی کے

دربار میں گزاروں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

حاجی صاحب آپ اپنے اہل وعیال میں رہیں کبھی کبھی یہاں آتے رہا کریں۔

حاجی صاحب نے پھر وہی عرض کیا۔تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا پیلی بھیت میں ہمارے دوست شاہجی محمد شیر میاں صاحب کے یہاں آپ جائیں کہ بیوی بچوں سے بھی قرب رہے گا۔

پھر حدائق بخشش عطا فرمائی جس میں بعض نعتوں کا انتخاب کرکے اپنے قلم حق رقم سے نشانات بھی لگا دیئے اور فرمایا یہ پڑھا کریں (وہ حدائق بخشش آج بھی حاجی علی بخش صاحب کے پوتے جناب امیر حسین صاحب وغلام نبی حسین صاحب کے پاس موجود ہے) پھر فرمایا آپ کی نسل میں میلاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے والے ہوتے رہیں گے۔حاجی صاحب پیلی بھیت آئے اور شاہجی محمد شیر میاں کے پاس پہنچے۔شاہجی میاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بڑے مولوی صاحب نے میرے یہاں بھیجا ہے تو حاجی صاحب کا بہت ہی لحاظ اور خیال فرمانے لگے اور اپنی بارگاہ میں خاص مقام عطا فرمایا۔شاہجی میاں صاحب کی حیات میں عمر بھر میلاد پاک پڑھتے رہے ذکر اور حلقہ وغیرہ کی مجالس میں، شاہجی میاں حاجی صاحب ہی سے میلاد شریف پڑھواتے تھے اور کبھی باہر تشریف لے جاتے تو حاجی صاحب کو اپنے ہمراہ رکھتے نیز بعد وصال شاہجی میاں کے مزار پر ہر جمعرات کو میلاد پاک پڑھتے رہے۔۵/ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں شاہجی میاں کا وصال ہوا۔۱۳۸۷ھ تک حاجی صاحب کا یہ معمول رہا اپنے انتقال سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ میرے پیرومرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے صاحبزادے تاجدار اہلسنت حضور پر نور مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی پڑھائیں۔جب ۱۷/صفر ۱۳۷۸ھ/۲۶/اگست ۱۹۵۰ء روز سہ شنبہ کو حاجی صاحب کا وصال ہوا تو حاجی صاحب کے پوتے جناب امیر حسین صاحب نے تاجدار اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ مدظلہ العالی کو مطلع کیا اور سرکار مفتی اعظم قبلہ کو پیلی بھیت لائے حاجی صاحب کی نماز جنازہ حضرت نے پڑھائی۔اعلیٰ حضرت کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ حاجی صاحب کے بعد ان کے پوتے پیلی بھیت کے مشہور نعت خواں جناب غلام نبی حسین صاحب وجناب امیر حسین صاحب وجناب ننھا صاحب حاجی صاحب کے وصال کے بعد سے اب تک برابر یہ تینوں حضرات اور جناب ولا خاں صاحب اور منشی کفایت اللہ صاحب رضوی نوری حضور شاہجی میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر ہر جمعرات کو اپنے مخصوص انداز میں میلاد پاک مصطفی علیہ التحیۃ والثنا پڑھتے چلے آرہے ہیں۔(امانت رسول رضوی، قاری، تجلیات امام احمد رضا، ص ۶۶ تا ۶۷، مطبوعہ بریلی)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

۱۳۱۳ھ کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت سرکار مارہرہ شریف حاضر ہو رہے تھے اور شاہجی میاں ایک رئیس ضلع بلند شہر کے یہاں تشریف لے جارہے تھے۔اسٹیشن علی گڑھ پر ملاقات ہوئی۔شاہجی میاں صاحب نے سلام ومصافحہ کے بعد پہلے یہی بات پوچھی کہ:

کہیئے بڑے مولوی صاحب اب ندوہ کا کیا حال ہے؟۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

بحمد اللہ تعالیٰ دم توڑ رہا ہے۔آپ کی دعا درکار ہے۔

شاہجی میاں نے فرمایا:

ہم تو دعا کرتے ہی ہیں مگر پچھڑے گا تم ہی سے۔

شاہجی میاں کا کشف ملاحظہ فرمایئے اور اعلیٰ حضرت کے

مسلک برحق کی تائید دیکھئے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر پچھڑے گا تم ہی سے یعنی تمہارا جوطریقہ ہے وہ حق ہے تم حق پر ہو اور تم ہی اس میدان کے مرد مجاہد ہو۔اعلیٰ حضرت نے جیسا اس مجموعۂ ضلالت کو پچھاڑا وہ فتاویٰ الحرمین سے ظاہر ہے۔وللہ الحمد

(امانت رسول رضوی، قاری تجلیات امام احمد رضا، ص ۶۸، مطبوعہ بریلی)

حضرت شاهجي مياں كے جنازه ميں اعلي حضرت كي شركت:

تلمیذ اعلیٰ حضرت شہزادۂ استاذ زمن حضرت مولانا حسنین رضاخاں قادری رقمطراز ہیں کہ:

حضرت شاہ جی میاں صاحب سے بے حد پیار تھا انھوں نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ:

<u>ہمارے انتقال کی اطلاع ہمارے مولوی صاحب کو فوراً دے دینا۔</u>

چنانچہ جس رات میں شاہ جی میاں صاحب کا انتقال ہوا اس کی صبح کو پہلی گاڑی سے ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو اطلاع دینے کی غرض سے بریلی کو چل پڑے۔یہاں اعلیٰ حضرت قبلہ نے فجر کے فرضوں کے بعد ہی مجھے حکم دے دیا تھا کہ:

<u>جلدی موٹر لاؤ میں پیلی بھیت جاؤں گا۔</u>

میں فوراً اپنے ایک دوست کے یہاں پہنچا اور ان سے جلدی موٹر تیار کرنے کو کہا اور یہ بھی بتا دیا کہ:

<u>اعلیٰ حضرت قبلہ کو پیلی بھیت جانا آنا ہے۔</u>

انھوں نے اپنے مختار عام کو روپے دیئے اور کہا کہ فوراً موٹر میں بیٹھ کے پٹرول ڈلوالائیے اتنے میں ہم دونوں نے ناشتہ کیا کہ موٹر آ گئی اور میں جیسے ہی موٹر سے سوداگری محلہ اترا ہوں حاجی کفایت اللہ صاحب سامان سفر موٹر میں رکھنے لگے مجھ سے کہا کہ گھر میں اطلاع کر دیجئے حضرت تیار ہی بیٹھے ہیں۔ میں نے خود عرض کیا کہ:

<u>موٹر آ گئی ہے اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ فوراً باہر تشریف لائے موٹر میں بیٹھے اور روانہ ہوئے۔</u>

یہ سب کچھ ہو گیا مگر سمجھ میں کسی کی نہ آیا کہ روانگی میں اس قدر عجلت کیوں برتی گئی۔جب ایک گھنٹے کے بعد ایک صاحب پیلی بھیت سے حضرت شاہ جی میاں صاحب قبلہ کے انتقال کی اطلاع دینے یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ عجلت کی یہ بات تھی۔ان سے کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت یا تو کھکرا ندی کے پل سے گزر رہے ہوں گے یا پیلی بھیت پہنچ لیئے ہوں گے۔انھوں نے کہا کہ میں پہلا آدمی ہوں جو شاہ جی میاں صاحب کے انتقال کی خبر دینے بھیجا گیا ہوں انھیں پہلے کس نے اطلاع دے دی۔کسی نے کہا کہ شاہ جی میاں صاحب قبلہ خواب میں کہہ گئے ہوں گے یا یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور اللّٰه۔(حسنین رضاخاں قادری، مولانا، سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات، ص ۱۱۱، مطبوعہ کانپور)

خانوادۂ شیریہ کے خانوادۂ رضا سے روابط:

الحاج حافظ نبیہ حسن شیری جمالی مرید خاص حضرت اچھے میاں صاحب جمالی شیری نے بتایا کہ حضرت شہزادے میاں جمالی شیری نے فرمایا کہ:

ایک دن اچانک شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہلسنت، حضور مفتی اعظم عالم حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضاخاں قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ خانقاہ شیریہ تشریف لے آئے۔اس دن کسی فاتحہ کا پروگرام تھا قل شریف ہو رہا تھا کثیر تعداد میں مریدین محبین شریک تھے۔میرے جد امجد و پیر و مرشد حضرت بنے میاں سجادۂ دوم آستانہ عالیہ شیریہ پیلی بھیت شریف علیہ الرحمہ نے حضرت مفتی اعظم قبلہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا حضرت یہاں میرے پاس کھٹولی پر تشریف لے آئیے۔ مگر حضور مفتی اعظم وہیں دوسرے لوگوں کے درمیان

فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ دادا پیر نے کئی بار کوشش کی مگر حضور مفتی اعظم نے حدیث شریف کے مطابق کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے وہیں فرش پر بیٹھنا ہی بہتر خیال فرمایا۔ تو میرے جد امجد و پیر و مرشد حضرت بنے میاں صاحب جمالی شیری ایک عالم حق آگاہ اور نائب رسول کی تعظیم و توقیر میں کھٹولی سے اتر کر خود بھی فرش پر بیٹھ گئے۔ اور یہ گوارہ نہ کیا کہ ایک عالم دین فرش پر بیٹھے اور میں اوپر کھٹولی پر بیٹھوں۔

اللہ اللہ! ایک کے دل میں دوسرے کے لئے کیسی قدر و منزلت تھی۔ یہ واقعہ سنہری لفظوں سے لکھنے کے قابل ہے کہ ہر ایک بزرگ نے ایک دوسرے کا احترام کیا اور انکساری کا اظہار کس انداز میں کیا۔ یہ طرز عمل ہم وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ جمالیہ شیریہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کے لئے بہترین درس ہدایت ہے کہ ہم باہم کس طرح سلوک روا رکھیں اور علماء و فقراء کا کس طور پر ادب و احترام اور قدر و منزلت کریں۔ جو ہماری دنیا بھی بنا دے اور آخرت کی مشکلیں بھی آسان کر دے۔ (روایت حافظ نبیہ حسن شیری رکن مجلس انتظامی الجامعۃ الاسلامیہ رامپور بمقام خانقاہ نوریہ جمالیہ کریمیہ لال مسجد رامپور بتاریخ ۲۵ر فروری ۲۰۱۶ء)

سید محمد صفدر علی قادری مصنف "حیات مفتی عالم" حضرت اچھے میاں کے برادر اکبر حضرت الحاج نوشے میاں جمالی شیری کا قول ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۱۵ر محرم الحرام بروز جمعہ بعد نماز جنازہ حضرت حاجی شاہ نوشے میاں صاحب شیری سجادہ نشین خانقاہ حضرت شاہجی محمد شیر میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

آج تک میں نے اتنا مجمع نہیں دیکھا جتنا مجمع حضرت مفتی اعظم ہند کے نماز جنازہ میں دیکھا۔ اللہ کے ولی کی یہی شان ہوتی ہے۔ (حیات مفتی عالم، ص ۷۱، مطبوعہ پیلی بھیت شریف)

قاری امانت رسول رضوی فرماتے ہیں کہ:

حضور مفتی اعظم کے جنازہ میں حضرت نوشے میاں صاحب جمالی شیری اور حضرت نصیر میاں صاحب جمالی شیری دونوں بھائی شریک تھے۔ عمدۃ المحققین مولانا محمد حنیف خاں صاحب قادری نوری فرماتے ہیں کہ:

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جنازہ میں الحاج مولوی نوشے میاں صاحب جمالی شیری اور الحاج مولوی نصیر میاں صاحب جمالی شیری دونوں ہم سے اگلی صف میں موجود تھے۔ اس کا میں چشم دید گواہ بھی ہوں۔

آپ نے اعلیٰ حضرت کے فرزند اصغر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری مفتی اعظم عالم علیہ الرحمہ کے پندرہویں صدی کے مجدد ہونے کی تائید و تصدیق کی۔ قاری محمد امانت رسول رضوی پیلی بھیتی فرماتے ہیں کہ:

جب میں پندرہویں صدی کے مجدد کی تصدیق لینے بہیڑی پہنچا تو حضرت الحاج اچھے میاں صاحب قادری جمالی شیری علیہ الرحمہ نے بہت کرم فرمایا اور حضور مفتی اعظم پر بڑے اچھے انداز میں گفتگو کی۔ اس پر جب میں نے حضرت الحاج مولانا نوشے میاں صاحب قادری جمالی شیری کی تصدیق دکھائی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"لائیے! قلم و کاغذ دیجئے" اور پھر فوراً تصدیق لکھ کر عطا فرما دی۔ آپ کے برادر اکبر شیخ طریقت حضرت الحاج مولانا شاہ نوشے میاں جمالی شیری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیریہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف بھی حضور مفتی اعظم کے مجدد ہونے کی ۲ر محرم ۱۴۰۲ھ کو تصدیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

میں بھی تصدیق کرتا ہوں حضرت مفتی شاہ مصطفیٰ میاں صاحب بریلوی مجدد بھی ہیں

(جاری ہے۔۔۔)

जवाब : मौलाना अबूस सालेह मुहम्मद फ़ैज़ अहमद उवैसी।

सवाल न. 35 :आलाहज़रत की उस मबसूत किताब का नाम बताइये जो उन्होंने अपने उस्तादे मुकर्रम मिर्ज़ा गुलाम क़ादिर बेग मरहूम के इस्तिफ़ता पर तहरीर फ़रमाई थी?

जवाब : تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین

सवाल न. 36 : इस किताब की ज़बान और सने तसनीफ़ बताइये?

जवाब : उर्दू 1305 हिजरी।

सवाल न. 37 :आप उस किताब का मौज़ू बताइये?

जवाब : आँहज़रत अफ़ज़लुल मुरसलीन हैं यानी (सब रसूलों से बिहतर हैं)

सवाल न. 38 :बताइये उस किताब में क़ुर्आनी आयात के अलावा कितनी अहादीस से अपने मौज़ू को साबित किया है?

जवाब : तक़रीबन 170 अहादीस से।

सवाल न. 39 : मिर्ज़ा गुलाम अहमद क़ादयानी की झूटी नबुव्वत के रद में आलाहज़रत ने एक निहायत उम्दा किताब तहरीर फ़रमाई है आप नाम बता दीजिए?

जवाब : جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ

सवाल न. 40 : बताइये उस किताब में अलावा दीगर दलाइल के कितनी अहादीसे शरीफ़ा नक़ल की गई हैं?

जवाब : 121 अहादीस।

सवाल न. 41 : बताइये यह मबसूत किताब किस ज़बान में लिखी गई है?

जवाब : उर्दू ज़बान में।

सवाल न. 42 : औलियाए किराम के मज़ारात पर सज्दए ताज़ीमी की हुरमत में आलाहज़रत ने एक ज़खीम किताब तसनीफ़ की है आप नाम बता दीजिए?

जवाब : الزبدة الزكية فى سجود التحية

सवाल न. 43 :बताइये इस मौज़ू के ज़ेल में कितनी अहादीस पेश की गई हैं?

जवाब : चालीस।

सवाल न. 44 :तसवीर की हुरमत पर आलाहज़रत ने एक रिसाला मुबारक तसनीफ़ फ़रमाया है, आप नाम बता दीजिए?

जवाब : شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ

सवाल न. 45 : बताइये उस किताब को कितनी अहादीस से साबित किया गया है?

जवाब : 127 अहादीस से।

सवाल न. 46 : बताइये यह रिसाला किस ज़बान में लिखा गया है?

जवाब : उर्दू में 1315 हिजरी में।

सवाल न. 47 : बताइये आलाहज़रत की निहायत मशहूर किताब (अलअमनो वलउला लेनाएती अलमुस्तफ़ा) में क़ुर्आन ओ हदीस से कितने दलाइल पेश किये गये हैं?

जवाब : 66 क़ुर्आन से और 300 अहादीस से।

सवाल न. 48 : बताइये यह किताब कब और किस ज़बान में लिखी गई है?

जवाब : 1311 हिजरी को उर्दू ज़बान में।

सवाल न. 49 :बताइये फ़िरिश्तों की पैदाइश के मौज़ू पर आलाहज़रत ने कितनी अहादीस की रौशनी में (अहादीसुल मुबारका फ़ी ख़ल्क़िल मुबारका) नामी रिसाला तसनीफ़ फ़रमाया है?

जवाब : 21 अहादीस की रौशनी में।

सवाल न. 50 : बताइये यह रिसाला कब और किस ज़बान में लिखा गया था?

जवाब : 1311 हिजरी को उर्दू ज़बान में।

सवाल न. 51 : नमाज़ के बाद मुआनक़ा व मुसाफ़ा करने पर बाज़ हज़रात ने बिदअत का फ़तवा लगाया तो आलाहज़रत ने उस फ़तवे की तरदीद में 15 सही हदीसें और फ़िक़्ह के बहुत से अक़वाल पेश किये, बताइये किस नाम से?

जवाब : وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید

(जारी है ——)

सवाल न. 19 :आलाहज़रत की उस तालीफ़ का नाम बताइये जिसमें बा ज़बान उर्दू निहायत मुहक़्क़िक़ाना मुहद्दिसाना रंग में साबित किया गया है के जिब्राईल भी हैं ख़ादिम व दरबाने मुहम्मद

जवाब : (इजलाले जिब्राईल बे जालेही ख़ादिमन लिल महबूबि लजलील)।

सवाल न. 20 : बताइये इस तालीफ़ का सने तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 1298 हिजरी।

सवाल न. 21 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें आँहज़रत की शफ़ाअत के इसबात में चालीस अहादीस पेश की गई हैं?

जवाब : (इस्माइल अर्बईन फ़ी शफ़ाअति सय्यिदिल मुरसलीन)।

सवाल न. 22 :बताइये इस तसनीफ़ का सने तसनीफ़ क्या है, नीज़ यह भी बताइये कि यह किताब किन दो ज़बानों में तहरीर की गई है?

जवाब : 1305 हिजरी उर्दू व अरबी।

सवाल न. 23 :इमाम ऐनी शारिहे बुख़ारी पर किसीने मुतअद्दिद (चन्द) ऐतराज़ात किये थे, बताइये आला हज़रत ने अपनी किस तसनीफ़ में उन ऐतराज़ात के इल्मी और तहक़ीक़ी जवाबात दिये हैं?

जवाब : (नूरे ऐनी फ़िल इन्तिसारिल इमामिल ऐनी)।

सवाल न. 24 : उस किताब का सने तसनीफ़ और ज़बान दोनों बताइये?

जवाब : 1296 हिजरी अरबी।

सवाल न. 25 : आला हज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जो इस बाब पर मुदल्लल मजमूआ है कि सदहा हदीस में हज़रत अबूबक्र सिद्दीक़ और हज़रत उम्र फ़ारूक़ के असमाए गिरामी आयें हैं

जवाब : (वजहुल मशूक़ बिजलवते अस्माइससिद्दीक़ वल फ़ारूक़)।

सवाल न. 26 :उस तसनीफ़ की ज़ुबान बताइये नीज़ सने तसनीफ़ भी?

जवाब : 1297 हिजरी उर्दू।

सवाल न. 27 : आलाहज़रत की उस तालीफ़ का नाम बताइये जिसमें साबित किया गया है कि हदीस में आँहज़रत के असमाए गिरामी एक हज़ार से भी ज़ाइद हैं?

जवाब : العروس لاسماء الحسنى فيما لنبينا من الاسماء الحسنى

सवाल न. 28 :बताइये यह तसनीफ़ किन दो ज़बानों में तहरीर की गई है, नीज़ इसका सने तालीफ़ भी बताइये?

जवाब : अरबी उर्दू 1306 हिजरी।

सवाल न. 29 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें हदीस कसीरा से एतक़ादी अमली निफ़ाक़ का फ़र्क़ साबित किया गया है?

जवाब : انباء الحذاق بمسالك النفاق

सवाल न. 30 :उस तसनीफ़ का सन् तसनीफ़ बताइये, नीज़ उसकी ज़बान भी?

जवाब : 1309 हिजरी उर्दू।

सवाल न. 31 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें मसलाए इल्मे ग़ैब के मुतअल्लिक़ बेशुमार अहादीस का ज़ख़ीरा जमा कर दिया गया है, आपकी आसानी के लिए हम इतना बता देते हैं कि यह तसनीफ़ 1318 हिजरी में बा ज़बान अरबी और उर्दू तहरीर की गई है?

जवाब : مالي الحبيب بعلوم الغيب

सवाल न. 32 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें उलमाऐ मक्का का आपसे अहादीस की इजाज़त तलब करने का मुफ़स्सल बयान है?

जवाब : الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية

सवाल न. 33 : आप उस मशहूर किताब का सने तसनीफ़ भी बताइये और ज़बान भी?

जवाब : 1323 हिजरी अरबी।

सवाल न. 34 : बताइये आलाहज़रत को दर्जे ज़ेल अलफ़ाज़ की सूरत में किस बड़े मुहद्दिस ने ख़िराजे अक़ीदत पेश किया है? "काश इमाम बुख़ारी बक़ैदे हयात होते तो हमारे इमाम के इल्मी तबह्हुर को देख कर उनके क़ल्बी इज़्ज़त व एहतराम को बड़ी मसर्रत से चूम लेते"।

और साहिबे फ़तहुल क़दीर, अगर हयात (ज़िन्दा) होते तो वह आलाहज़रत बरेलवी से इस्तिफ़ादा (फ़ायदा हासिल करना) करते। इसी तरह हदीस में जो मक़ाम व मर्तबा आपको हासिल है, अगर इब्ने हजर असक़लानी व ज़हबी व स्यूती और अल्लामा ऐनी होते तो वह आपको बड़े क़द्र व मंज़िलत की नज़र से देखते बताइये। इन लफ़्ज़ों में किस शख़्सियत ने आलाहज़रत को ख़िराजे अक़ीदत पेश किया है?

जवाब : मुफ़्ती ग़ुलाम सरवर ने।

सवाल न. 5 : आलाहज़रत की उस किताब का नाम बताइये जिसमें आपने सनदात (सनदों) का ज़िक्र तफ़सील से किया है?

जवाब : الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ

सवाल न. 6 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें आपने सय्यिदिना अमीर मआविया के मनाक़िबे जलीला को दलाइले क़ाहिरा से साबित किया है?

जवाब : (अलअहादीसुर्राविया लि मदहेल अमीर मआविया)।

सवाल न. 7 : बताइये उस किताब का सने तसनीफ़ क्या है और यह भी बताइये कि एक साथ किन दो ज़बानों में लिखी गई है?

जवाब : 1313 हिजरी उर्दू और अरबी में।

सवाल न. 8 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसमें बताया गया है कि आलिमे दीन को हदीस की तख़रीज में किस–किस बात का लिहाज़ रखना ज़रूरी है?

जवाब : (अररवज़ुल बहीज फ़ी आदाबित्तख़रीज)।

सवाल न. 9 : बताइये यह तसनीफ़ किस ज़बान में लिखी गई है?

जवाब : अरबी ज़बान में।

सवाल न. 10 : बताइये इस तसनीफ़ का सने तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 1296 हिजरी ता 1299 हिजरी।

सवाल न. 11 : आलाहज़रत के वालिद माजिद ने फ़ज़ाइले इल्म की रौशनी में एक रिसाला लिखा था, जिसकी शरह आपने तहरीर फ़रमाते हुए हदीस के फ़वाइद व दुआबत, जवाहिरे हदीस की कुतुब और हदीस के मुख़्तलिफ़ मरातब पर रौशनी डाली है, क्या आप इस तसनीफ़ का नाम बता सकते हैं?

जवाब : (अन्नुजूमस्सवाक़िब फ़ी तख़रीजे अहादीसिल कवाकिब)।

सवाल न. 12 : बताइये यह किताब किस ज़बान में लिखी गई है?

जवाब : अरबी में

सवाल न. 13 : बताइये इस तसनीफ़ का सने तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 1313 हिजरी।

सवाल न. 14 : आलाहज़रत के उस रिसाले का नाम बताइये जिसमें आँहज़रत के लिए साया साबित करने वालों की मुहद्दिसाना रंग में तरदीद की गई है यानी हदीसों के ज़रिए रद किया गया है। आप की आसानी के लिए हम इतना बता देते हैं कि यह रिसाला फ़ारसी ज़बान में है?

जवाब : (हदयुल हयरान फ़ी नफ़्यिल फ़ैऐ अन शम्सिल अक्वान)।

सवाल न. 15 : बताइये इस रिसाले का सने तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 1299 हिजरी।

सवाल न. 16 : मुन्करीने शाने रिसालत का हदीस (लौलाक लमा ख़लक़्तुल अफ़्लाक) पर जो इल्ज़ाम है आलाहज़रत ने अपनी एक तसनीफ़ से साबित फ़रमाया है कि यह हदीस कई सनदों से सही है। बताइये इस तसनीफ़ का नाम क्या है?

जवाब : (तलालुल अफ़लाक बे हलाले हदीसे लौलाक)।

सवाल न. 17 : बताइये इस तसनीफ़े लतीफ़ का सने तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 1305 हिजरी।

सवाल न. 18 : बताइये यह तसनीफ़ किन दो ज़बानों में तहरीर की गई है?

जवाब : अरबी और उर्दू।

तर्जमा कुर्आन किस सन् ईसवीं में किया था?

जवाब : 1911 ईसवीं में।

सवाल न. 37 : तर्जमा कुर्आन कंजुल ईमान के वक़्त इमाम अहमद रज़ा की उम्र कितनी थी?

जवाब : सन ईसवीं के मुताबिक़ 55 साल और सन हिजरी के मुताबिक़ 58 साल।

सवाल न.38 : मलिक शेर मुहम्मद अवान, आफ़्काला बाग ने इमाम अहमद रज़ा की कुर्आन फ़हमी, पर एक रिसाला तहरीर किया है आप उस रिसाले का नाम बता सकते है?

जवाब :इमाम अहमद रज़ा और महासिने कंजुल ईमान।

सवाल न. 39 : उस रिसाले में मुहर्रिर (लिखक) ने कितने मकामात की निशानदेही की है जहाँ इमाम अहमद रज़ा ने दीगर मुर्तजमीन से बेहतर तजुमा किया है?

जवाब : 26 मकामात की।

सवाल न. 40 : इस रिसाले में मुहर्रिर (लिखक) ने कंजुल ईमान की चंद अदबी ख़ूबियाँ भी बयान की हैं। जो बाज़ दीगर तराजिम में नहीं हैं, क्या आप उन ख़ूबियों की तादात बता सकते हैं?

जवाब : दस।

सवाल न. 41 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने इस आयत का क्या तर्जमा किया है?

जवाब : "तुम फ़रमाओ ज़ाहिरी सूरते बशरी में तो मैं तुम जैसा ही हूँ"।

सवाल न. 42 :आम तौर पर मुतर्जिमीन लफ़्ज़ "नबी" का तर्जुमा "नबी" से ही करते है। बताइये इमाम अहमद रज़ा ने इल्मे लुग़त के तहत इस लफ़्ज़ का तर्जमा क्या फ़रमाया?

जवाब : ग़ैब की ख़बरें बताने वाला।

सवाल न. 43 :सूरह फ़ील के इब्तिदाई लफ़्ज़ का तर्जमा आम तौर पर मुतर्जिमीन ने किया है "क्या तूने न देखा" बताइये इमाम अहमद रज़ा ने इन अलफ़ाज़ का क्या तजुमा फ़रमाया है?

जवाब : ऐ महबूब क्या तुमने न देखा।

सवाल न. 44 : कुर्आन पाक के लफ़्ज़ (कुल) का तर्जमा आम तौर पर "कहो" से किया गया है। बताइये इमाम अहमद रज़ा ने इसका तर्जमा क्या किया है?

जवाब : तुम फ़रमाओ।

सवाल न. 45 :हिन्दुस्तान के अल्लामा सय्यद मुहम्मद मदनी मियाँ ने इमाम अहमद रज़ा की कुर्आन फ़हमी पर एक मकाला तहरीर फ़रमाया है नाम बता दीजिए?

जवाब : इमाम अहमद रज़ा और तराजिमे कुर्आन का तक़ाबुली मुताला।

सवाल न. 46 :बताइये इमाम अहमद रज़ा ने अपनी विलादत का सन् हिजरी किस आयते करीमा से मुसतम्बत (निकाला) किया है?

जवाब : اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه

सवाल न. 47 : अब आप इसका तर्जमा भी बता दीजिए?

जवाब : यह हैं वह जिनके दिलों में अल्लाह ने ईमान नक़्श फ़रमा दिया और अपनी पसंदीदा रूह से उनकी मदद फ़रमाई

सवाल न. 48 :बताइये इमाम अहमद रज़ा के तर्जमा कुर्आन को इलहामी तर्जमा किसने कहा था?

जवाब : सय्यद मुहम्मद मुहद्दिस कछोछवी ने।

हदीस फ़हमी

सवाल न. 1 : बताइये इमाम अहमद रज़ा और इल्मे हदीस पाकिस्तान के किस मायानाज़ अल्लामा की किताब है?

जवाब : मौलाना अबू सालेह मुहम्मद फ़ैज़ अहमद उवैसी की।

सवाल न. 2 : बताइये इस किताब का पेशे लफ़्ज़ किसने लिखा है?

जवाब : मुफ़्ती गुलाम सरवर क़ादिरी ने।

सवाल न. 3 : बताइये यह किताब लाहौर के किस मशहूर इदारे ने शाय की है?

जवाब : मरकज़ी मजलिसे रज़ा लाहौर ने।

सवाल न. 4 : जिस तरह फ़िक़्ह में उलमा ने आपका मकाम इस हद तक बलन्द पाया है कि अल्लामा शामी

किस्त–5

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिबः प्रो0 हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची
पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाज़ार संदल ख़ाँ, बरेली शरीफ़

सवाल न. 26 : बताइये अशरफ़ अली थानवी के तर्जमे में क्या ख़राबी है?

जवाब : उनके तर्जमे से मालूम होता है कि आँ हज़रत भी गुनाहगार थे (नाऊज़ुबिल्लाह)।

सवाल न. 27 : (इन्ना फ़तहना लका फ़तहम मुबीना लेयग़फ़ेरा लकल्लाहु मा तक़द्दमा मिन ज़मबिका वमा तअख़्ख़रा) (पारा नं0 26 रुकू नं0 9) का तर्जमा मौलाना अशरफ़ अली थानवी ने किया है। "बेशक हमने आपको खुल्लम खुल्ला फ़तह दी ताकि अल्लाह तआला आपकी सब अगली पिछली ख़ताऐं माफ़ कर दे" बताइये इस आयत का आलाहज़रत ने क्या मुहतात तर्जमा फ़रमाया?

जवाब : बेशक हमने तुम्हारे लिए रोशन फ़तह फ़रमा दी ताकि अल्लाह तआला तुम्हारे सबब से गुनाह बख़्शे तुम्हारे अगलों के और तुम्हारे पिछलों के।

सवाल न. 28 : बताइये मौलाना अशरफ़ अली थानवी के तर्जमे में क्या ग़लती है?

जवाब : उनके तर्जमे से तअस्सुर मिलता है कि आँ हज़रत गुनहगार थे। (नाऊज़ुबिल्लाह)।

सवाल न. 29 : (वन्नजमे इज़ा हवा) (पारा 27 रुकू 7) का तर्जमा मौलाना महमूद अल हसन ने किया है "क़सम है तारे की जब गिरे" आलाहज़रत ने क्या तर्जमा फ़रमाया है?

जवाब : उस प्यारे चमकते तारे मुहम्मद की जब यह मेराज से उतरे।

सवाल न. 30 : (व मरयमब्निता इमरानल्लती अहसनत फ़र्जहा) (पारा नं0 28 रुकू नं0 20) का तर्जमा मौलाना महमूद उल हसन ने किया है कि "और मरयम बेटी इमरान की, जिसने रोके रखा अपने शहवत की जगह को" बताइये आलाहज़रत ने क्या तर्जमा फ़रमाया?

जवाब : "और इमरान की बेटी मरयम जिसने अपनी पारसाई की हिफ़ाज़त की।

सवाल न. 31 : अल्लामा गुलामे रसूल सईदी के मारकतुल आरा रिसाला "ज़ियाए कंज़ुल ईमान" का पेशे लफ़्ज़ किसने लिखा है?

जवाब : मौलाना इनायत उल्ला चिश्ती ने

सवाल न. 32 : बताइये ज़ियाए कंज़ुल ईमान के पाँचवें एडीशन में पाकिस्तान के किस नामवर अदीब शायर का पेशे लफ़्ज़ शामिले इशाअत है?

जवाब : राजा रशीद महमूद का।

सवाल न. 33 : इमाम अहमद रज़ा के तर्जमा कुर्आनअल मौसूम "कंज़ुल ईमान" के इल्मी महासिन पर अल्लामा गुलाम रसूल सईदी ने एक मआरकतुल आरा रिसाला क़लम बन्द किया है। बताइये नाम क्या है?

जवाब : ज़ियाए कंज़ुल ईमान।

सवाल न. 34 : बताइये यह किसने कहा था कि आलाहज़रत शैख़ सादी के फ़ारसी तर्जमे को सराहा करते थे, लेकिन अगर शैख़ सादी उर्दू ज़बान के इस तर्जमे को देख पाते तो फ़रमा देते "तर्जमा कुर्आन शय दीगर अस्त व इल्मे कुर्आन शय दीगर अस्त" (कुर्आन का तर्जमा और चीज़ है–इल्मे कुर्आन और चीज़ है)

जवाब : सय्यद मुहम्मद मुहद्दिस कछौछवी ने।

सवाल न. 35 : इमाम अहमद रज़ा के तर्जमा कुर्आन का नाम बताइये?

जवाब : कंज़ुल ईमान।

सवाल न. 36 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने यह

a person say that: It is possible after our Nabi Mohammad صلی اللہ علیہ وسلم for another Rasool to be commissioned, then the hesitation to charge him with infidelity will be far-fetched and definitely the assistance will be sought from the coalition during the argument in order to present the evidence to consider this issue to be impossible (Muhaal), because it is not impossible through intellect and the objector won't be unable to interpret the words of the Prophet "لانبی بعدی" (there is no Prophet after Me) and the verse of Allah "خاتم النبیین" (the last Prophet). Accordingly, he may say, that خاتم النبیین means 'Magnificent (Outstanding) Messenger' (Ulul Azm), because Allah's word (النبیین) is general and the specialization of general is not unlikely and the Holy Prophet never meant to say no Rasool by saying "لانبی بعدی" "There is no Nabi after me". And (he may say that) there is a difference between a Nabi & a Rasool, (and he may say that) a Nabi is superior to a Rasool in degree. Other words besides this are those which are considered as a sort of delirium. So, it could not be claimed merely by this word that this and the other similar things are impossible, because in regard with the interpretation of the verses which are giving clearly the meaning of likeness (Tashbeeh), we decided to repulse such many probabilities, which were more far-fetched than these conditions of likelihood. Even then, the aforesaid probabilities could not be considered to be repulsing the verses. However, this objector should be refuted, as the Ummah unanimously understood through this word and the context of its condition that this word means that "Neither will any new Nabi nor any new Rasool be commissioned" after Huzoor صلی اللہ علیہ وسلم and there is no interpretation to this and no capacity of specialization. So he who refuses this will be only considered as the refuser of the coalition (Munkir-e-Ijma). [Al Iqtisad fil I'teqad 302 - 308]

The author should consider what a clear explanation is given in the book "Al Iqtisad" which is also very reliable to him; that there is no capacity of interpretation (Taaweel) or specialization to the meaning of "خاتم النبیین", and it is a fixed meaning through the coalition of the Ummah that a new Nabi and a new Rasool after Huzoor صلی اللہ علیہ وسلم is inexistent forever (totally impossible), and he who believes the commission of a new Nabi to be possible is the refuser of the coalition and he is counted amongst the very people who must be charged with the infidelity. And again after looking at this phrase from Al Iqtisad, he must declare the result of the judgment mentioned on page (30) as saying:

"His (i.e. Imam Ahmed Raza's) fatwa of kufr against Deobandis, however, was a mistake"

(Cont..........)

Quran has mentioned it in the situation of praise, and it has been considered through the Sunnah and unanimous belief of the Ummah to be a Great Excellence of Huzoor صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم, and all that is considered to be the (from the) Essential Principles of Deen, so (it must be noted that) by repulsing all this, Qasim Nanotvi has refuted many Essential Principles of Deen (ضروریات دین) in just one sentence. Now, even after this, he is a Muslim in the view of author and it is baseless (according to the author) to charge him with the infidelity. How and from where can the author bring the interpretation of "خاتم النبیین", where as, it has been stated categorically in the knowledgeable book of Imam Ghazaali "Al Iqtisad" which is also reliable to the author, as follows:

الباب الرابع

في بيان من يجب تكفيره من الفرق

إلا أن قال: الرتبة السادسة: ألا يصرح بالتكذيب ولا يكذب أيضا أمرا معلوما على القطع التواتر من أصول الدين، ولكن ينكر ما علم صحته بالإجماع المجرد، فلا مدرك لصحته إلا الإجماع، فأما التواتر .. فلا يشهد له، كالنظام مثلا إذ أنكر كون الإجماع حجة قاطعة في أصله، وقال: ليس يدل على استحالة الخطإ على أهل الإجماع دليل عقلي قاطع ولا شرعي متواتر لا يحتمل التأويل، فكل ما يستشهد به من الأخبار والآيات مؤول بزعمه، وهو في قوله هذا خارق لإجماع التابعين، فإنا نعلم إجماعهم على أن ما أجمع عليه الصحابة حق مقطوع به لا يمكن خلافه، فقد أنكر الإجماع وخرق الإجماع.

وهذا في محل الاجتهاد، ولي فيه نظر، إذ الإشكالات كثيرة في وجه كون الإجماع حجة، فيكاد يكون ذلك كالممهد للعذر، ولكن لو فتح هذا الباب .. انجر إلى أمور شنيعة، وهو أن قائلا لو قال: يجوز أن يبعث رسول بعد نبينا محمد صلى الله عليه وسلم .. فيبعد التوقف في تكفيره، ومستند استحالة ذلك عند البحث يستمد من الإجماع لا محالة، فإن العقل لا يحيله، وما نقل فيه من قوله ((لا نبي بعدي)) ومن قوله تعالى ﴿ خاتم النبيين ﴾ .. فلا يعجز هذا القائل عن تأويله فيقول: ﴿ خاتم النبيين ﴾ أراد به أولي العزم من الرسل، فإن قوله ﴿ النبيين ﴾ عام، ولا يبعد تخصيص العام، وقوله ((لا نبي بعدي)) لم يرد به الرسول، وفرق بين النبي والرسول، والنبي أعلى رتبة من الرسول .. إلى غير ذلك من أنواع الهذيان.

فهذا وأمثاله لا يمكن أن تدعى استحالته من حيث مجرد اللفظ، فإنا في تأويل ظواهر التشبيه قضينا باحتمالات أبعد من هذه ولم يكن ذلك مبطلا للنصوص، ولكن الرد على هذا القائل أن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبدا، وعدم رسول أبدا، وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص، فمنكر هذا لا يكون إلا منكرا للإجماع) (الاقتصاد في الاعتقاد ص 302-308)

The summary of the statement is that Imam Ghazaali has set a chapter describing those sects regarding whom it is compulsory (Waajib) to regard as Kaafir, and he stated that the sixth stage is that the person neither refutes the Quran or Sunnah clearly, nor refuses such a matter which is known to be from the Principles of Islam through continuity and unbroken series, but he should be refuting such a matter which is proven only (He does not refute Quran Sunnah or the Prophetic Tradition, but he refutes only the matters that are proven) through the coalition (Ijma-e-Mahadh). Later, he says further on: If the gate to refuse the coalition through interpretation were to be opened, it will lead to many evil matters. In this way, should

Part (6)

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: HUZOOR SAYYIDI TAAJUSH SHARIAH ALLAMA MUFTI
Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

(Cont..........)

So is the author a preacher of modern prin- ciples of religion and of a new Islam? You are objecting to orthodoxy and preaching innovation (something new, Bid'at), so then, what have you yourself become?

5) The author is stating that it is enormous to charge a Muslim with infidelity. Although, it is general but it is clear that the author is saying this word in order to defend the deob- andis. That means clearly that Deobandis are Muslims in the view of the author and it is enormous (an offense) to call them Kaafir. It is now the responsibility upon the author to prove that the Deobandis are Musli- ms.

Is the refutation of Khatm- -e-Nubuiwat (Finality of Prophethood) (ختم نبوت), not a refusal of Essential Islamic principles (Zarooriat-e-Deen)? Is it not the refusal of Quran and Sunnah and the coalition of the Ummah to consider ""خاتم النبیین in the meaning of last messenger as a belief of laymen (Ignorant people)? If it is not (regarded as refusal) then how? And if it is refusal, and indeed it is so, then is it not an infidelity?

After declaring the aforesaid mea- ning of ""خاتم النبیین as a thought of laymen, is it not a refusal upon refusal, and is it not refutation upon refutation to later say that it would be clear to the people of understanding that being advance or late in time has no virtue in its own?

The author must declare in sight of the knowledgeable book "Al Iqtisad", written by Imam Ghazaali, which is reliable even to him, whether there is any acceptable interpretation regarding the verse خاتم النبیین""? If there is any, then what is that? And what evidence is there, to the accept- ability of it from Shariah?

And if there is never any interpretation, which there isn't at any account, then the refusal upon refusal and refutation of this "Aayat-e-Karima" (sacred word) خاتم النبیین"" and not to consider it (to be in the meaning of last Messenger) an appreciable attr- ibuter of praise, even though The

Mahnama
Sunni Duniya
82, Saudagran, Bareilly -234003
Editor: Asjad Raza Khan

Title Code : UPMUL00639
RNI Ref. No. 1279986
Rs.20
July,Aug.16

United Printers Hamidi Complex, Gali Wazir Ali, Bara Bazar, Bareilly



اہم خوش خبری

ہمیں تمامی قارئین سنی دنیا کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی سرپرستی اور علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا قادری کی ادارت میں شائع ہونے والا ''ماہنامہ سنی دنیا'' ہر مہینے انٹرنیٹ پر ہماری مرکزی ویب سائٹ www.aalaahazrat.com پر پڑھ سکتے ہیں۔

Under Management — باھتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲رسوداگران، بریلی شریف (یوپی)

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف



نومبر ۲۰۱۶ء

عالم اسلام کو
عرس رضوی
مبارک ہو

مدیر اعلیٰ مولانا محمد عسجد رضا خان قادری

مدیر مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Rs. 20/-

یادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

جلد نمبر ۱

شمارہ نمبر ۱۱

فی شمارہ ۲۰ روپے

زر سالانہ ۲۴۰ روپے

پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے

دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

لائف ممبر شپ (اندرون ملک) ۵۰۰۰ روپے

پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش ۱۱۰۰۰ روپے

لائف ممبر شپ (دیگر ممالک) ۵۰۰ امریکی ڈالر

نومبر ۲۰۱۶ء / صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.)

فون: Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453

E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com

nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ایک بجے تک درج ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9411090486, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

○

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے یونائیٹیڈ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تا کہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جا سکے۔ {نشتر فاروقی}

منظومات

تو نیّرِ ملت ہے اے شاہ تراب الحق

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی سید شاہ تراب الحق صاحب قادری رضوی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت

ذی قدر تراب الحق، ذی جاہ تراب الحق
اسرار شریعت سے، آگاہ تراب الحق

دکھلائے زمانے کو افکار کے وہ جوہر
حیرت سے پکار اٹھے، سب واہ تراب الحق

کیا سوز بلالی تھا کیا جذبہ اویسی تھا
تو عاشق صادق تھا، واللہ تراب الحق

کردار کے جلووں میں کھویا تھا جہاں سارا
افسوس ہوئے رخصت، ناگاہ تراب الحق

سکتے میں زمانہ ہے، رحلت کی خبر سن کر
غمگیں ہیں اہل حق، سب آہ! تراب الحق

تو فکر رضا کا اک، بے باک مجاہد تھا
فرقت ہے تری ہم کو، جانکاہ تراب الحق

ہر دشمن ایماں پر، غالب تھی تری جرأت
ناکام رہے سارے، بدخواہ تراب الحق

مسلک کی حفاظت سے، پیچھے نہ ہٹے تاعمر
تجھ پر نہ چلا "جبر و اکراہ" تراب الحق

بڑھ چڑھ کے سدا تو نے ملت کی حمایت کی
کس درجہ تھی ملت کی، پرواہ تراب الحق

مدھم نہ کبھی ہوں گے، جلوے تری حکمت کے
تو نیّرِ ملت ہے، اے شاہ تراب الحق

چھوڑیں گے نہ ہرگز ہم، دستورِ عمل تیرا
تاحشر رہے گا تو، ہمراہ تراب الحق

ذرّے تری چوکھٹ کے، ہمدوش ثریا ہیں
تو عشق رسالت کا، اک ماہ تراب الحق

تاحشر رہے تیرے، مرقد پہ گہرباری
اعزاز تجھے بخشے، اللہ، تراب الحق

ؤ کردار حسینی کے، بنتے ہیں جہاں انجم
انوار کا مرکز ہے درگاہ تراب الحق

ہاتھوں میں ہے جنکے بھی، اے شاہ ترا دامن
وہ لوگ نہیں ہوں گے گمراہ، تراب الحق

اعجاز و شرف تیرا، کیا مجھ سے بیاں ہوگا
ہے فکر فریدی تو کوتاہ تراب الحق

از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی بارہ بنکوی، مسقط، عمان

تظمین بر کلام امام الکلام

کیوں کر نہ کرے مدح لب شاہ چمن پھول
ہو جاتا ہے آکر جہاں پر لفظ سخن پھول
ہے فخر ہر اک تازہ چمن کا وہ کہن پھول
سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

مدت ہوئی اب قلب فردہ نہیں کھلتا
حیراں ہیں رفوگر بھی کہ دامن نہیں سلتا
عالم میں کوئی آپ کے جیسا نہیں ملتا
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول

مشک و گل و عنبر میں کہاں ہے وہ خزینہ
جس کو کہا جاتا ہے مہکنے کا قرینہ
ٹھوکر سے رواں کردے جو خوشبو کا سفینہ
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

وقعت مرے آگے نہیں کچھ رنج و الم کی
سرمہ ہے مجھے خاک ایازان کے قدم کی
واللہ صفت جس کی امامت نے رقم کی
کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرہ ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

از: محمد هارون ناز قادری، برهان پور شریف، ایم پی

اداریہ

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ ضیا تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

کلام: عبد الرحیم نشتر فاروقی

آج دنیا کا کون سا ایسا خطہ ہے جہاں امام احمد رضا کی عبقریت کا شہرہ نہ ہو، آج فرش گیتی کا کون سا ایسا ملک ہے جہاں آپ کے علم وفضل کی یکتائی کا غلغلہ نہ ہو، آج فکروفن کی کون سی ایسی دانش گاہ ہے جو آپ کی تحقیقات کی بوقلمونیوں میں گم نہ ہو، آج عاشقان رسول کی کون سی ایسی محفل ہے جو آپ کے عشق وعرفان کی بھینی بھینی خوشبو سے عطر بیز نہ ہو، ایک عالم آپ کے بحر علم کی گہرائی وگیرائی میں غوطہ زن ہے، کوئی بھی غواص ابھی تک آپ کے تبحر علمی کا نقش اول نہیں پا سکا ہے چہ جائے کہ نقطۂ عروج کے جلووں کا نظارہ کر سکے۔

آپ کی مایۂ ناز اور تاریخ ساز شخصیت کے تعلق سے معروف ادیب ونقاد ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخی ادوار میں چودھویں صدی ہجری نقش کا لحجر کی طرح اَنمٹ ہے اور اَنمٹ رہے گی، اس کے افق سے عالم اسلام کی ایک ایسی عبقری شخصیت نے طلوع فرمایا، پوری دنیا جس کے علمی وفکری، تحقیقی وتدقیقی شعاع نور میں ڈوب گئی، جہاں جہاں اس کی تحقیق کا اُجالا پھیلا شک وتردد کی تاریکیوں میں صبح انقلاب کی دھمک محسوس کی گئی، امام احمد رضا محقق بریلوی مبدأ فیاض کی خصوصی فیض بخشیوں کے شاہکار اور نگاہِ رحمت کا حسین انتخاب تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات نادر دہر، نازشِ عصر، نابغۂ روزگار اور مجمع باغ و بہار تھی، اب جوں جوں چہرۂ لیل ونہار پر پڑی غفلت کی دبیز چادر کے گرد صداقت وحقانیت کا اُجالا پھیل رہا ہے، رُخِ روشن کی تابانی سے فضا بقعۂ نور ہوتی چلی جارہی ہے، قدرت نے آپ کو ایسا دراک دل اور مواج دماغ بخشا تھا کہ ہمیشہ فکروتخیل، تحقیق وتدقیق اور شعوروآگہی کے گل بوٹے آپ کے قلم حقیقت رقم سے دامن قرطاس پر بکھرتے ہی رہتے، علوم عقلیہ ونقلیہ کا وہ کون سا شعبہ ہے جسے آپ نے اپنے افکار عالیہ سے مالامال اور افکار نافعہ سے خوش حال ونہال نہ کیا ہو۔“ (سنی دنیا بریلی شریف بابت ماہ ستمبر ۲۰۱۰ء، ص ۳۱)

اعلیٰ حضرت کی غیر معمولی تحقیقی اور تجدیدی کارناموں کو دیکھ کر ساری دنیا بیک زبان آپ کو ”مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ“ کہہ اٹھی، آپ کو مروجہ وغیر مروجہ، عالیہ وآلیہ، عقلیہ ونقلیہ تمام علوم وفنون پر یکساں ملکہ حاصل تھا، آپ بیک وقت ۵۵ر علوم وفنون میں مہارت تامہ کے حامل تھے، جن میں بعض علوم وفنون کے ”موجد“ ہونے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے، جیسا کہ آپ کے رسالہ ”الروض البھیج فی اٰداب التخریج“ پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤرخ اسلام مولانا رحمان علی صاحب ممبر ریاست ریواں ایم پی لکھتے ہیں:

”اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافتہ شود پس مصنف را موجد تصنیف ہذا می تواں گفت۔ یعنی فن تخریج حدیث میں اگر دوسری کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔“ (تذکرہ علمائے ہند، رحمان علی، ص ۱۷)

آپ کی تصنیفات وتالیفات تعداد میں ایک ہزار سے متجاوز ہیں جس کی فہرست ترتیب کی شکل میں خود ایک مستقل کتاب ہوسکتی ہے، آپ کی تصانیف میں مشہور زمانہ اور نادر روزگار شاہکار العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے تخریج کے بعد ۳۰ر جلدوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ فتاوی رضویہ کے متعلق محافظ کتب حرم حضرت الشیخ سید محمد اسمٰعیل خلیل مکی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"واللہ اقول والحق اقول لو رآھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینیہ وجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب۔
یعنی اللہ کی قسم میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر ان فتوؤں کو ابوحنیفہ نعمان دیکھ لیتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور وہ اس کے مؤلف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرمالیتے۔“ (رسائل رضویہ، ص ۱۰۶)

آپ کا ترجمۂ قرآن ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ عالمی شہرت یافتہ ترجمہ ہے، کنز الایمان علمی واعتقادی، مطالب ومقاصد،

فنی وادبی خصائص ومحاسن کے اعتبار سے شہرۂ آفاق اور تمام تر ادبی، لسانی اور فنی نقائص ومعائب سے مبرا ہے، کنزالایمان کے مطالعہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ یقیناً ''کنزالایمان'' ایمان کا خزانہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شہرت ومقبولیت صرف اہل دنیا تک ہی محدود نہ تھی بلکہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بھی آپ حد درجہ مقبول ومحبوب تھے، چنانچہ جب آپ دوسری مرتبہ حج وزیارت کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اس عاشق صادق کے عشق کو وہ معراج نصیب ہوئی جو شاذونادر ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس عاشق زار کے لئے تمام تر دنیوی حجابات ہٹا کر اس طرح کرم فرمایا کہ آپ نے حالت بیداری میں اپنے ماتھے کی نگاہوں سے جان ایمان، کان ایقان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی دولت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

ایسا علمی جاہ وجلال، ایسا فکری رعب ودبدبہ اور ایسی شان انفرادیت آپ کے حصے میں آئی ہے کہ اپنے تو اپنے! غیروں کی گردنیں بھی آپ کے علمی کوہ ہمالہ کے سامنے جھکی ہوئی نظر آتی ہیں، اپنے تو مسرور ہو کر آپ کو سر آنکھوں پہ بٹھاتے ہی ہیں، غیروں کے اونٹ بھی چار ونا چار اس پہاڑ کے نیچے آنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

آج دنیا کی بیشتر یونیورسٹیز آپ کی سیرت وشخصیت، آپ کی تحقیقات وتفہیمات اور آپ کے منظومات ومنثورات پر تحقیق وتدقیق کا گہوارہ بنی ہوئی ہیں، ایک اندازے کے مطابق دنیا کی پچاس سے زائد یونیورسٹیز میں آپ پر تحقیقی کام ہو رہے ہیں اور اب تک تقریباً ۲۰۰ افراد آپ پر ڈاکٹریٹ، ایم فل اور ڈی لٹ کر چکے ہیں۔

دنیا آپ کی علمی موشگافیوں اور تحقیقی نوعیتوں کو دیکھ کر حیرت واستعجاب کے سمندر میں غرق ہے، وہ چاہے دانشوان عصر ہوں یا فاضلان دہر، وہ چاہے علمائے عجم ہوں یا مشائخ عرب، حضرۃ العلام الشیخ کریم اللہ مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی طرح یہ اعتراف حقیقت کئے بغیر نہیں رہتے کہ:

> ''ہم سالہا سال سے یہاں مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، اطراف وآفاق سے علماء آتے ہیں اور جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا، لیکن اعلیٰ حضرت کے پہنچنے سے پہلے ہی علماء تو علماء اہل بازار بھی آپ کی زیارت وملاقات کے مشتاق تھے، چنانچہ جب مدینہ طیبہ میں اعلیٰ حضرت کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عشا تک آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا، ملاقات وزیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے پہلے ہٹنے کا نام نہ لیتی، یہاں تک کہ اگر کسی کو تنہائی میں اعلیٰ حضرت سے ملنا ہوتا تو وہ آدھی رات کے بعد ہی مل سکتا تھا۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۳)

اور اگر کسی کو تعصب وتنگ نظری اور بغض وعناد کا بچھو ڈنک مار جائے تو وہ سوائے غیر مانوس شور وغوغہ کرنے کے اور کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا گیا ہے کہ حسد ایمان کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو، آج کچھ لوگ بغض وعناد کی آگ میں جلتے ہوئے آپ کی ذات بابرکات پر کیچڑ اچھالنے کی سعی مردود کرتے ہیں اور اپنی دنیا وآخرت برباد کرتے ہیں، یعنی چاند پر تھوکنے کی احمقانہ حرکت کر کے اپنے ہی چہرے کو تھوک آلود کرتے ہیں اور دنیا کو اپنی حماقت پر تضحیک کا موقع فراہم کرتے ہیں، اللہ تعصب وتنگ نظری کے موذی مرض سے ہم سنیوں کو محفوظ ومامون فرمائے اور ہمارے دلوں کو بزرگوں کی عقیدت ومحبت کے لئے کشادہ فرمائے، آمین۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کا یہ ۹۸/واں عرس مقدس ہے، اس مبارک موقع پر ادارۂ سنی دنیا کی طرف سے ہم آپ کو دل کی عمیق گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی دنیائے سنیت کی ایک عظیم نمائندہ شخصیت حضرت علامہ مفتی سید شاہ تراب الحق صاحب قادری رضوی قدس سرہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، بلاشبہ آپ کی ذات اس دور پر فتن کی چلچلاتی دھوپ میں فلک سنیت پر ٹھنڈی چھاؤں بن کر سایہ فگن تھی، آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا منفرد کارنامہ انجام دیا ہے، حضور تاج الشریعہ کو آپ سے اور آپ کو تاج الشریعہ سے بڑا گہرا قلبی لگاؤ تھا، آپ کے وصال سے دین وملت کو جو نقصان ہوا ہے، مستقبل قریب میں اس کا تدارک ہوتا ہوا نظر نہیں آتا، مولائے کریم آپ کی تربت پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔ □ □ □

بہارحدیث

فضائل علم اور علماء احادیث کی روشنی میں۔۲

پیشکش: نبیرۂ مفسر اعظم ہند، شہزادہ حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا

علم اور علماء کے فضائل میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار واقوال بھی بہت ہیں، ذیل میں ہم ان کے چند اقوال وآثار سپرد قرطاس کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کمیل سے ارشاد فرمایا کہ کمیل علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی، علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ، مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ عالم افضل ہوتا ہے، روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے، جب عالم دین فوت ہوتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑتا جسے بجز اس کے نائب کے اور کوئی بند نہیں کرسکتا، نیز آپ نے ایک قطعہ میں فرمایا: ؎

ما الفخر الا لاھل العلم انھم
ہاں علماء کے بدن پر بہترین قبائے فخر ہے اس لئے کہ
علی الھدی لمن استھدی اولاء
وہ خود بھی راہ حق پر ہیں اور دوسروں کے بھی رہنما ہیں
وقدر کل امرئ کان یحسنہ
جس شے سے حاصل ہوا انسان کی قدر اسی سے ہے
و الجاھلون لاھل العلام اعداء
جہال کو ہمیشہ علماء سے عداوت ہے
فضز بعلم تعش حیابہ ابدا
عزیز ایسا علم سیکھو جس سے تم ہمیشہ زندہ رہو
الناس موتی واھل العلم احیاء
تمام لوگ مردہ ہیں زندہ صرف عالم دین ہے

حضرت ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شے علم سے بڑھ کر عزت والی نہیں کہ بادشاہ عوام کے حاکم ہیں لیکن علماء بادشاہوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم، مال اور سلطنت میں جو پسند ہو طلب کرو، آپ نے علم کو پسند فرمایا، پھر علم کی وجہ سے آپ کو مال اور سلطنت دونوں چیزیں بھی حاصل ہوگئیں۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اچھا انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عالم دین، پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہے؟ فرمایا: زاہد پھر پوچھا کہ کمینہ کون؟ فرمایا: وہ جو دین کو بیچ کر مال کماتا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ نے عالم کے سوا دوسروں کو انسان نہ سمجھا، اس لئے کہ وہ خاصہ جس سے انسان کو جانوروں پر امتیاز ہے، وہ علم ہے اور انسان تبھی انسان کہلائے گا کہ جس چیز کی وجہ سے اسے شرف حاصل ہے وہ اس میں موجود ہو، انسان کی شرافت نہ تو جسم اور زور بازو کی وجہ سے ہے کہ طاقت میں انسان سے اونٹ زیادہ طاقتور ہے اور نہ ہی بڑے جثہ کی وجہ سے، اس لئے کہ جثہ میں ہاتھی بڑا ہے اور نہ ہی شجاعت و بہادری سے، اس لئے کہ بہت سے درندے انسان سے شجاعت و بہادری میں زیادہ ہیں اور نہ ہی کھانے کی وجہ سے، اس لئے کہ بیل کا پیٹ آدمی سے بڑا ہے اور نہ صحت کی وجہ سے اس لئے کہ چھوٹی سی چڑیا صحت میں انسان سے بڑھ کر ہے، بلکہ انسانی شرافت صرف اور صرف علم سے ہے، اسی علم کے لئے وہ پیدا ہوا۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی بتا دے کہ جسے علم نصیب نہ ہوا، اسے کیا ملا؟ اور جسے علم نصیب ہوا اس سے اس کے لئے اور کیا باقی رہا۔

حضرت فتح موصلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب مریض کو تین دن کھانا پینا اور دواؤں میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ مرجائے گا؟ لوگوں نے کہا: واقعی ایسا ہی ہے، انہوں نے فرمایا: یہی

حال دل کا ہے، جب اس سے تین دن تک علم وحکمت روک دیئے جائیں تو وہ مردہ ہوجاتا ہے۔

اس سے ظاہر یہ ہوا کہ دل کی غذا علم وحکمت ہے، انہیں دونوں سے اس کی زندگی ہے، جس طرح بدن کی غذا طعام ہے، اسی طرح دل کی غذا علم وحکمت ہے، اگر جسم کو طعام نہ ملے تو وہ بیمار اور بے جان ہوجائے اور جسے علم میسر نہیں، اس کا دل بیمار ہے بلکہ اس پر موت لازم ہے لیکن ایسے لوگوں کو اپنی بیماری اور موت کی کوئی خبر ہی نہیں ہوتی، اس لئے کہ دنیا کی محبت اور دنیوی کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی حس ختم ہوجاتی ہے، جس طرح نشہ یا خوف کے غلبہ کے وقت زخم کا درد محسوس نہیں ہوتا، اگر چہ فی الواقع درد ہوتا ہے، لیکن جیسے ہی نشہ یا خوف زائل ہوتا ہے تو اسے اس وقت جہاں زخم آئے تھے، درد محسوس ہونے لگتا ہے، اسی طرح جسے علم میسر نہیں اسے اپنے دل کی موت کا ادراک نہیں پاتا، لیکن جیسے ہی موت دنیا کا بوجھ اور اس کے تعلقات اتار پھینکتی ہے، وہ اپنے دل کی موت کو جان لیتا ہے، اس پر وہ افسوس کرتا ہے، لیکن اس وقت کا افسوس کوئی مفید نہیں۔

پتہ چلا کہ ابھی تو لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے، تب بیدار ہوں گے اور اس وقت حقیقت حال ان پر منکشف ہوگی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علمائے کرام کے قلم کی سیاہی اور شہدائے کرام کا خون تولا جائے گا، اس وقت سیاہی خون سے بڑھ جائے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علم سیکھو اس سے پہلے کہ علم اٹھالیا جائے اور اس کا اٹھانا یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے والے مرجائیں، فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے، وہ علماء کی بزرگیاں دیکھ کر چاہیں گے کہ کاش اللہ تعالیٰ انہیں (قیامت میں) عالم دین اٹھاتا، کوئی بھی آدمی پیدا ہوتے ہی عالم نہیں ہوجاتا بلکہ علم پڑھنے سے عالم بنتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں علم کا تذکرہ تمام رات کے جاگنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت :ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة (البقرہ, ۲۰۱) یعنی اے رب عزوجل ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔) کی تفسیر منقول ہے کہ دنیا کی حسنہ سے علم وعبادت مراد ہے اور آخرت کی حسنہ جنت مراد ہے۔

بعض حکماء سے سوال کیا گیا کہ کون سی شئے ذخیرہ کے طور پر جمع کی جائے؟ جواب دیا کہ وہ شئے ذخیرہ کرنی چاہئے کہ جب تمہاری کشتی ڈوب جائے تو وہ چیز تمہارے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے لائق ہے کہ جب کشتی بدن بحر موت میں ڈوب جائے تو بھی یہ ساتھ رہنے والا ہے۔

فضائل علم اور علماء دانشوروں کے اقوال کی روشنی میں

دانشوران عالم کا قول ہے کہ جو شخص حکمت کو اپنی لگام بناتا ہے، لوگ اسے اپنا امام بنا لیتے ہیں اور جو شخص حکمت میں مصروف ہوتا ہے لوگ اسے عزت واحترام سے دیکھتے ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ علم کی شرافت یہ ہے کہ اسے جس شخص کی طرف منسوب کرو گو کوئی ادنیٰ ہی بات کیوں نہ ہو، تو وہ شخص خوش ہوتا اور جس شخص سے اس کی نفی کرو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے، مثلاً کوئی یہ کہے کہ یہ شخص فلاں چیز کا علم رکھتا ہے تو وہ خندہ و فرحاں ہوگا اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص فلاں علم نہیں رکھتا تو وہ رنجیدہ اور شرمندہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علم کے پیچھے لگو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادر محبت ہے جو شخص باب علم کا طالب ہوتا ہے، اللہ وہ چادر اس کو اڑھا دیتا ہے پھر اگر وہ شخص گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا جوئی اس سے کرالیتا ہے پھر اگر وہ دوبارہ خطا کا مرتکب ہوتا ہے، تب بھی اس سے رضا جوئی کا طالب ہوتا ہے، تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔

واضح ہو کہ ہر دفع رضا جوئی کرانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس سے وہ چادر محبت نہ چھینے، اگر چہ اس کا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہنچ جائے۔

حضرت احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علما ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ ملک کے مالک بن جائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ جس عزت کی مضبوطی علم سے نہ ہو اس کا انجام ذلت ہوتا ہے۔

□ □ □

فقہیات

حضور تاج الشریعہ کے قلم سے...

فتاویٰ مرکزی دار الافتاء

مسئلہ

بخدمت شریف حضرت مولانا مفتی علامہ الحاج محمد اختر رضا خاں ازہری قادری السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ :(۱) قاضی شہر کیسا ہونا چاہئے؟ اور ان کو مقرر کرنے کا کسے حق ہے؟ (۲) شہر کے عوام وخواص ملکر ایک شخص کو مقرر کر سکتے ہیں جبکہ وہ پابند ہو؟ کیا اس کے لئے حکومت ہند یا اوقاف کی اجازت ہونا لازم ہے؟ (۳) ایک قاضی شہر جس کے پاس اوقاف اور حکومت کی طرف سے اجازت بھی ہے سب شخص متقی پرہیز گار تھا۔ مگر اب وہ چند سالوں سے وہ شرابی اور سود خور بن گیا ہے تو اس کو قضاءت سے بھی نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔ والسلام

المستفتی : غلام محمد فضل الرحیمی
مومن مسجد، باسپیٹ، کرنا ٹک

الجواب:

(۱) سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل مرجع فتوی شرعاً قاضی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو جامع شرائط ہو اور لوگ اس کی طرف حوادث میں رجوع کرتے ہیں اور وہ مطابق شرع فیصلہ کرتا ہے وہ شرعاً وعرفاً قاضی ہے کسی کے مقرر کرنے کا محتاج نہیں تو کسی کی اجازت لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہاں وہ مستحق عزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زید کے ان اشعار کے بارے میں جن کے متعلق زید نے اپنا مافی الضمیر بھی ذیل میں درج کر دیا ہے۔ شعر

حرم کی راہ میں اے شیخ جی برا کیا ہے
جو اس صنم کو بھی میں رام رام کرتا چلوں

زید شاعرانہ انداز میں شیخ سے پوچھتا ہے کہ حرم کی راہ میں اگر اِک صنم (دنیاوی محبوب) کو رام رام (سلام) کرتا چلوں تو کیا برا ہے۔ شیخ جی کا جواب اور زید کا وہ عمل کہ اس نے دنیاوی محبوب کو سلام کر لیا شعر سے ثابت نہیں ہوتا۔ رام رام صنم کی رعایت سے لکھا گیا اور صنم کو پوجنے کی بات نہیں پوچھی گئی۔ زید کے خواب وخیال میں بھی صنم اور رام کی عقیدتمندانہ اہمیت نہیں۔ شعر

نظر بھی میری قرآن پر ست گیتا پر
کسی کے رخ کی مقدس کتاب کے آگے

زید کے مافی الضمیر میں مدینۃ العلم سرکار دوعالم کا چہرۂ مقدس ہے چہرے کو کتاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن شریف مسلمانوں کی اور گیتا ہندؤوں کی مذہبی کتاب ہے۔ زید ہندؤوں اور مسلمانوں دونوں کو بتاتا ہے کہ رحمت للعلمین محبوب ارحم الراحمین کا رخ انور اتنا مقدس اور حقیقت آفریں ہے کہ اس کے سامنے میری نظر دنیا کے کسی مذہب کی بڑی سے بڑی اہم کتاب پر نہیں جمی۔ شعر

ہمارے دور کے بھارت کو وہ نصیب کہاں
بھرت نے رکھی تھی جو رام راج کی عزت

زید کے ذہن میں محض ہندوستانی سیاست ہے آج کل کے نیتا رام راج لانے کی بات کرتے ہیں لیکن ملک میں بدامنی بڑھ رہی ہے زید اسی بات کو نظر میں رکھ کر ملک کی حالت پر تنقید کرتا ہے کہ موجودہ ہندوستان میں وہ امن وسکون نہیں جو بھرت کے چودہ سالہ راج میں تھا جب رام کو بن باس دیا گیا تھا۔

زید مذہبی عالم نہیں محض شاعر ہے اور اللہ واس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند ہے اگر مندرجہ بالا اشعار سے زید کے ایمان اور عقیدے پر ذرا بھی آنچ آتی ہے تو زید ان اشعار کو مسترد کر کے حکم شریعت پر عمل کرنے کا خواہشمند ہے۔ فقط

سائل : خادم العلماء انور بیگ
محلہ شاہ آباد، بریلی

الجواب: تاویلات دوساز کار ملاحظہ ہوئیں۔رام رام تحیت کفار ہے اور کفری بولی بولنا کفر۔بدیۃ المجتہدین حلبی میں ہے : ”موافقۃ الکفار فی اقوالھم وافعالھم وایہامھم الخاصۃ بھم کفر“

اور کفر کی تحسین خود کفر اور وہ اس کے قول ”برا کیا ہے“ سے ظاہر اور قرآن اور گیتا کو ایک پلے میں رکھنا اس کے مصرعہ اولیٰ سے ظاہر ہے اور یہ پہلوئے کفر ہے اور کافر تو کافر ہے فاسق کی ستائش بھی حرام ہے اور تیسرے شعر میں وہ کافر کی ستائش اور صریح تعظیم عہد کفر کا مرتکب ہوا۔زید پر حکم شرعی یہ ہے کہ توبہ وتجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:(۱) جو شخص یہ کہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ دنیا ہی میں ہوجاتا ہے مرنے کے بعد کچھ نہیں،سب باتیں صرف کہنے کی ہیں جس کا عقیدہ ایسا ہو وہ مسلمان رہا یا نہیں؟اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ جتنے مولوی آتے ہیں وہ نئے نئے مسائل نکالتے ہیں ابھی تک اردو کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور اب اردو کا خطبہ پڑھنا بالکل بند کردیا۔عربی میں ہم کیا سمجھیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اردو کا خطبہ کیسا ہے پڑھنا چاہئے یا نہیں اور وہ یہی کہتا ہے کہ جس نے یہ لکھا وہ مولوی عالم نہیں ہوں گے جواب سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔فقط

المستفتی : محمد سلیمان رضوی

امام مسجد راجپور کلاں ڈاکخانہ خاص،بریلی شریف

الجواب:(۱) مرنے کے بعد زندہ ہونا اور اعمال کا حساب اور جزا و سزا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ضروری دینی کا منکر کافر ہے وہ شخص تجدید ایمان کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہ شخص علماء کی توہین اور ان پر بہتان کا مرتکب ہے۔علماء جو کچھ بتاتے ہیں وہ اللہ ورسول کا حکم ہوتا ہے اسے نئی بات کہنا مستلزم کفر ہے اور خطبہ خالص عربی میں ہر زمانے میں مسلمانوں کا معمول رہا ہے لہٰذا اس میں دوسری زبان ملانا مکروہ ہے اور عدم فہم کا عذر بیجا ہے اس عذر سے نماز بھی اردو میں پڑھی جائے گی۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ: زید کہتا ہے کہ وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت وغیرہ کو کافر نہ کہنا اچھا ہے کیونکہ وہ بھی کلمہ کا شریک ہے اور زید کا یہ بھی قول ہے کہ حرمین شریف کے مفتی حضرات کا بھی وہی عقیدہ ہے جو عقیدہ دیوبندی وہابی تبلیغی کا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ حرمین شریفین کے مفتی نے کہا ہے کہ میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو تبلیغی دیوبندی وہابی کا ہے کیا واقعی مفتیان حرمین کا وہی عقیدہ ہے اور زید کا قول صحیح ہے یا غلط۔جواب مرحمت فرمایا جائے۔عین نوازش ہوگی۔

المستفتی : محمد ریاض الحق

سنی جامع مسجد،دھاری،امریلی،گجرات

الجواب: زید کا قول غلط وشنیع ہے دیوبندی اہانت خدا ورسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتکب اور ضروریات دین کے منکر ہو کر علمائے حرمین شریفین ومصر وہندوسندھ سے اپنے کفر کا فتویٰ پا چکے اور ایسے کافر مرتد بے دین قرار پائے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے دیکھو حسام الحرمین والصوارم الہندیہ تو زید بھی انہی کی رسی میں بندھا ہوا ہے اور یہ اس کا زعم باطل ہے کہ جو کلمہ کا شریک ہو اگرچہ کیسا ہی منکر ضروریات دین ہو اسے کافر نہ کہنا چاہئے یہ زعم خود قرآن عظیم کا انکار ہے قرآن عظیم نے ان وہابیہ ودیابنہ کے پیشرو منافقین کو جب انہوں نے وہابیہ زمانہ کی طرح نبی علیہ السلام کے متعلق بکا کہ ”ما یدریہ الغیب“ کہ محمد علیہ السلام کو غیب کی کیا خبر،کفر کا فتویٰ سنایا اور ان کا عذر نہ سنا حیث قال لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ-الآیۃ. [سورۂ توبہ آیت-۲۲]

اور نجد کے وہابی ضرور دیابنہ وتبلیغی جماعت کے ہمخیال ہیں اور ان کے شیخ پر علامہ زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ بمکۃ المحمیہ نے کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ اپنے رسالہ الاعلام باعراء بلد اللہ الحرام میں فرماتے ہیں : ”والحاصل ان المحقق عندنا من اقوالہ وافعالہ مایوجب خروجہ من القواعد الاسلامیۃ قطعا لاستحلالہ۔الخ“

اور آج کل حرمین شریفین پر انہیں کا تسلط ہے زید کا انہیں مفتی بتانا فریب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

نقد و نظر

مسئلۂ اذانِ ثانی کا تاریخی پس منظر

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی *

---برکاتِ بغداد: از شہزادۂ سرکارِ بغداد حضرت پیر سید محمد ابراہیم آفندی قادری جیلانی حموی بغداد شریف

جناب العالم الفاضل والبحر المتقاطر حضرت مولانا المولوی احمد رضا خان المحترم ادام الله وجوده ظلا و ذخرا للمسلمین آمین۔

بعد السلام التام علیک البادی تحریره کثرة الاشواق وہو انه قد وصلنی منکم بہذا الاسبوع کتابا و خمسة اشتہارات و ترجمة المضمون العربی الذی خدمته بخدمتکم جزاکم الله عنا و عن الاسلام خیرا کثیرا و ہذا معمولنا من حسن الطافکم ,اما الکتب التی عرفتونا ان تعتیہم الی المولوی عبد الکریم الدرس و الحافظ غلام رسول حسب الامر ارسلنا بہم الی المزکورین مع احدالخدام والامل انہم قریبا یجتہدون فی تعریف مادة الاذان الی المسلمین و الداعی لا یمکن ان اتاخر عن ہذہ الخدمة الجلیلة وتجدونی ان اشرع فی المقصود و اقدمه بخدمتکم کونوا من المسامحین ولقد اخذنی العجب من ہذہ المسئلة التی ہی من الفروع کیف اشتدت الی ہذہ الدرجة فہل یمیزون مسلمین الہند الخبیث والطیب حیث ان المعترضین دائما یصرحون بتوہین خاتم الانبیاء والمرسلین و شبہوہ بصفات لا یمکن ان احررہا بیدی حرفا من ترک الادب مع ذات الرسالة صلی الله تعالٰی علیه و سلم فہل فی زعمہم ان المستحبات من السنن یلزم علی العالم تائیده اکثر من الفرض تا لله انہا لمصیبة کبیر وقعت فی مسلمی الہند فما الذی طرا علی عقولہم حتی جعلہم الی ہذہ الدرجة , وسلطوا الناس علی اولادکم الانجاب الفضلاء وشرفونی بکل خدمة تلیق بہذا المقام والله یحفظکم و السلام ,الداعی لکم بالخیر۔

ترجمہ اردو: جناب علم فاضل دریائے فیاض حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان محترم اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے وجود کو مسلمانوں کے لئے سایہ و ذخیرہ رکھے، آمین۔

آپ پر کامل سلام کے بعد اس غریب کا سبب کثرت اشتیاق ہے۔ اس ہفتہ میں آپ کی طرف سے مجھے ایک کتاب اور پانچ اشتہار اور اس عربی مضمون کا ترجمہ، جو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر کیا تھا، [ملے] اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اور اسلام کی جانب سے خیر کثیر جزا میں بخشے۔ آپ کے حسن الطاف سے ہماری یہی آرزو ہے اور وہ کتابیں، جن کو آپ نے مولوی عبد الکریم صاحب درس اور حافظ غلام رسول صاحب کے دینے کو کہا تھا، وہ ہم نے حسب الحکم ایک خادم کے ہاتھ ان صاحبوں کو بھیج دیں، امید کہ وہ عنقریب مسئلۂ اذان مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش کریں گے اور یہ دعا گو تو اس عظیم خدمت سے ہٹ سکتا ہی نہیں۔ آپ عنقریب دیکھیں گے کہ میں نے کام شروع کر دیا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ دیر کی معافی چاہتا ہوں اور مجھے سخت تعجب نے لیا کہ یہ فرعی مسئلہ اس درجہ کیوں سخت ہو گیا۔

کیا ہندوستان کے مسلمانوں کو خبیث اور طیب کی تمیز نہ رہی کہ وہ معترض ہیں۔ وہ تو ہمیشہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاف توہین کیا کرتے ہیں اور حضور کو ایسی تشبیہیں دیتے ہیں، جن کو میں اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا کہ بارگاہِ رسالت میں کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ تو کیا انہیں یعنی شاید اس خیال سے انہوں نے اس فرعی مسئلہ میں نزاع شروع کر دی کہ علم اس میں مشغول ہو کر ان کے

* مقالہ نگار ممبئی میں مقیم مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

کفر وتوہین کا پیچھا چھوڑ دے گا۔ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ یہ گمان ہے کہ محبوب سنتوں کی تائید عالم پر تائید فرض سے زیادہ ہے۔ خدا کی قسم! وہ سخت مصیبت تھی کہ مسلمانانِ ہند پر پڑی۔ ان کی عقلوں کو کیا ہوا کہ انھیں اس درجہ پر کردیا اور اپنے نجیب و فاضل صاحبزادوں کو ہمارا سلام کہیے اور یہاں کے لائق جو خدمت ہو، مجھے اس سے مشرف کیجیے اور اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہو، والسلام۔

آپ کا خیر خواہ: پیر سید ابراہیم قادری رزاقی حموی بغدادی عُفی عنہ [۴۸]

مکتوب مارہرہ مطہرہ: از مجددِ سلسلۂ برکاتیہ حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں سابق سجادۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

مکتوب [۱۹] بنام نواب سید سردار علی صاحب بہادر حیدر آباد دکن، مرسلہ ۲۴/ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ

"......اب تھوڑا سا حال محمد میاں سلمہ کے رسالہ شائع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں۔ "دبدبہ سکندری" رام پور میں یہ مسئلہ طبع ہو کر مارہرہ پہنچا۔ مہدی حسن نے اول دیکھا۔ مجھے نماز جمعہ کے وقت دکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے۔ ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا۔ واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب کتابیں دیکھ لوں گا، کہوں گا۔ مگر میں بادی اس وقت نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں، تو میں مانع بھی نہیں ہوں۔ بہر حال اس جمعہ کو اذان فصیل مسجد پر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ نے گھر پر آکر جہاں تک اپنا علم اور فہم تھا، اس حد تک اس مسئلہ کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر مسجد خانقاہِ برکاتیہ میں سرکارِ کلاں وخورد میں اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہونے لگی۔

اس کے بعد دو بیان بریلی اور کان پور وغیرہ سے اور بعض رام پوریوں کے رسائل وغیرہ اس فتوے کے خلاف میں آئے مگر بالکل نامضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلا کوئی مضبوط استناد ان میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تر وثوق فتوائے اذان بیرونِ مسجد پر ہوا۔ بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عرس شریف اخی الاعظم حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کا وقت آیا اور اس میں بغرضِ شرکت مولانا عبد المقتدر صاحب مع اپنے اعزہ مولوی عبد القدیر صاحب اور مولوی عبد الماجد اور محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بھی آئے۔ مولانا عبد المقتدر صاحب مع اپنے بعض ہمراہیوں کے فقیر کے نشیب پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضا خان صاحب مہدی حسن کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ایام قیام میں ایک روز مولوی محب احمد نے تذکرہ اس مسئلہ کا چھیڑا۔ جناب مولانا صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہم ناقص کے موافق جواب دیے۔ برخوردار محمد میاں سلمہ بھی آ گیا۔ اس نے بھی جواب دیے۔ ہمارے جواب لاجواب دیکھ کر مولوی محب احمد نے اپنی تقریر کا رخ بدل کر ایسے کلام کیے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرف دار مولوی احمد رضا خان صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم و قدامتِ رشتۂ توسل، جو فقیر کو حضراتِ اکابر مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے، اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضا خان صاحب سے نہیں اور نہ ہوسکتا ہے، بلکہ معاملاتِ دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب ہمارے اعزۂ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا، تو ہم کیا، بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوالِ مفسرین ومحدثین وفقہا سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجیے۔ ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم ومتوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رکن رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کرلیں۔ مگر محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہم نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کرکے مولانا صاحب کو اس پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ ان سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے، تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں۔ اس کے مستند دلائل بتا دیں، تو ہم جا کر

مولانا احمد رضا خان صاحب سے کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجئے اور اگر وہ جواب مدلل دیں، تو آپ سے عرض کریں، آپ مان لیں۔

اس پر بھی لوگوں نے مولانا صاحب کو سنت آنے دیا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے، تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برخلاف انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے۔ مگر مولانا صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے۔ مگر تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔

یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد ایک فتوی مولوی ابراہیم کی جانب سے شائع ہوا۔ جس کے مصدقین میں مولانا صاحب بھی تھے۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ صاحبزادگانِ مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا۔ اس فتوی میں بھی بالکل دلائل مضبوط تھے۔ وہی تھے، جو وہابیانِ بریلی وغیرہ یا مخالفانِ رام پور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا رد اہلِ تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا۔ مگر اس فتوی کا جواب نہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا کہ ہم نے جو عرض کیا تھا، وہ کب مانا گیا۔ ہم نے فتوی تحریر کرنے کو کب کہا تھا اور فتوی بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ کی شانِ علمی کی بالکل لائق نہیں ہے۔ اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبانِ مدرسہ نے لکھا۔ تیسرا ردلکھوایا۔ مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد رد جواب ہوا۔ جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب قدس سرہ کے عرس ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبد الماجد صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبد الواحد کے نام لکھا۔ جس کو غلام شبر صاحب فقیر کے پاس لائے۔ میں اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں۔ صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کو سب و شتم ہے۔ میری رائے میں تو اس کا اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیے، بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیے کہ آپس میں جو ذاتی رنج ہو، وہ صاف کر لیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت کیے بعد دیگرے صاف کر لیں، تو بہت اچھا ہے۔ غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ اچھا، ابھی شائع نہیں ہوگا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو، تو اس میں یہ فقرہ نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ صاحبزادوں میں سے جو اس مسئلہ میں اس پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہو، وہ فریب اور چکر میں ہیں۔ کیوں کہ جب یہ ہوگا، تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ ہم فریب اور چکر میں نہیں، بلکہ ہمیں تحقیقاتِ علمائے سلف اور محققین مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح حق معلوم ہوتا ہے۔

غلام شبر صاحب وعدہ عدم اشاعت کر کے چلے گئے۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کر دیا گیا اور ایک درگاہِ معلی کے بڑے دروازۂ خانقاہ پر چپکا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں پر کی گئی تھی، وہ بدستور ہے۔ عبد الماجد صاحب تو نہیں ملے۔ کیوں کہ وہ موافق اپنے بزرگوں کے طریقہ کے صاحبانِ سرکارِ خورد سے مراسم بہت زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے۔ مگر جو صاحب ملے، ان سے کہا گیا کہ عبد الماجد صاحب نے بے کار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظریں ہمارا فریب اور چکر میں پھنسا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حواشی: [۲۰] حامد رضا خان، مولانا، سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل الفساد والفتنۃ، مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی، ص ۲۱:

[۲۱] قلمی مکتوبِ رضا، مملوکہ راقم الحروف

نوٹ: امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان، جو خاتم المحققین کے لقب سے معروفِ زمانہ تھے، کو چاروں سلاسلِ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی خلافت و اجازت حاصل تھی۔ امام احمد رضا کے جدِ امجد مولانا شاہ رضا علی خان خود سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ امام احمد رضا نے امام ربانی مجدد الفِ ثانی پر مستقل ایک کتاب تحریر فرمائی جس نام

(بقیہ صہ ۱۷ پر۔۔۔)

اخراج منافقین کا واقعہ! ایک تحقیقی جائزہ

از قلم: کوثر امام قادری *

مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی آمد ہوئی، یہاں کا ماحول بدلا اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، تھوڑے ہی دنوں میں یہاں کی اکثریت نے آقائے کریم ﷺ کی غلامی کا پٹکا اپنے گلے میں ڈال لیا، نبوی تحریک بسرعت آگے کی طرف بڑھنے لگی۔

یہاں کی آبادی میں وہاں مشرکین کی اکثریت تھی وہیں یہودیوں کی قلیل آبادی سماج میں موثر ترین مقام کی حامل تھی۔ ان میں بہت کم لوگوں نے دعوت حق کو قبول کیا جبکہ ان کی بڑی آبادی نے تحریک نبوت کے خلاف ہر طرح کے حربے کا استعمال جائز سمجھا۔

قیام مکہ مکرمہ کے درمیان جس قدر بن پڑا تھا ظلم وستم ڈھایا گیا۔ یہاں پہ اس تاریخ خیر واستبداد کو دہرانے کے لئے ماحول سازگار نہ تھا۔ میدان جنگ میں مسلسل ناکامیوں نے واضح طور پہ بتا دیا کہ حق وصداقت کے روبرو مقابلہ کرنا آسان نہیں، اب کسی طرح بھی اسلام کی شمع فروزاں کو گل کرنا دائرہ امکان سے باہر ہے۔ لہذا مکروفریب کے ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا، یعنی دل میں کفر و شرک کی گندگی چھپائے ہوئے اسلام کا لبادہ زیب تن کرنا اور اسلامی معاشرہ کا ایک خوبصورت حصہ بن کر قصر اسلام کی دیواروں کو دیمک کی طرح چاٹنا، خیر خواہی کے پردے میں جمعیت مسلمین کو اسلام سے برگشتہ کرنا یا کم از کم توحید کے متوالوں کے درمیان شک وارتیاب کی مسموم فضا پیدا کرنا۔ یہ وہ خطرناک سازش تھی جس کا خیال مکہ مکرمہ کے بیمار مشرکوں کو بھی نہیں آیا تھا مگر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے یہ طریقہ وضع کیا۔ اس طرح ایک طبقہ ایسے لوگوں کا پیدا ہوا جنہیں منافقین کہا جاتا ہے۔

ایسی ذہنیت کے لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر بظاہر اسلام قبول کرنے اور مسلم سماج کا ایک جز بن کر بہت ساری سماجی، سیاسی معاشی، معاشرتی، سہولیات ومراعات سے مستفیان ہوتے لیکن دوسری طرف اپنے مشن سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ تھے، ان کی سرکشی روز بروز بڑھتی رہتی اور یہ سلسلہ ایک زمانے تک جاری رہا۔

ابتدا میں حضور سرور کائنات کو ان کے نفاق کا علم نہیں دیا گیا یا علم کے باوجود انہیں کسی حکمت ومصلحت کے تحت نظر انداز کیا جاتا رہا۔

قرآن شریف میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے: وممن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم (التوبہ ۱۰۱)

اس آیت مبارکہ کے ذریعہ آشکارا ہوا کہ آپ ﷺ کے ارد گرد دیہاتی مسلمانوں اور مسلم نما کافروں کی ایک جماعت ہے جو نبوی ماحول اور اسلامی سوسائٹی کے لئے سم قاتل سے کم نہیں، بہت جلد ان کا علاج ہونے والا ہے، یہ ذلیل ورسوا کئے جائیں گے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، کتاب وسنت کا نام لے کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں عنقریب ان کی کارستانیوں کی قلعی کھلنے والی ہے۔

"پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جمعہ کے دن سرکار دوعالم ﷺ نے بھرے مجمع سے ایک ایک منافق کو نام لے لے کر مسجد سے نکالا اور ثابت فرمادیا کہ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں اگرچہ یہ مسلمانوں کی شکل وصورت، عبادت وریاضت وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں مگر یہ درحقیقت کافر ہیں مسلمان نہیں"۔

یہی واقعہ اس وقت پیش تحقیق ہے کیوں کہ کچھ لوگ منافقین کی طرف داری میں یہ کہتے ہیں کہ مسجد سے نکالے جانے کا واقعہ صحیح نہیں ہے بلکہ فرضی کہانی ہے۔ اس لئے یہاں اسی واقعہ کی صحت و صداقت پر کچھ شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ منافقین کے طرف دار جھوٹے ومکار ہیں اور اخراج منافقین کا واقعہ صحیح ودرست ہے۔

ائمہ محدثین کی روایات

(۱) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت

* مضمون نگار دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہراج گنج کے استاذ ہیں۔

کرتے ہیں: عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قام رسول اللہ ﷺ یوم جمعۃ خطیبا فقال قم یا فلان فاخرج فانک منافق، اخرج یا فلان فانک منافق فاخرجھم باسمائھم ففضحھم ولم یکن عمر بن الخطاب شھد تلک الجمعۃ لحاجۃ کانت لہ فلقیھم عمر و ھم یخرجون من المسجد فاختبأمنھم استحیاء انہ لم یشھد الجمعۃ وظن الناس قد انصرفوا واختبؤاھم من عمر فظنوا انہ قد علم بامرھم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم ینصرفوا فقال لہ رجل ابشریا عمر فقد فضح اللہ المنافقین الیوم فھذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر۔

(المعجم الاوسط جلد اول ۲۴۱ نمبر ۷۹۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ فلاں تو منافق ہے نکل جا۔ آپ نے منافقین کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا۔ اسی دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک عمر مسجد میں نہیں پہنچے تھے، جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے، ان کا یہ گمان تھا حضرت عمر کو واقعہ کا پتہ چل گیا ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا یہ ان پہ عذاب اول تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔

(۲) امام بیہقی روایت کرتے ہیں: عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال فی خطبتہ ایھا الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم فلان قم یا فلان حتی عدستا و ثلاثین۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶/۲۸۶، جلد ۵/۲۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا۔ اس میں ارشاد فرمایا اے لوگوں بلاشبہ تم لوگوں میں منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے اور فلاں اٹھ جا و فلاں اٹھ جا اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(۳) امام احمد بن حنبل الشیبانی نے بھی اسکی تخریج کی ہے۔

(مسند امام احمد جلد ۵/۲۷۳)

(۴) حضرت امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: خطب رسول اللہ ﷺ یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج منھم ناسا ففضحھم۔

(عمدۃ القاری جلد ۴/۲۲۱)

حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے ان میں بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

ائمہ تفسیر کی تشریحات

(۵) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں: قام رسول اللہ ﷺ خطیبا یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج من المسجد۔

(جامع البیان جلد ۱۱/ص ۱۰)

حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے۔ آپ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے آپ نے مسجد سے نکال دیا۔

(۶) امام فخر الدین رازی رقمطراز ہیں: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قام النبی ﷺ خطیب یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج من المسجد ناسا و فضحھم۔

(التفسیر الکبیر جلد ۱۶/۱۷۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ جمعہ کے دن خطاب کے لئے کھڑے ہوئے، فرمایا اے فلاں تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں تو بھی نکل جا بیشک تو بھی منافق ہے۔ آپ نے منافق لوگوں کو رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا۔

(۷) امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: قال الکلبی والسدی قام النبی ﷺ خطیبا یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق اخرج ناساً من المسجد و فضحھم فھذا ھو العذاب الاول۔

(تفسیر بغوی جلد ۲/۳۲۳)

(۸) امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر جلد ۳/۲۸۳)

(۹) امام سید محمود آلوسی بغدادی نے بھی یہی بات

لکھی ہے۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۱۲)

(۱۰) حافظ ابن کثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۸۵)

ائمہ سیرت کے ارشادات

(۱۱) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے تحریر فرمایا: عن ثابت البنانی قال اجتمع المنافقون فتکلموا بینھم فقال رسول اللہ ﷺ ان رجالا منکم اجتمعوا فقالوا کذا وقالوا کذا فقوموا فاستغفروا اللہ و استغفر لکم فلم یقوموا فقال ذالک ثلاث مرات فقال لتقو من اولا سمینکم باسمائکم فقال قم یا فلاں فقاموا اخزایا متقنعین۔

(طبقات کبری جلد اول ۱۷۹)

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ منافق جمع ہو کر آپس میں گفتگو کی اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کچھ لوگ مجتمع ہوئے اور انہوں نے ایسا ایسا کہا لہٰذا تم لوگ اٹھ جاؤ اور اللہ تعالی سے استغفار کرو میں بھی تمہارے استغفار کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا، پھر حضور ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ خود اٹھ جاؤ اور اللہ تعالی سے استغفار کرو ورنہ میں تمہارے نام لے کر پکاروں گا بالآخر آپ نے فرمایا او فلاں اٹھ اور وہ تمام ذلیل و خوار ہو کر اٹھے۔

(۱۲) حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: عن بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کان المنافقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعین۔ (شرح شفاء جلد اول ۲۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔

(۱۳) امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال فی خطبتہ ایھا الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلاں قم یا فلاں حتی عد ستا و ثلاثین۔ (خصائص کبری جلد ۲ /۱۷۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور خطبہ میں فرمایا اے لوگوں تم میں یقیناً منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے، او فلاں اٹھ جاؤ فلاں اٹھ جا اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(۱۴) حافظ ابن کثیر غیر مقلد نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

(البدایۃ والنھایہ جلد ۴ /۵ ۲)

(۱۵) علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ۳۸۴)

مذکورہ نصوص سے پتہ چلا کہ ائمہ حدیث، ائمہ تفسیر، ائمہ سیرت کی جماعت اخراج منافقین کے واقعہ کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو قبول کرتی ہے اور معلوم ہو کہ تینوں جماعتوں کے مقتدر ائمہ کا کسی واقعہ کی صحت کو قبول کر لینا اس کی حقانیت و صداقت پر واضح دلیل و ثبوت ہے، مگر اب لوگوں کو کیا کہا جائے جن کے مذہب کی بنیاد ہی مخالفت ائمہ حق پر قائم ہے، ایسے لوگوں سے امید کی جائے تھی کم ہے علمائے حق کی موافقت کریں گے۔

اللہ تعالی حق بولنے، حق لکھنے اور حق قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

□ □ □

(بقیہ ص ۱۷۱) 'الثاقب التھانی فی مناقب مجدد الف ثانی' ہے، امام احمد رضا پر تحقیق کرنے والوں میں آج نقشبندی حضرات ہی پیش پیش نظر آتے ہیں، مثلاً (۱) علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، لاہور (۲) علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری نقشبندی، لاہور (۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی، کراچی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (۱) مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، از پروفیسر غلام مصطفی مجددی، رضا دار الاشاعت، لاہور ۱۹۹۸ء (۲) مجدد الف ثانی، امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، ڈاکٹر مجید اللہ قادری/محمد مسرور احمد نقشبندی، طبع کراچی ۱۹۹۹ء۔

پھر اگر ایسی کوئی بات ہوتی، تو اس وقت سے لے کر آج تک مجددی محققین امام احمد رضا پر جان و دل کا نذرانہ اس طرح پیش نہیں کرتے۔ تب تو کوئی وجہ نہیں کہ یا تو یہ ایک وقتی تاثر کا نتیجہ تھا یا حقیقتاً پیلی بھیتی و رام پوری دو چند مجددی حضرات وہابیوں کی دسیسہ کاریوں کے اشتعال میں جانے انجانے آ گئے ہوں۔

[۲۲] حامد رضا خان مولانا، سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل الفساد و الفتنہ، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۳۲ھ ص ۷۶:۔ □ □

حجاب تصوف میں بھیانک چہرہ

دوسری قسط

از: مفتی اختر حسین قادری*

اس کے بعد اگلے صفحہ پر گنگوہی صاحب یوں لکھتے ہیں:

"یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی امر کی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔ (سبیل الرشاد ص:۳۳)

جس طرح سے "مولوی رشید احمد گنگوہی" نے خانۂ کعبہ کے چار مصلوں کو فقہ حنفی کے خلاف برا امر اور بدعت قرار دیا ایسے ہی "ابو میاں" نے بھی ان سے دو ہاتھ آگے نکلتے ہوئے، کسی حنفی کے شافعی کی اقتداء کرنے کو، قول وفعل اور زبان و دل کا اختلاف کہہ کر "شرکِ خفی" ثابت کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایے کہ یہ کیسے حنفی اور کیسے مقلد ہیں؟ اور کس طرح سے علمائے احناف اہل سنت و جماعت کی عظمت کم کرنے کی گھنونی سازش رچ رہے ہیں اور ان نفوس قدسیہ سے عوام کو بیزار کرنے کے لیے کیسی گندی حرکت کر رہے ہیں۔

"ابومیاں" کی طرف سے ابن تیمیہ کی مدح سرائی

اس جماعت کے نزدیک "ابو میاں" وغیرہ تصوف کے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہوں جب کہ ابن تیمیہ جو کہ حقیقت میں گمراہ اور گمراہ گر ہے ان کے نزدیک تو اس کی رفعتیں بھی کمال کی ہیں۔

اہل سنت وجماعت کا موقف آپ ابھی تفصیل سے ملاحظہ کریں گے کہ "ابن تیمیہ" گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ لیکن وہابیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کی ضرور قصیدہ خوانی کر کے تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔ "ابو میاں" کی فکر بھی دیکھیے اور غور کیجیے کہ ان کی فکر اہل سنت وجماعت اور وہابیوں میں سے کس سے میل کھاتی ہے؟ ان کے نزدیک "ابن تیمیہ" کا کیا رتبہ ہے اس کو ان کے یہاں سے شائع ہونے والے رسالہ "الاحسان" کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

(۱) "اللہ تعالیٰ نے شیخ ابن تیمیہ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا وہ حافظہ، علم وفضل، تقویٰ وخشیت، زہد وورع، قناعت وصبر، جرأت وشجاعت، سنت کی پیروی، بدعت سے اجتناب اعلائے کلمۂ حق اور جہاد کے لیے ہمہ وقت کمر بستگی، یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز اور مشہور ہوئے۔

(الاحسان کتابی سلسلہ ۲ ص ۱۰۷:)

(۲) "اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جانب داری سے ہٹ کر ان (ابن تیمیہ) کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان کے نظریات کا مطالعہ کر کے ان کو عام کیا جائے۔ (الاحسان کتابی سلسلہ ۲ ص ۱۴:)

ابن تیمیہ کی شرعی حیثیت

ابن تیمیہ کی پہلے شرعی حیثیت ملاحظہ فرمائیں:

علامہ احمد ابن حجر ہیتمی (م ۹۷۳ھ) نے ابن تیمیہ کے متعلق یوں فرمایا:

قلت من هو ابن تيمية حتى ينظر اليه أيعول في شئ من أمور الدين عليه وهل هو الا كما قال جماعة من الأئمة الذين تعقبوا كلماته الفاسدة وحججه الكاسدة حتى أظهروا عوار سقطاته وقبائح أوهامه وغلطاته كالعزبن جماعة: عبد أضله الله تعالى وأغواه وألبسه رداء الخزي وأرداه وبوأه من قوة الافتراء والكذب ما أعقبه الهوان وأوجب له الحرمان هذا ما وقع من ابن تيمية مما ذكر وان كان عثرة لاتقال أبدا ومصيبة يستمر عليه شؤمها دوما سرمدا. (الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبی المکرم، ص:۲۰)

میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کون ہے کہ جس کی طرف نظر کی جائے یا دین کے معاملات میں اس کو معتمد جانا جائے؟ وہ تو صرف وہی ہے جو ائمہ کی جماعت نے فرمایا، ان حضرات نے اس کے فاسد کلمات اور اس کی کھوٹی دلیلوں پر سخت گرفت فرمائی، یہاں تک کہ اس کی لغزشوں کا عیب، اور اس کے قبیح اوہام و اغلاط کی حقیقت بے نقاب

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

کر کے رکھ دیا، ان ائمہ کی صف میں عز بن جماعہ (م ۷۲۸ھ) ہیں جنہوں نے کہا:

وہ ایسا بندہ ہے جسے اللہ نے گمراہ اور برگشتہ راہ فرمایا اور اس پر ذلت وخواری کی چادر ڈالی اور اس کے کثرت کذب وافترا کے سبب اسے ایسے مقام پر پہنچایا جس کا انجام رسوائی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ابن تیمیہ سے مذکورہ چیزوں میں سے جو کچھ بھی واقع ہوا وہ اگر چہ لغزش وخطا ہے مگر اسے درگزر نہیں کیا جاسکتا یہ اس کی ایسی مصیبت ہے جس کی نحوست ہمیشہ اس پر چھائی رہے گی۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ (م ۱۳۵۰ھ) نے ملاعلی قاری قدس سرہ (م ۱۰۱۴ھ) کے اس قول کو نقل کیا ہے:

ومنهم ملا علي القاري الحنفي قال في شرحه على الشفاء: وقد فرط ابن تيمية من الحنابلة حيث حرم السفر لزيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، كما أفرط غيره حيث قال: كون الزيارة قربة معلومة من الدين بالضرورة وجاحده محكوم عليه بالكفر ونحن الثاني أقرب الى الصواب لأن تحريم ما أجمع العلماء فيه بالاستحباب يكون كفراً لأنه فوق تحريم المباح المتفق عليه في هذا الباب. اه (شواہد الحق، ص: ۱۸۵)

انہیں حضرات میں سے ملاعلی قاری حنفی ہیں جنھوں نے اپنی شفا میں کہا: ابن تیمیہ حنبلی دوسروں کے افراط کی طرح تفریط اور کوتاہی کی کیوں کہ اس نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر زیارت کو حرام قرار دیا۔ انھوں نے کہا: اس پر علما نے فرمایا کہ زیارت کا دین کی قربت مخصوصہ ہونا بدیہی چیز ہے اس کے منکر پر حکم کفر ہے۔ اور امید کہ ثانی درستگی کے زیادہ قریب ہے اس لیے کہ جس امر کے استحباب پر علما کا اجماع ہے اسے حرام قرار دینا کفر ہے کیوں کہ اس باب میں اس کی تحریم کا حکم متفق علیہ مباح کی تحریم سے بڑھ کر ہے۔

امام ابوبکر حصنی دمشقی (م ۸۲۹ھ) یوں فرماتے ہیں:

قال بعض العلماء من الحنابلة في الجامع الأموي في ملأ من الناس: لو أطلع الحصني على ما أطلعنا عليه من كلامه لأخرجه من قبره وأحرقه. (دفع شبه من شبه وتمرد، ونسب ذلك الى السيد الجليل الامام أحمد، ص: ۵۳)

بعض حنبلی علمائے کرام نے لوگوں کے مجمع میں جامع مسجد اموی میں فرمایا: اگر امام حصنی ابن تیمیہ کے اس کلام پر مطلع ہوجاتے جس پر ہم مطلع ہوئے تو اس کو قبر سے نکال کر جلا دیتے۔

ابن تیمیہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں: ''ابن تیمیہ ضال ومضل (گمراہ وگمراہ گر) ہے''۔ (المعتقد المنتقد مترجم ص ۱۸۸)

''متاخرین حنابلہ میں بعض غبشا مجسمہ ہوگئے جیسے ابن تیمیہ و ابن قیم''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۱۱ ص ۹۰)

جو اسلامی نظریات کی رو سے گمراہ یا کافر ہوں، یا کسی گمراہ یا کافر کی حمایت کر کے اس کے کفریات وگمراہیت کو چھپاتے ہوں تو وہ اسلامی تصوف کے دشمن کہلائیں گے اس کے محافظ و پاسبان نہیں اگر وہ اپنے آپ کو محافظ و پاسبان ظاہر بھی کریں تو ان کی حیثیت اس چور کی طرح ہوگی جو مال کو خود چرانے کی فراق میں رہ کر حفاظت کا ڈھونگ کرے۔ مذکورہ تحریر سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ''ابومیاں'' اپنا کتنا بھیانک چہرہ حجاب تصوف میں چھپانے کے لیے کوشاں ہیں۔ حالاں کہ اتباع شریعت کے بغیر تصوف کا ڈھونگ کسی کام کا نہیں جیسا کہ سید الاولیا، سند الاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں: كل حقيقة لا تشهد لها الشريعة فهي باطلة۔ (طبقات الأولیاء ج ۱، ص ۱۳۱)

ہر حقیقت (منازل ولایت کی سب سے آخری منزل) اگر شریعت مطہرہ کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے۔

اسلامی تصوف صرف نظری وظاہری ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت کا نام ہے جس کی تعبیر ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ تصوف قال نہیں بلکہ حال ہے۔ ایسے لوگوں کی اب اصلی صورت ظاہر ہو چکی ہے، اب یہ کسی بھی لبادے چولے میں آئیں اور کیسا بھی پردہ ڈالیں ان سے دھوکے میں پڑ کر ان کے مکروفریب کے جال میں نہ پھنسا جائے، بلکہ علمائے کرام کا یہ فرض منصبی ہے کہ ایسے لوگوں کی قبیح اور بیہودہ مزخرفات سے لوگوں کو ڈرائیں، ان کی چھپی چالوں کو کھولیں اور خفیہ مکروفریب اور دھوکے کو ظاہر کریں اور ان کو حق وصداقت کا آئینہ دکھائیں۔

☐ ☐☐

رضویات

اعلیٰ حضرت کا لطف سخن

از: قاضی محمد احسان الحق نعیمی قدس سرہٗ *

شاعر تو دنیا میں لاکھوں گزرے اور آج بھی اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا ان میں شیریں سخن، بذلہ سنج، نادر طراز، نغزگو، بلیغ و فصیح، خوش زبانوں کی کمی نہیں ہے اپنے اپنے رنگ میں ہر شخص اپنے کمال کے جوہر دکھاتا ہے اور دنیا سے بزور ہنر خراج تحسین وآفرین وصول کرتا ہے۔

یقیناً اس کا اچھا کلام دیکھ کر اس کی داد نہ دینا نہایت درجہ کی تنگدلی ہے، وہ چیز جو رنگ پلٹ دیتی ہے اور مغموم کو مسرور اور مسرور کو مغموم بنا دیتی ہے شاعروں کی جادو بیانی ہے۔

میں چاہتا تھا کہ شاعروں کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا بھی تذکرہ کروں کیوں کہ آپ نے جہاں صدہا علوم وفنون کی نادر ولاجواب تصانیف چھوڑی ہیں وہاں اردو اور فارسی عربی کے دیوان اور قصائد و نظمیں بھی آپ کی یادگار ہیں اور آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اعلیٰ حضرت کے اشعار مجالس ومحافل میں پڑھے جارہے ہیں، لیکن میں اوزان وقوافی سے گزر کر جب کلام کی بلندی اور اس کے اوج پر نظر کرتا ہوں تو مجھ کو شاعروں کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کرنا ترک ادب معلوم ہوتا ہے، ہاں اگر واردات لکھنے والے اولیائے کرام وعلمائے اعلام کو بھی شاعروں میں ذکر کیا جاسکے تو میں جرأت کروں گا کہ طبقۂ شعراء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا نام نامی زریں حرفوں کے ساتھ لکھوں جن کے کلام میں طبیعتوں میں نئی کیفیتیں ہی نہیں پیدا کردیں اور مردہ دلوں میں امنگیں ہی نہیں ڈالدیں بلکہ ایک عالم نکتہ رس کو مختلف علوم وفنون کے مشکل ترین مباحث کا سبق دیا ہے اور ایک ماہر فن شاعر کو علم عروض کا کمال دکھایا ہے، زبان کی شستگی اور الفاظ کی مناسبت، تشبیہات کی پاکیزگی، استعارات کی خوش بندی کی چستی اعلیٰ مضامین کے ساتھ روزمرہ کے محاورات کی بے تکلفی اور پھر حدود شرع مطہر کے اندر رہنا، عشق وشوق کے جذبات اور پھر میدان ادب سے قدم باہر نہ رکھنا، یہ کمالات تو ایک طرف، مگر کسی سالک راہ سے پوچھئے کہ ایک اشارہ میں اس کو کتنی منزلیں طے کرائیں، کسی زخمی دل وجگر والے سے دریافت کیجئے، نمک پاشی نے تجھے کیا مزہ دیا؟

کلام ہے کہ فضل وکمال کا، علم وہنر کا، رشد وہدایت کا، موجیں مارنے والا دریا، اب میں آپ کے سامنے حضور والا کے ابتدائی کلام کا ایک نمونہ پیش کرتا ہوں، کیسی سنگلاخ زمین میں اعلیٰ مضامین کے پھول کھلائے اور شاعری کے جوہر دکھائے ہیں، یہ غزل مطبوعہ دیوان میں درج نہیں ہے اس سے ذوق اٹھایئے اور کیف حاصل کیجئے۔

غزل

گلے باہر آسکتا نہیں شور وفغاں دل کا
الٰہی چاک ہوجائے گریباں ان کے بسمل کا

شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلایا ڈھنگ ان کی چال نے سیر منازل کا

بڑھا اس درجہ رعب حسن والا لیلۃ الاسریٰ
سمٹ کر بنگیا چرخ ایک پایا ان کے محمل کا

حجاب نور تک پہنچا کہ آنکھیں ہوگئیں خیرہ
فغاں کرتا ہوا لوٹ آیا قاصد نالۂ دل کا

کسے کہتے ہیں خورپتا نشیں سے گرمیاں کیسی
جھلکتا ہے شرارہ آسماں پر سوزش دل کا

سنا جب نام گل خار مدینہ چبھ گیا دل میں
کہ ہر مطلق ہے جلوہ گاہ حسن فرد کامل کا

یہ کس کے رعب آمد نے کیا عالم تہ وبالا
کہ شیرازہ پریشاں ہوگیا ہر نظم باطل کا

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے مدیر تھے۔

یہاں صحرا میں موج آئی وہاں دریا میں گرداٹھی
ادھر آتش کا ماتم ہے ادھر غوغا زلازل کا

یہ کیا نالہ ہے دشت طیبہ میں اے وائے محرومی
مگر حسرت نے پھر اس بن میں لوٹا قافلہ دل کا

کسی وحشی کی خاک اڑ کر حرم میں آ گئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور ستانہ سلاسل کا

رضائے خستہ کیا کہنا عجب جادو بیانی ہے
نمک ہر نغمہ شیریں میں ہے شور عنادل کا

عہد حجۃ الاسلام میں عرس رضوی

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عرس کی تاریخیں رضوی عقیدت کیشوں کے لوح خاطر پہ محفوظ رہتے ہیں غلام کیا آقا کو فراموش کرے گا اور مرید کس طرح مرشد کو بھول سکے گا وہ کہیں ہوں کتنی دور دراز ہوں کتنا ہی بعد مسافت حائل ہو گیارہ مہینے منتظر ماہ صفر کا انتظار کرتے ہیں اور صفر آیا تو بریلی کی تیاریاں ہونے لگیں، دل کے ولولے رضوی آستانہ پہنچنے کے لئے مچل رہے ہیں، قلبی تمنائیں درگاہ معلیٰ کی زیارت کے لئے تڑپتی ہیں نہ انہیں کسی دعوت کی ضرورت، نہ طلب کی حاجت، سراپا طلب تو وہ خود ہیں حاضری ان کی سعادت ہے انہیں تو کوئی ہٹائے بھی تو نہ ہٹیں نکالے بھی تو نہ نکلیں۔

مجنوں تو ہوں مگر ہے جنوں اختیار میں
صحرا سے روز آتا ہوں میں کوئے یار میں

حضرت صاحب سجادہ دامت برکاتہم کی طرف سے کریمانہ دعوت سرمستان بادۂ محبت کے لئے ایک چھیڑ ہے ان کے شوق انگیز الفاظ ولولوں میں خیرگی پیدا کرتے ہیں، جنون وارفتگی کا پارہ انتہائی ڈگری پر پہنچ جاتا ہے، اور انتظار کی ساعتیں کاٹنی مشکل پڑ جاتی ہیں اور پھر دعوت کے انداز کرم خود احسان کر کے خود رہیں، منت ہوتا غلاموں کے لئے میزبانی کے وسیع اہتمام، وسعت اخلاق کے زبردست جاذب ہے، مجذوب فدائیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، احرار ہوشدار، اور ہوشیاران ناگرفتار کو بھی اسیر عقیدت بنا کر کھینچ لیتے ہیں، ۲۳؍صفر کو اہلکاران ریلوے کے کام میں غیر معمولی زیادتی ہے، چار دں طرف سے آنے والی تمام ٹرینیں زائرین عرس سے بھری ہوئی آتی ہیں، بریلی میں نرالی چہل پہل نظر آتی ہے، علماء کرام اپنی شان و شوکت کے ساتھ شاگردان باادب کے ہجوم میں تشریف لا رہے ہیں، جبہ و دستار سے شریعت کی جلیل منصب داری کی شان ظاہر ہے، خلق دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی ہے، مشائخ عالی مقام مریدان عقیدت کیش و عقیدت مندان ارادت اندیش کے حلقہ میں رونق افروز ہو رہے ہیں، اللہ والوں کا ہجوم ایک ولی کی زیارت کے لئے آ رہا ہے، دوردرویشانہ لباس اسلاف کرام کا نمونہ دکھا رہا ہے، ان صداقت پیکروں کی زیارت کے لیے خلق کثیر چشم براہ ہے، قدم قدم پر عرض سلام، مصافحہ اور دیدار فیض آثار و تمتع کیا جاتا ہے، عالی وقار رؤسا اپنے خدم و حشم کے ساتھ رئیسانہ شان و شوکت سے حاضر دربار ہو رہے ہیں، عام مسلمان اپنے اپنے ذوق محبت کے ترانوں سے تر زبان دھوم مچاتے آ رہے ہیں، زائرین سے راستے بھرے ہوئے ہیں، منٹوں کا راستہ گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا راستہ منٹوں پہروں میں طے کیا جاتا ہے، سوداگرنی محلہ میں آستانہ معلیٰ کے گرد و پیش بہت مکانات خالی کرا کر مہمان خانے بنا دیئے گئے ہیں پھر بھی درگاہ، مدرسہ، مسجد زائرین سے پر ہے، چادریں آ رہی ہیں، منقبت خوانوں کے جلوس آ ٹھہر رہے ہیں، اعلیٰ حضرت کا نام نامی جوش و خروش کے ساتھ پکارا جا رہا ہے، خدمت اسلام میں جس پاک زندگی کا لمحہ لمحہ خرچ کیا گیا ہے آج ایک عالم اس کا گرویدہ عقیدت و اسیر محبت نظر آتا ہے درگاہ معلیٰ میں ملک کے مشہور واعظین اور نامدار فاضل اپنی جوش بیانیوں سے مجمع کو مستفیض فرما رہے ہیں صبح سے شب کے بارہ ایک بجے تک مجالس وعظ گرم رہتی ہیں۔ ذکر اللہ اور ذکر رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ساعات لیل و نہار گزر رہی ہیں حاضرین کا شوق بھی انتہا کا ہے۔ رات دن وعظ سنتے سنتے تھکتے نہیں تھا کیا معنی شوق بھی پورا نہیں ہوتا، آستانہ معلیٰ کو وسیع صحن میں کثرت ہجوم سے ہر وقت تنگی ہی رہتی ہے اور جگہ ملنی دشوار ہوتی ہے، تمام علماء کے اسماء اور ان کے بیانات کے حوال لکھنا تو بہت طول چاہتا ہے، مقامی حضرات کے علاوہ بیرو نجات کے کثیر علما کے دلچسپ اور دلپذیر بیانات ہوئے ان میں سے چند خاص بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) صاحبزادہ سرکار مارہرہ حضرت عالم جلیل فاضل نبیل سلالہ دود

مان قادریت فریدۂ خاندان غوثیت حضرت مولانا مولوی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم نے مسئلہ تبلیغ پر اپنی تقریر منیر میں گوہر افشانی فرمائی، فصیح وبلیغ عبارت شستہ الفاظ مدلل بیان اور پھر ایک فرزند رسول کی زبان سبحان اللہ وبارک اللہ مجمع نے آپ کی تقریر سے بہت دلچسپی لی۔

(۲) صاحب سجادہ کچھوچھہ شریف پیر روشن ضمیر پر تنویر، غوث اعظم کی تصویر فرزند رسول، جگر گوشۂ بتول جامع کمالات صوریہ ومعنویہ حضرت سراپا برکت مولانا مولوی سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کا دیدار ہی قلوب پر نورانیت پیدا کرتا ہے حضرت کی شکل وشان حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل وشمائل کا نقشہ ہے آنکھوں والے جو اس دولت بیدار کے دولت دیدار سے متمتع ہوئے ہیں، انہوں نے اس چہرۂ مبارک کو دیکھ کر قدموں سے آنکھیں مل ڈالی ہیں ہمارے پاس تو ہمارے امام پیشوائے انام مجدد اللہ عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کا ارشاد فیض بنیاد بہترین سند ہے جو ارشاد فرمایا۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ پروردہ سہ محبوباں

حضرت کے کلمات عالیات بزرگانہ ہدایات ہوتی ہیں جو قلب میں اترتی چلی جاتی ہیں مجمع چہرۂ مبارک کی زیارت اور کلمات طیبہ کی سماعت سے جو فیض روحانی حاصل کرتا ہے بیان میں نہیں آسکتا۔

(۳) عالم اجل فاضل اکمل جامع علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا الحاج المولوی محمد عبدالمجید صاحب متوطن آنولہ دامت برکاتہم آپ اسی سال حج وزیارت مدینہ طیبہ سے فیض یاب ہوکر آئے ہیں اس لئے آپ کا بیان حجاز کے چشم دیدہ واقعات پر مشتمل ہونے کی حیثیت سے خصوصیت رکھتا ہے آپ کا مؤثر لب ولہجہ عالمانہ طرز بیان دلکش تقریر تو آپ کے کمالات سے کچھ عجیب نہیں خاص بات یہ تھی آپ نے اپنے چشم دید واقعات کے بیان سے نجدی مظالم کا انکشاف کیا اور بالتفصیل نجدیوں کی درندگی، بے دینی، وحشت، ظلم، فسق، وفجور، لوٹ مار کا بیان فرمایا۔

(۴) مولوی سید غلام قطب الدین صاحب سہیل ہستہ سہسوانی جو برہمچاری کے لقب سے مشہور ہیں اور اپنے طرز بیان کے نرالے واعظ ہیں، راجپوتانہ میں انہوں نے ہماری جماعت میں عرصہ تک تبلیغی خدمتیں انجام دی ہیں، آپ نے تبلیغ کی ضرورت پر دلچسپ مزیدار اور مؤثر تقریر فرمائی آپ کا انوکھا طرز بیان بہت عام پسند ہے اور آپ کی خداداد آواز نظموں میں جان ڈال دیتی ہے۔

(۵) مولوی مست جمال شاہ صاحب آپ پنجاب سے تشریف لائے تھے، محبت اولیاء کرام میں آپ کی مستانہ تقریر سے مجمع بہت محظوظ ہوا۔

(۶) حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتہم آپ امسال اپنے اہل و عیال کی علالتوں کے باعث ایک روز کی تاخیر سے تشریف لائے ہر شخص آپ کے لئے محو انتظار تھا، آپ کی تشریف آوری سے مجمع میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی آپ نے آتے ہی اپنے حسب معمول سب سے اول اعلیٰ حضرت صاحب عرس قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضر ہوکر فاتحہ پڑھی، اور چونکہ حضرت صاحب سجادہ دامت برکاتہم کی خرقہ پوشی کا وقت آگیا تھا تمام اکابر علماء مشائخ موجود تھے آپ نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔

خرقہ پوشی

عرس کے ایام میں خرقہ پوشی وقت اپنے شان وشوکت کے لحاظ سے بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ مخصوص حضرات حلقوں میں دولت سرائے اعلیٰ حضرت تک پہنچائے جاتے ہیں جہاں پہلے سے بہت اہتمام کے ساتھ پہرے لگے ہوتے ہیں اور مخصوصین کے سوا کوئی شخص یہاں تک کہ اندر داخل نہیں ہوسکتا، یہاں تک سے گزر کر آگے یکے بعد دیگرے تین پہرے ملتے ہیں، دولت سرائے اقدس میں حضرت عظیم البرکۃ جلیل المنزلۃ رفیع الدرجۃ مولانا الحاج المولوی الشاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری نوری برکاتی رضوی مسند آرائے سجادہ رضویہ دامت برکاتہم خرقہ شریف زیب تن فرماتے ہیں عجب عالم ہوتا ہے ایک نور کا پتلا نوری لباس میں نوری سرکار کے فیض سے بدر منیر سے زیادہ منور نظر آتا ہے، اور دیدار کے لطف اٹھاتی ہے، رضویوں کی بے خودی کا عالم بیان سے باہر ہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اس وقت صاحب سجادہ کے پیکر میں اعلیٰ حضرت اہلسنّت مجدد دین ملت قدس سرہٗ کی جلوہ افروزی ہورہی ہے، آرزو

سندول ٹوٹے جارہے ہیں، اسی شبیہ میں حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن صاحب اور حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس اللہ اسرارہم کے بھی جلوے نظر آرہے ہیں، اسی لباس میں حضرت شاہ برکت اللہ صاحب اور حضرت شاہ اچھے میاں صاحب قدس اللہ اسرارہم کے انوار بھی چمک رہے ہیں مارہرہ مطہرہ اور بغداد مقدس کی سرکاریں برسرفیض ہیں۔

حضرت صاحب سجادہ کا خداداد حسن و جمال اور عالمانہ وقار، درویشانہ انکسار بیرنگانہ شوکت پرخرت پوشی کچھ ایسی ساز و سامان ہیں جنہیں ایک مرتبہ دیکھ کر عمر بھر لذت دیدار کے مزے آتے رہتے ہیں، دولت سرائے اقدس کا سخت پہرہ ہوتا ہے سوائے مخصوص حضرات کے کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا، شائقین جمال اور مشتاقان دیدار کے ہجوم لگے ہوتے ہیں۔ دیوان خانہ، دروازہ، یہاں تک، سڑک سب بھری ہوتی ہے اور گزرنے والے کو گزرنا ممکن ہوتا ہے، مجمع سر اٹھائے، آنکھیں پھاڑی حضرت صاحب سجادہ کی تشریف آوری کا منتظر کھڑا ہے۔ وہاں ملبوس مبارک زیب تن فرما کر چارپائی سے قدم اوتارا اور عصا ہاتھ میں لیا اور باہر آمد آمد کی دھوم مچ گئی، قدم قدم خبریں آتی ہیں کہ اتنے میں سواری آگئی اور دروازہ سے حضرت صاحب سجادہ ماہ نو کی طرح جلوہ آرا ہوئے شور مچ گیا، مرحبا کی صدائیں بلند ہوئیں منقبت خوانوں نے ولولہ انگیز لہجوں میں۔ آج دولہا بنا شاہ حامد رضا پڑھنا شروع کیا حضرت موصوف دوسرے حلقوں میں خرام مزم کے ساتھ درگاہ معلیٰ کی طرف روانہ ہوئے ہزارہا انسان دیدار کے لئے دیوانے ہو رہے ہیں، آدمی گرا پڑتا ہے سڑکیں بھری ہوئی ہیں چھتوں اور بالاخانوں پر زیارت کرنے والوں کے ہجوم ہیں شاہانہ کروفر کے ساتھ جلوس اٹھا حتیٰ کہ درگاہ معلیٰ میں پہنچے تمام مجمع سروقد تعظیم کے لئے ایستادہ ہے اور اللہ اکبر اور صلاۃ و سلام کے نعروں میں حضرت ممدوح اپنی مسند شریف پر پہنچے مختلف اصحاب نے منقبتیں اور مدحیہ قصائد عرض کئے، مجمع جھوم جھوم گیا، اس موقع پر میرے دوست منشی عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروز پوری نے جو ایک قصیدہ لبریز عقیدت پڑھکر سنایا جس کا ایک مصرعہ تھا کہ جانشین حضرت احمد رضا، حامد رضا، اس نے جلسے پر ایک خاص رنگ پیدا کیا، آپ حضرت صاحب سجادہ کے دست گرفتہ و نظر عنایت سے منظور خاص ہیں، اور آپ کا تمام خاندان عقیدت و نیاز مندی کے گھرے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ قصائد ختم ہونے کے بعد مولوی عبدالحمید صاحب نے اپنی تقریر کا بقیہ جو حالات حجاز پر مشتمل تھا پورا فرمایا، مجمع نے حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء جناب مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ سے بیان کی استدعا کی ہر طرف سے یہی آواز اٹھی اآپ نے مسلمانوں کے اصرار اور حضرت صاحب سجادہ کے ارشاد سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی، آپ کی تقریر کے متعلق میں کیا عرض کروں، حسن بیان قوت اول فصیح زبان، متین انداز، اور جو جو خوبیاں ہیں آج ان کی تقریروں کی ہندوستان میں دھوم مچی ہوئی ہے صرف اتنا عرض کردینا چاہتا ہوں کہ واقعات حجازیہ آپ نے گفتگو فرمائی مگر جتنی دیر تقریر فرماتے رہے مجمع کا آنسو تھمیں تھا اور تمام مجمع روتے روتے بے اختیار ہوگیا۔ اور اسلامی جذبات سینہ میں موجیں مارنے لگے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم حجاز مقدس میں ہیں اور تمام واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہو رہے ہیں آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ خاص وقت ہے اور حضرت صاحب عرس کی روح کو ایک خاص توجہ ہے ان کے منتسبین کو کسب فیض کا بہتر موقعہ ہے یہ کچھ ایسے ولولہ انگیز لفظوں میں فرمایا جس نے رضویوں کو بہت فائدہ دیا اور اس شب ذکر و دعا میں مشغول رہے غرض بڑی شان و شوکت کے ساتھ عرس کی محافل ہوتی رہیں۔

۲۵ رصفر کو ۲ ربجکر ۸ ۳ رمنٹ پر قل شریف ہوا۔ قل سے پہلے خاکسار نے جماعت مبارک کی مطبوعہ سالانہ رپورٹ اجمالاً پڑھ کر سنائی، جماعت مبارک کے اراکین و رضا کاران اس عظیم الشان عرس کے انتظام میں شب و روز سرگرم رہے اور خدا کا شکر ہے کہ حضرت صاحب سجادہ ان کے خدمات سے خوش ہیں۔

عرس کے ایام میں کثرت سے لوگ صاحب سجادہ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوئے عموماً عصر و ظہر کے بعد سے دیر تک مسجد ہی میں محفل بیعت گرم رہی تھی۔ □ □ □

مسلک اعلیٰ حضرت حق ہے

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

کسی بھی شخصیت کے افکار وآرا اس شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں جس میں اس شخصیت کے علم وعمل اور عشق کی روح کو مشخص دیکھا جاسکتا ہے اسی سے اس شخصیت کے داخلی جذبات وعوامل کا پتا چلتا ہے، افکار وآرا جتنا صاف ہوتا ہے وہ شخصیت بھی آئینہ قوم وملت میں اتنی ہی ستھری اور نکھری ہوتی ہے۔ یہ نظریات وتصورات ہی کی واضح برکات ہیں کہ کسی شخصیت سے تو پورا دینی اثاثہ اور اسلامی سرمایہ منسوب ہوجاتا ہے جیسے سیدالشہدا سرکار امام حسین شہید کرب وبلا کو دین پناہ ہی نہیں بلکہ سراپا دین کہا گیا ہے ۔

دین است حسین دیں پناہ ست حسین

چودھویں صدی ہجری میں افکار اہل سنت کو وہابیت کی کڑکتی بجلی سے بچانے کے لیے جس شخص نے اپنے آپ کو ڈھال بنا کر پیش کیا تھا، جب طوفان چھٹا تو اکابر واصاغر نے اس کے اس احسان کو یاد کرتے ہوئے اس کے اس احسان کو یاد کرتے ہوئے حسب روایات سابقہ حال میں خدمات کے اعتراف اور مستقبل میں دین وسنیت کی حفاظت کے تصور سے پورا دینی اسلامی سرمایہ اس ذات کی طرف منسوب کردیا۔ یہی وہ خاص منزل ہے جہاں سے "مسلک اعلی حضرت" کی اصطلاح نے جنم لیا، وفور مسرت میں اکابر واسلاف نے مسلک اعلی حضرت کا وہ نعرہ لگایا کہ اب تک اس کی گونج سنی جارہی ہے۔ امام احمد رضا کو اپنے اکابر واسلاف سے کیسی قلبی الفت اور دلی محبت تھی، وہ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں کیسے تھے، وہ جو کچھ تحریر فرماتے تھے اس میں بزرگوں کے افکار کی روح کیسی سمائی ہوئی تھی حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

"اعلی حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں ایسے تھے جیسے چوں قلم در دست کاتب"۔ (قاری کا امام احمد رضا نمبر)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے جتنا بھی اور جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب کا سب حضور غوث اعظم کی مرضی سے لکھا ہے غوث اعظم نے جب چاہا تب لکھا ہے اور جتنا چاہا اتنا لکھا ہے۔ اور جتنا لکھا ہے ان تمام کے مجموعے ہی کو مسلک اعلی حضرت کہا، بولا اور لکھا جاتا ہے۔ تو حضور محدث اعظم کی تحریر کی روشنی میں یہ امر محقق ہوگیا کہ مسلک اعلی حضرت مسلک غوث اعظم ہے۔ یعنی مسلک غوث اعظم ہی مسلک اعلی حضرت ہے۔

آپ کے افکار ونظریات کا خلاصہ دو جملوں میں حضور ملک العلما یوں بیان فرماتے ہیں:

"شریعت میں وہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم ہیں تو طریقت میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں"۔ (حیات اعلی حضرت/ 32)

ظاہر ہے جو امام اعظم اور غوث اعظم کے افکار وانظار کا نقش جمیل ہو وہ کسی نئے نظریے کا بانی کیسے ہوسکتا ہے، اپنے اسلاف کے نظریات وخیالات کو ہی انہوں نے پوری زندگی پھیلایا، اپنی ہر تقریر وتحریر کا نصب العین بنایا، اپنے قول وعمل سے اس کی حفاظت وخدمت کی، اور اس شدت کے ساتھ طریقہ اسلاف کی پیروی وپابندی کی کہ سید سلیمان ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ

"تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنہ کہتا رہا، اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے"۔ (حیات شبلی 45)

کہتے ہیں حق وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے سید سلیمان ندوی جیسے کٹر حریف بھی اپنے دور کا مذہبی پس منظر بیان کرتے ہوئے برملا یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو لوگ اہل سنت تھے وہ شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش یعنی طریقہ اسلاف پر قائم تھے اس جماعت کے زیادہ تر پیشوا بریلی اور بدایوں کے رہنے والے علما تھے۔ بریلی کے علما میں اعلی حضرت ہیں ان کے والد مولانا نقی علی خان ہیں اور ان کے دادا مولانا رضا علی خان ہیں۔ بدایوں کے علما میں حضرت شاہ فضل

رسول بدایونی ہیں، شاہ عبدالقادر بدایونی ہیں وغیرھم—صاف معلوم ہوا کہ ہم کو اپنے بزرگوں کی مبارک حیات سے یہی درس ملا ہے کہ مذہب اہل سنت پر شدت سے قائم رہنے کی ضرورت ہے اور اس شدت کو اپنانے کے لیے اپنے بزرگوں کی روش حیات کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے—اور یہ مسلک میں شدت ہی اہل سنت کا نشان امتیاز ہے، تاہم کتنے حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ آج کچھ لوگوں کو یہ شدت جو قرآن وحدیث اور اسلاف کی مطلوب ومحمود شدت ہے ایک آنکھ نہیں بھاتی، وہ سب سے رواداری کی بات کرتے ہیں— شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ عرف ابو میاں (الہ باد) کے دورہ مصر پر شیخ محمد احمد الخذری نے شاہ صاحب سے ملاقات اور تبادلہ خیالات پر جو تاثر پیش کیا ہے وہ دیدہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے:

"ہندوستان میں اہل سنت کا ایک طبقہ بہت متشدد ہے، شیخ ابوسعید اعتدال ووسطیت کے نمائندہ ہیں"۔

(سنی دعوت اسلامی، اپریل ۱۳)

صاف ظاہر ہے کہ سید سلیمان ندوی نے جس شدت کو اہل سنت کی علامت اور اسلاف کی روش کہا ہے شاہ ابوسعید اس علامت اور روش سے ہٹ کر کسی نئے مسلک، مسلک اعتدال کے نمائندہ ہیں—اگر مسلک اہل سنت سے شدت ہٹا دیا جائے تو صاف مطلب ہوگا کہ وہ مسلک جس میں سب سے مل جل کر رہنے، سب کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، سب سے دوستی اور مدارت برتنے کی دعوت دی جائے، فیصلہ ہم قارئین کے حوالے کرتے ہیں کہ اگر سب کے ساتھ معاشرت وموالات رکھنے کا نام مسلک اعتدال ہے تو پھر صلح کلیت کیا ہے؟

حق یہ ہے کہ تمام مسالک میں جو مسلک تنہا افراط وتفریط سے یکسر پاک ہے وہ صرف مسلک اہل سنت وجماعت ہے لہذا مسلک اہل سنت ہی مسلک اعلی حضرت ہے اور اکابر ومشائخ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ عصر حاضر میں مسلک اعلی حضرت ہی مسلک اہل سنت ہے لہذا مسلک اعلی حضرت ہی مسلک اعتدال ہے— وہ مسلک، مسلک اعتدال ہو ہی نہیں سکتا جس میں عشاقان رسول اور گستاخان رسول سب کو ایک نظر سے دیکھا جائے، سب سے گھال میل کی بات کی جائے اور صریح گستاخی کرنے والے اور ان کے وارثین کی تکفیر سے لجایا، شرمایا اور کف لسان کیا جائے، جیسا کہ شاہ ابوسعید احسان اللہ صاحب (ابو میاں) کی سرپرستی میں نکلنے والے ماہنامہ "خضر راہ" کے صفحہ 16 کی اختتامی سطروں میں ہے:

"اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے".

جب کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کی مسلسل یہ روایت رہی ہے کہ جب بھی کسی نے ضروریات دینی سے کسی دینی ضرورت کا انکار کیا ہے تو اس وقت کے علما ومشائخ نے فورا نوٹس لیا ہے اور اتمام حجت کے بعد شرعی حکم صادر فرمایا ہے—ابھی زیادہ سال نہیں گزرا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" پر علمائے دہلی، جن کے سربراہ علامہ فضل حق خیرابادی تھے انہوں نے دہلی کی جامع مسجد میں مصنف کتاب سے شرعی مواخذہ فرمایا اور جواب باصواب نہ ملنے پر ان 17 مفتیان کرام نے کفر کا فتوی دیا اور یہاں تک تحریر فرمایا کہ "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" —

(تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی، علامہ فضل حق خیرآبادی)

جب اعلی حضرت کے دور میں مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس کے ذریعے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کر کے، مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور کے علم غیب کی کھلی توہین کر کے، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں حضور کے علم پر شیطان کے علم کی برتری دکھا کے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کر کے مسلمات وضروریات دین کی مضبوط فصیل میں شگاف ڈالنے کی جرات وجسارت کی تو عرب وعجم کے 268 مفتیان کرام ومشائخ عظام نے پھر اسی جملہ کو دہرایا اور برجستہ تحریر فرمایا "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" —فتوی حسام الحرمین انہیں برجستہ حقائق کا ایمانی مرقع ہے، آج بھی اپنے دین وایمان کی سلامتی وحفاظت کے لیے اس مبارک فتوی کی تائید وتصدیق ضروری ہے اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ قیام قیامت تک چلتا ہی رہے گا، اپنے ان اکابر واسلاف کی روشن راہ سے ہٹ کر الگ ڈگر اپنانا اپنے ایمان وعقیدے کے ساتھ سراسر ظلم ہے کہ ان کی راہ ہی راہ نجات اور صراط مستقیم ہے، کہاں تو اکابر واسلاف کا متفقہ فیصلہ کہ

حضور تو پھر حضور ہیں، حضور کے جوتا شریف کی تعظیم بھی ضروریات دین سے ہے اگر کوئی ادنیٰ توہین کرے گا تو کافر ہو جائے گا (شفا شریف) اور کہاں یہ انحرافی جملہ کہ

"اس امت کے کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے"۔

جس سے چودہ ساڑھے چودہ سو برس کے قائدین اسلام کے نظریے سے اختلاف کا خون ٹپک رہا ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

گردوپیش کی اس کشمکش کے تناظر میں مجلہ الاحسان مارچ 2013 کے حوالے سے فاضل بغداد مشہور اسلامی اسکالر مولانا انیس عالم سیوانی (لکھنؤ) نے اپنی "آئینۂ حق" کتاب میں شاہ ابو میاں کو مخاطب کر کے حالات، معاملات، نظریات اور ان چیزوں کے بطن سے خفیہ مضمرات کا بڑی فراخ دلی سے مدبرانہ جائزہ لیا اور مخلصانہ مشورہ پیش کیا ہے:

"آدمی کو اگر تھوڑی عزت ملے تو اس پر صابر و شاکر ہونا چاہیے، بلا وجہ سبب نزاع بننا عقل مندی نہیں اور ہمت کر کے اپنی حقیقت سب پر ظاہر کر دینی چاہیے، آدھا ادھر آدھا ادھر دین داری نہیں، تقیہ ہے — اعمال خواہ جیسے ہوں عقائد کی درستگی کے بغیر ان کی کوئی قدر نہیں آپ کا معاملہ تو عجیب و غریب ہے کہ خدا اور رسول کے محبوبین بھی آپ کے محبوب ہیں اور اللہ و رسول کے گستاخوں سے بھی آپ کا قلبی لگاؤ ہے — یہ کون سا تصوف ہے"؟ (آئینۂ حق صفحہ 72)

مسلک اعلیٰ حضرت کی سب سے بڑی خوبی جو اس کے اللہ اور اس کے پیارے رسول کے نزدیک پسندیدہ مسلک ہونے کی واضح دلیل ہے اور وہی اس کے تاج کا طرہ افتخار، نیز دیگر مسالک کے بیچ تمغہ امتیاز ہے وہ ہے اس کا تصلب، یہ تصلب ہی اس کا عرفان بھی ہے اور تشخص بھی اور دین حق اور عقائد حقہ میں تصلب مقبولیت کی علامت ہے — (سراج العوارف)

یہی وہ مسلک ہے جو اسلاف کے تابندہ نقوش کا سچا شارح و ناشر بھی ہے اور مبلغ و محافظ بھی، عصر حاضر سے لے کر عہد صحابہ تک جس کے سلسلۃ الذہب کی تمام کڑی مضبوط، محفوظ اور آپس میں مربوط ہے — اسی وجہ سے یہ مسلک صحابہ و تابعین، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، اولیائے کاملین کے مشن میں ذرا سی ڈھیل برداشت نہیں کرتا، غلط روی پر ٹوکتا، آزاد خیالی پر بند لگاتا، اور کج فکری پر شرعی، تحقیقی نوٹس لیتا ہے — اگر یہ بے باک تحفظ، بے لاگ انتباہ کا بروقت مظاہرہ نہ کرے تو لوگ دین کا اصلی چہرہ مسخ کر کے رکھ دیں گے — فکر اسلاف سے ہٹ کر افکار نو کا ملغوبہ مسلک اعتدال کا نعرہ لگانے لگیں — برا ہو جدیدیت کی چکاچوند کا جس نے اچھے اچھے محل کو ہلا کر رکھ دیا ہے جس کے نتیجے میں مسلک اعلیٰ حضرت کے صالح و صحت مند اور فولادی جسم کو آزاد خیالی کا ناگ مختلف حربے اور بہانے کا سہارا لے کر ڈسنے کی فکر میں ہے — اب لوگوں کو شدت نہیں سہولت چاہیے، عزیمت نہیں رخصت چاہیے، پابندی نہیں آزادی چاہیے، اس آزادی کے لیے وہ ایسی ایسی حرکت مکروہی و حرات مذبوحی پر تلے ہیں کہ ان کے ماضی پر ان کا حال شرمندہ اور اشک فشاں ہے —

اس فہرست میں ایسے ایسے اشخاص اور ایسی ایسی خانقاہوں کے نام دیکھنے کو مل رہے ہیں کہ تھوڑی تک عجیب گومگو کی کیفیت رہتی ہے — بدیہیات مشاہدات نظر کا دھوکہ معلوم ہوتے ہیں — مگر ثبوت و دلائل کے انبار ایقان و اذعان کی منزل میں لے ہی آتے ہیں — مسلک اعلیٰ حضرت حق کا ایک ایسا آئینہ، صداقت کا ایک ایسا معیار اور احقاق حق کی ایسی ٹھوس علامت ہے کہ یہاں "نہاں" عیاں ہو ہی جاتا ہے — مضمرات مظہرات کی گرفت میں آ ہی جاتے ہیں، اسی لیے ان لوگوں نے پہلے مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح پر ضرب لگانے کی کوشش کی، اسے غیروں کا دیا ہوا نام کہا، محافل و مجالس میں اس نعرہ پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا، مسلک اعلیٰ حضرت نہ بولنے اور نہ لکھنے کی تحریک چلائی، یہ سب آنے والے وقتوں میں آزادی کے دفینے سے من پسند خزینے حاصل کرنے کی فکر میں کیا گیا — مگر الحمد للہ! ابھی رضا کے غلامان باوفا زندہ ہیں، فدایان سرکار مفتی اعظم سلامت ہیں جاں نثاران اکابر اہل سنت موجود ہیں، ماضی قریب کی تاریخ شاہد ہے کہ دیوانگان مصطفی نے بے سروسامانی کے عالم میں خلوص دل کا وہ ساز و سامان پیش کیا جس کی دھمک سے آزاد خیالی کے گھروندے مسمار ہونے لگے، چند مٹھی بھر دیوانوں نے ہوش ٹھکانے لگا دیے، ہوا کا رخ بدل دیا، کاخ آزادی کی چولیں ہل گئیں، اضطراب ایسا چھایا کہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے،

ایسے میں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پھر اپنا فکری قبلہ درست کر لیتے۔ مسلک اعلیٰ کے متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے۔ مگر یہ حقیقت بھی سر چڑھ کے بولتی ہے کہ جو مسلک اعلیٰ حضرت کو آنکھ دکھاتا ہے اور اس سے ذرا بھی ہٹتا ہے، اعتقادی و عملی بدعت اس سے سٹ اور چمٹ جاتی ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بدعات اور لغویات وفضولیات کے دلدل میں پھنسا چلا جاتا ہے، یقین نہ ہو تو مولانا یاسین اختر مصباحی جیسے قلم کار کے قلم سے یہ صلح کلیت کا داعی جملہ نکلے:

"آج کل لوگ قلت علم ومطالعہ اور ناقص تجربہ مشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک اپنے بیان وخطاب کے ذریعے کسی فرقہ باطلہ کے اساطین کو بار بار خبیث مردود کافر ومرتد نہ کہا جائے اس وقت تک رد فرقہ باطلہ کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔"

(عرفان مذہب ومسلک/ 11)

تعجب ہے! موصوف کا یہ جملہ ہمارے پیش کردہ معروضے کے ثبوت کے لیے آئینہ حق نما ہے، یہ تو ان کی دل خراش تحریر کی صرف ایک قاش ہے۔ ان کی بہکی باتوں اور مسلک تصادم نظریوں کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ اس اقتباس سے بدعقیدوں سے ہمدردی کا جو خمار ٹپک رہا ہے وہ تو ہے ہی، علمائے اہل سنت جن کو رد عقائد باطلہ اپنے اکابر سے ورثے میں ملا ہے کو قلیل العلم، ناقص التجربہ والمشاہدہ کہنا یہ کتنی بڑی ڈھٹائی ہے۔ جب کہ فرقہ باطلہ کاردان کے استاذ گرامی حضور حافظ ملت اور مرشد طریقت سرکار مفتی اعظم ہند کا شیوہ وطیرہ اور ان کے فکر و عمل کا خاص موضوع رہا ہے۔

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: " دین حق ومذہب حق کی حمایت حقہ کا بقدر ضرورت بشرط استطاعت فرض اہم ہونا تو ضروریات دینیہ سے روشن اور قرآن وحدیث میں مبرہن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد ہے تولا بے تبرا نیست ممکن یعنی جب تک خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہی نہیں ہو سکتی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ دینی معاملے میں چشم پوشی کرنا اور جو باتیں شرعاً ناجائز وناپسندیدہ ہیں ان کو دیکھتے سنتے ہوئے بھی تعصب نہ کرنا اور اپنے دین کے معاملے کو اہمیت نہ دینا اور دین وشریعت کا جو حق واجب ہے اس کو درگزر کرنا یہی مداہنت ہے"۔ (ردیع کلیت/ 513)

آگے شیر بیشۂ اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں: ہمیشہ علمائے اہل سنت نے بد مذہبی وبد مذہبیاں کے رد وتفضیح کو اہم مقصد سمجھا۔

(ایضاً/ 554)

ایک طرف تو اساطین اہل سنت کے یہ جھنجھوڑ دینے والے ارشادات اور دوسری طرف مصباحی صاحب اور ان کے زیر حمایت فروغ پانے والے ایک صوفی صاحب کے دین بیزار بیانات وحالات، پتہ نہیں کہ سنیت کے علم برداروں اور حق کے دعوے داروں کو کیا ہو گیا ہے کہ جانتے سمجھتے ہوئے بھی اپنے افکار واعمال کو صلح کلیت کی صلیب پر چڑھا رہے ہیں اور اس پہ تجاہل عارفانہ یہ کہ

خوشم بر زندگی خویش کہ کارے کردم

رحمتوں کی موسلا دھار بارش برسے امام اہل سنت کی قبر مبارک پر کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد ہوں یا معمولات ہر موضوع پر انہوں نے قلم اٹھایا اور کتاب وسنت ائمہ دین فقہائے اسلام کے ارشادات کی روشنی میں پایہ ثبوت کو پہنچایا، ان کی کوئی بھی کتاب اٹھائیے ہر کتاب میں آپ کو یہی انداز نظر آئے گا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی طریقہ صالحین کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید مدنی میاں صاحب قبلہ کچھوچھوی رقم طراز ہیں:

" غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اول تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی نیز سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لیے بھی سبیل مومنین صالحین سے نہیں ہٹے"۔ (علم عمل عشق ور امام احمد رضا/ 13)

حضرت شیخ الاسلام کا یہ اقتباس ان تمام خدشات وتوہمات کی بیخ کنی کر رہا ہے جس کی کاشت کچھ لوگوں نے کسی غبار خاطر کی وجہ سے اپنے تخیل کی وادی غیر ذی زرع میں کی ہے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت پر انگشت نمائی کرتے نظر آ رہے ہیں،

موصوف کے اقتباس سے صاف مترشح ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کسی نئے مسلک کے موجد نہیں ہیں بلکہ اپنے گفتار و کردار سے ارشادات اسلاف کو انہوں نے آشکار کیا ہے۔گردش ایام سے چڑھی ہوئی خس وخشاک اور مرور زمانہ سے پڑی ہوئی گرد وغبار سے افکار صالحین کا رخ زیبا انہوں نے صاف کیا ہے۔استاذ العلما بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی نے عہد رضا کے مذہبی حالات اور اعلیٰ حضرت کی خدمات کا مورخانہ جائزہ لیتے ہوئے منصفانہ انداز میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قول فیصل کا درجہ رکھتا ہے، آپ یوں گہر ریز ہیں:

"اس وقت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ علیہ نے قدیم مذہب اہل سنت وجماعت کا بیڑا اٹھایا اور اپنے علم وقلم کے زور سے ہر مورچہ پر ان گمراہوں کا منہ توڑ دیا۔ پورے ہندوستان کے سنی مراکز نے بھی امام احمد رضا خان صاحب کی اس دینی خدمت کو محسوس کیا اور موجودہ گمراہوں سے اہل سنت وجماعت کو ممتاز کرنے کے لیے امام احمد رضا کی ذات کو سنیت کی علامت قرار دیا اور مسلک اہل سنت وجماعت کو ان سے منسوب کیا۔ہمارے اسلاف کو اپنے اس عمل میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی کہ مسلک اہل سنت وجماعت کو امام احمد رضا کا مسلک کہیں کیوں کہ اسلام کی یہی تاریخ رہی ہے کہ ہر زمانے میں جب باطل پرستوں نے مسلمان بن کر گمراہی پھیلانی چاہی ہے تو علمائے اسلام نے اس عہد کے کسی ایسے عالم دین کو جو سچے مذہب اسلام کا مکمل نمائندہ تھا مسلک یا مذہب یا اس کے ہم معنیٰ الفاظ کو اس کی طرف نسبت کر کے امتیاز حق وباطل کی ایک زندہ اور پائندہ مثال ان کے سامنے کر دی"۔

(امام احمد رضا عالم اسلام کے عظیم مفکر/ 144)

خوب روشن ہو گیا کہ مسلک اعلیٰ حضرت آج کے اس پر فتن دور کی اہم ضرورت ہے،مسلک اعلیٰ حضرت سنیت کی علامت ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت حق وباطل کے درمیان خط امتیاز ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت مسلک اہل سنت کے تحفظ کی ضمانت ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت اور مسلک اہل سنت وجماعت میں کوئی دوئی نہیں ہے بلکہ ایک ہی حقیقت کا دو نام یا ایک ہی سکے کی دو تصویر ہے اور یہ تحفہ ہم کو ہمارے اسلاف سے ورثہ میں ملا ہے لہٰذا مسلک اعلیٰ حضرت پر تنقید صراط مستقیم پر تنقید ہے، اسوۂ اسلاف پر تنقید ہے اور ظاہر ہے اسوۂ اسلاف پر تنقید حمیت فروشانہ احسان فراموشانہ اور عاقبت نااندیشانہ حرکت وعمل ہے۔قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ فضیلۃ الشیخ حضرت سید محمد علوی مالکی مکی تحریر فرماتے ہیں:

"حبه علامة السنة و بغضه علامة البدعة" (اعلیٰ حضرت کی محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض علامت بدعت ہے۔

(دبستان رضا/ 143)

OOOOO

(---بقیہ ص ۲۲/ کا) آج کے پیران بے صفا اور پیر زادے تو اپنے مخالفین کو دھمکیاں دلواتے ہیں، غنڈہ گردی پر آمادہ رہتے ہیں بلکہ معاذ اللہ جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتے،لیکن ہمارا پیر، پیر کامل ہے اور اسلاف کی یادگار ہے۔یہ آپ کی بے نفسی اور استقامت کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو نفسانیت سے بالکل دست بردار ہو کر خود کو رضائے الٰہی میں گم کر چکا ہو۔جناب اقبال فقیر رضوی نے خود مجھ سے بیان کیا کہ ساؤتھ افریقہ کے ایک سفر میں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے ساتھ تھا۔طویل سفر کے بعد میں جوان ہونے کے باوجود تھکان سے چور تھا لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے آرام کے معمولی وقفے کے بعد خود کو تبلیغی دورے کے لئے تیار کر لیا اور چہرۂ اقدس پر طویل سفر یا تھکان کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔یہ حضرت کی روحانی قوت تھی۔

حضرت کو جو بھی اعزاز و توقیر اور مقبولیت حاصل ہے، وہ خدا داد ہے۔آپ نے خود کو مکرم بنا کر پیش کرنے، عزت اور مقبولیت حاصل کرنے کی قطعاً کبھی کوئی کوشش نہ فرمائی۔آپ کی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ لوگ غبار راہ کو آنکھوں سے لگاتے ہیں، جس گاڑی پر تشریف رکھتے ہیں، لوگ اسے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔لعاب دہن کو ہاتھوں اور رومال میں بطور تبرک لے لیتے ہیں، زیارت کے بعد "ان هذا الا ملك كريم" کا نعرہ بلند کرتے ہیں لیکن آپ کے چہرۂ اقدس پر ان باتوں سے بہجت وانبساط کا شائبہ بھی نہیں گذرتا، فخر ومباہات کا اثر ہونا تو دور کی بات ہے، بلکہ آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

(جاری ہے---)

امام احمد رضا کا تصوّرِ عشق

عالمگیر تحریک، عالمگیر ضرورت

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری (خلیفہ حضور تاج الشریعہ)

جن کے باغ حسن کی بہاروں سے گلشن کونین کی نمو و تازگی ہے، ایسے کثیر الفضائل اور پاکیزہ خصائل کہ زمانے نے ان کی مثال نہ دیکھی، نہ سنی، نہ دیکھے نہ سنے...... گلشن میں گلاب تو سب دیکھتے ہیں مگر گلاب میں گلشن جسے دیکھنا ہو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چمنستان، صورت و سیرت کی سیر کرے، اسے احساس ہو جائے گا کہ شبستان وجود اسی ایک گلاب کی نکہت بیزی کا صدقہ ہے... اسے حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا فروغ نظر یا حسن اعتقاد کی برکت کہئے کہ انہوں نے محبت و عشق کے لئے اسی سچے سورج اور اچھے گلاب کا انتخاب کیا، جن کی غلامی میں کونین کی بادشاہی پنہاں ہے اور جن کی محبت انسان کو اس معراج کمال سے آشنا کرتی ہے جہاں سے "محبت الٰہیہ" کے سوتے پھوٹتے، چشمے ابلتے ہیں اور ایک معمولی انسان بھی "عشق" کے صدقے میں "محبوب خدا" کے تمغے سے سرفراز کر دیا جاتا ہے...... حضرت رضا بریلوی اسی جان رحمت پر اپنی متاع فکر اور سرمایہ حیات لٹا رہے تھے، کبھی تحریر سے...... کبھی تقریر سے... کبھی نثر سے... کبھی نظم سے... کبھی جلوت سے... کبھی خلوت کے مزے لے کر...... اور کبھی خلوت میں جلوہ کی انجمن سجا کر...... کبھی غلامانہ شان سے آس... کبھی دور، کبھی پاس...... کبھی سوز، کبھی ساز......

کتنی رنگینی ہے عشق مصطفیٰ میں اور کتنے جلوے ہیں اس بندۂ خدا کے...... دیکھئے! ذرا محبت کا یہ انداز دیکھئے:

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جان مراد و کان تمنا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد، بلبل شیداں کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اس کائنات کے پردۂ نگاری سے نا معلوم کتنی عظیم شخصیات نے جلوے دکھائے ہیں۔ اس پھیلی ہوئی زمین پر نا معلوم کیسے کیسے جیالے افراد نے نازک خرامی کی ہے۔ کائنات کی اس وسیع و عریض فضا میں نا معلوم کیسی کیسی ہستیوں کے قوت و فکر عمل نے اجالا کیا ہے۔ تاہم ان میں کتنی شخصیات اور کتنے افراد ہیں جنہیں زمانے نے یاد رکھا ہے یا کائنات کے دامن پر جن کے انمٹ اثرات و نقوش ہیں۔ پردۂ عدم میں چھپ جانے کے بعد بھی ان کی یادوں سے محفل محفل جگمگا رہی ہو... ان کا نام آتے ہی عقیدتوں کے بوجھ سے پیشانی جھک جاتی ہو... ان کے ذکر و تذکرے سے وادی وادی گونج رہی ہو...... جن کی یاد آنکھوں کا نور اور جن کی بات دل کا سکوں بن کر چھا جاتی ہو...... جو چھپ کر بھی جلوہ نما ہو...... جو جا کر بھی اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہو... اگر وفیت کائنات میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں اور یقیناً ہیں تو ان کی فہرست میں حضرت رضا بریلوی کا نام بھی روشن اور نمایاں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین اسلم حضرت رضا بریلوی اور ابو الکلام آزاد کے افکار کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"برصغیر میں نیشنلسٹ آزاد کو تغافل اور اہلسنت کے علمبردار احمد رضا کو بقائے دوام نصیب ہوا" امام الہند" کا احترام کیا جاتا ہے ان کی

پیروی یا تقلید نہیں کی جاتی ......"امام اہلسنت" مولانا احمد رضا خان کی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی لاکھوں کی تعداد میں پیرو ملے ...... فاضل بریلوی امام اہلسنت بن کر مخصوص ہو گئے"(۱)

حضرت رضا بریلوی کا یہ فیضان محبت ہے کہ جدھر دیکھئے ادھر ہی ان کے پیغام کے پھریرے لہراتے نظر آرہے ہیں۔ خصوصا برصغیر کی دینی، علمی، روحانی فضا مدرسے، مسجد، خانقاہ ان کے ذکر و اذکار کے جاں بخش ترانوں سے گونج رہی ہے۔ کل انہوں نے کہا تھا..

کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

آج ان کے دیوانوں نے وہ دھوم مچا دی ہیں کہ در و بام جھومنے لگے ہیں۔ تعلیمی، تصنیفی، دعوتی اور اشاعتی اداروں کے ذریعہ ان کی زریں خدمات پر وقت کی پڑی ہوئی غبار کی تہوں کو ہٹایا جارہا ہے۔ سورج چمکنے لگا ہے، روشنی پھیلنے لگی ہے۔

یہ ان کا زندہ و تابندہ احساس ہے کہ انہوں نے چراغ عشق بجھنے نہ دیا، دولت ایمان لٹنے نہ دی۔ ان کے زمانے میں جیسی گستاخی خدا و مصطفیٰ سے لبریز کتابیں مارکیٹ میں آنے لگی تھیں، یہ ان کی غیرت عشق کی آواز اور مجاہدانہ للکار کا اثر ہے کہ بعد کے دور میں یہ سلسلہ ٹوٹا اور حالت یہ ہے کہ آج لوگ بارگاہ رسالت میں بے ادب ہونے سے جھجھکتے ہیں۔ دلوں میں احترام و عقیدت کے بند سوتے پھر سے جاری ہوئے ہیں اور محبت کا ماحول بنا ہے۔

حضرت علامہ عبد الحمید صاحب شیخ الجامعہ حیدرآباد دکن رقم طراز ہیں: "مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گزرے ہیں، اہلسنت و جماعت کے مسلک و عقائد کا ایک مضبوط قلعہ تھے، آپ کا مسلمانوں پر احسان عظیم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترام رسول کریم ﷺ اور اولیائے امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا خاصا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب و لہجہ درست ہوا۔

کہنے والے نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ امام احمد رضا کا خمیر تین چیزوں کا مرکب تھا۔ علم، عمل اور عشق۔ کمال علم نے شاہراہ حیات و کائنات کی پیچیدگیاں واضح کیں۔ جلوۂ عمل نے شبستان رضا کی جلوت و خلوت میں امیدوں کا سویرا اور صبح یقین کا اجالا بکھیرا اور کیفیت عشق نے حال و قال محبوب کا وہ لبالب جام عطا کیا کہ رضا کے وجود سے عشق رسول کے شرارے پھوٹنے لگے اور دنیا کی زبان پر "عاشق مصطفیٰ" کا مقدس لقب جاری ہو گیا۔ ان کی ہر ادا عشق مصطفیٰ کا ایک نیا عنوان تھی۔ مختلف انداز و اسلوب میں آپ نے اپنا "تصور عشق" ایسا واضح فرما دیا کہ جو آگے چل کر رہروان کوچہ محبوب کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوا اور اب تو لوگ اسی اجالے میں دیدار محبوب کا سفر کرنے میں فخر بلکہ قبولیت سرکار کی ضمانت سمجھنے لگے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے ایک ایسے ماحول میں ہوش کی آنکھیں کھولی تھیں جہاں رہزن، رہبر کے لباس میں بڑی عیاری سے کام کر رہے تھے۔ مومنوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ کی چنگاری بجھا دینے کے لئے نا معلوم کیا کیا ہتھکنڈے آزمائے جا رہے تھے، نبوت مصطفیٰ، محبت مصطفیٰ، عظمت مصطفیٰ، معجزات و کمالات مصطفیٰ ﷺ جو اصل دین و ایمان اور روح اسلام و قرآن ہیں، چن چن کر بڑی بے رحمی سے ان غنچوں کو مسلا اور کلیوں کچلا جا رہا تھا۔ ایسے دلدوز، روح فرسا، المناک ماحول میں حضرت رضا بریلوی ہی تھے جو اس طرح کے ہر حملے کا بڑی پامردی سے دفاع فرما رہے تھے۔ ایک وفادار غلام کی طرح آقا کے دامن عظمت پر چلنے والے ہر تیر کے لئے اپنا سینہ سپر کئے ہوئے تھے اور ایک مخلص جانثار کی طرح ہر وار پر تڑپ تڑپ جاتے تھے۔ غرض کہ آپ کے تمام تر کارناموں کا خلاصہ صرف عظمت رسالت کا تحفظ ہے۔ ان کی کتابوں سے جلوہ عشق لٹاتے چند اقتباس پیش خدمت ہیں جن سے امید ہے کہ محبوں کا دل باغ باغ اور منافقوں کا سینہ داغ داغ ہو جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے! آسمان عشق رضا کے چند کھلتے ہوئے تارے اور گلشن عشق رضا کے چند مہکتے ہوئے پھول، سجائیے ان تاروں سے اپنے دامن دل کو اور معطر کیجئے۔ ان پھولوں سے اپنی حیات و کائنات کو۔

☆......عبادت ان کی کفر اور بے ان کی تعظیم حبط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام ہے(۳)

اسی مفہوم کو آپ نے اشعار میں اس طرح ڈھالا ہے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں، یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

☆......اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے۔ ماں باپ کی محبت وحمایت کو اللہ و رسول کی محبت وخدمت کے آگے ناچیز جانو گے۔ تو واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت و دوری وغیظ وجدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ کا ہزاروں حصہ نہ ہو (۴)

اور حدائق بخشش میں فرماتے ہیں ؎

نور الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

☆......ہوجا اطلاق آیات حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی، اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔ (۵)

اور حدائق بخشش میں فرماتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کیجئے چرچا انہی کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجئے

☆...ہر نعمت قلیل یا کثیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت تک، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوائے میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی، بٹتی ہے اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود، واصل الوجود وخلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ﷺ ہیں یہ خود فرماتے ہیں: ''انا ابوالقاسم، اللّٰہ یعطی وانا قاسم'' (میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا اور میں تقسیم فرماتا ہوں) (۶)

اسی مفہوم کو حدائق بخشش میں یوں شعر کے قلب میں پیش کرتے ہیں ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

☆...اب حضور ﷺ کا مزار پر انوار ہے اور جہاں یہ میسر نہ ہو تو دل سے حضور پر نور ﷺ کی طرف توجہ۔ حضور سے توسل، فریاد و استغاثہ طلب شفاعت کہ حضور ﷺ اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ الرحمہ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں: ''روح النبی ﷺ حاضرۃ فی بیوت اہل الاسلام'' (ختم النبوۃ) اور اعتقاد الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی تو حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی حالانکہ وہ میت حبشہ میں موجود تھی اور حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرماتے تھے۔ یہ امر آپ کے شاہد کل ہونے پر دلالت کرتا ہے'' (۸)

اسی مفہوم کو اپنے نعتیہ دیوان میں یوں شعر کا لبادہ بخشا ہے ؎

سر عرش پر ہے تری گزر، دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

☆...انبیائے کرام کی حیات حقیقی، حسی، دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ پھر ویسے ہی ان کو حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیوی ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ قبور میں نماز پڑھتے ہیں (۸)

اسی مفہوم کو نعت کے قالب میں یوں ڈھالتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پرنور بھی روحانی ہے

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

☆... وہ بشر ہیں لیکن عالم علوی۔ 7 لاکھ درجا اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملک سے ہزار درجہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں: "لست مثلکم" میں تم جیسا نہیں (رواہ الشیخان) "و یروی لست کھیئتکم" میں تمہاری ہیئت نہیں ویروی "ایکم مثلی" تم میں کون مجھ جیسا ہے؟ آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں۔ گویا

محمد بشر ﷺ لا کالبشر
بل ہو یاقوت بین الحجر

(قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام) (۹)

اور حدائق بخشش میں یوں اظہار فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا
تیرے خلق کو حق نے جمیل کہا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا
تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

☆... حضور پرنور سید عالم ﷺ بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث میں وارد ہے:

ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرما دیا (رواہ عبدالرزاق ونحوہ عند البیہقی) حدیث میں نورہ آیا ہے۔ فرمایا ہے جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے: من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ من نورہ ای من نور ذاتہ (صلوٰۃ الصفائی) (۱۰)

اسی عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا ہے۔

وہی نور حق، وہی ظل رب، ہے انہی سے سب، ہے انہی کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

سبحان اللہ! ان منتخب اقتباسات میں سے آپ چاہے جس کو دیکھئے ہر اقتباس اپنی جگہ پر واقعی نور کا ٹکڑا ہے۔ بارگاہ رسالت سے آپ کی وابستگی کتنے عروج پر تھی اس بلندی کا اندازہ لگانے کے لئے تو رضا بریلوی کی نظر اور رضا بریلوی کا دل ودماغ درکار ہے۔ آپ نے نثر ونظم کے ذریعہ الفاظ کے پیکر میں عشق حبیب کا وہ علم بھر دیا ہے کہ مفاہیم کے پرت کے پرت کھولتے جائیے، ان کے جذبے کی گہرائی ہاتھ نہیں آنے پاتی اور ناچار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ان احساسات وتصورات کی پاکیزگی ورنگارنگی تولی اور ناپی نہیں جاسکتی۔ وہ اداشناس ادب تھے، اس لئے ان کی تخلیقی قدروں کی پیمائش کے لئے اولین شرط اداشناس ادب ہونا ہے۔ ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری فرماتے ہیں: "رضا بریلوی کا مطالعہ ومشاہدہ بڑا وسیع تھا اس لئے ان کا ذہنی افق وسعتوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ ہم ان وسعتوں میں پرواز کرتے ہیں مگر پا نہیں سکتے اس کی حدود کو چھو نہیں سکتے۔ ان وسعتوں کے باہر جانا تو بہت دور کی بات ہے، فکروفن کے بھی سماوات ہیں ان کی پہنائیوں کو وہی پاسکتے ہیں جو اداشناس ادب ہوں" (۱۱)

اس اداشناس عشق وادب نے تقریباً ایک صدی پہلے جو نغمے الاپے تھے، جو پھریرا لہرایا تھا، جو پرچم بلند کیا تھا اور عالم اسلام کو بارگاہ رسول ﷺ کی قربت ونسبت کا جو درس دیا تھا، آج زمانے کو اس پیغام کے ہر جز وکل کی ضرورت ہے اس لئے کہ آج عالم دگرگوں

ہے، ہولناک صدائیں سنتے سنتے لوگوں کے کان پک گئے ہیں، نفرتوں سے دماغ کھول رہے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی کی حیات، خدمات وتجدیدی کارناموں کا خلاصہ صرف تین چیزوں میں نظر آتی ہیں۔

1 ...... دنیا بھر کی ہر ایک لائق محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ ورسول کی محبت وتعظیم

2 ... اللہ ورسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ ورسول کے دشمنوں سے نفرت وعداوت

3 ... اللہ ورسول ہی کی رضا کے لئے اللہ ورسول کے دوستوں سے دوستی ومحبت

آپ اپنی ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ الغرض آپ نے مسلمانان عالم کو شان الٰہی کا سچا ادب سکھایا۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھایا۔ حضرت انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت وحرمت کا گن گانا بتایا۔ صحابہ واہلبیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت وعقیدت کا درس دیا۔ حضرات اولیاء قدست اسرارہم کے احترام واکرام کا چراغ روشن کیا۔ محبوبان بارگاہ الٰہی کے دشمنوں سے دور ونفور رہنے کا شرعی حکم سنایا۔ آپ کی یہ رباعی آپ کی زندگی کی عکاس ہے۔

نہ مرا وش ز تحسین ست مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے
جز من وچند کتابے ودواتے وقلمے

حضرت رضا بریلوی کے تصورات عشق وعلم کا خلاصہ ان کی تمام تر صفات کا نچوڑ صرف تین چیزیں ہیں۔

1 .. تصلب فی الدین

2 ... عشق مصطفیٰ ﷺ

3 ... رد بدعات ومنکرات

تمام گوشہ حیات اور اپنے ہر کردار وگفتار میں وہی انداز اختیار کرتے جو دین وایمان کی روح سے قریب تر ہوتا اور اسلام کے قوانین وفرامین اور اس کی خصوصیات کو ہر قدم پر پیش نظر رکھتے۔ آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر ومزاج کی روشنی میں ہوتا۔ اتباع شریعۃ کا اتنا خیال کہ اپنی نشست وبرخاست، گفتگو وملاقات ہر چیز میں مزاج شریعت اور اسلامی آداب کی پابندی کرتے۔

عشق ومحبت رسول ﷺ جو آپ کا طرۂ امتیاز تھا، اس کا سارا زمانہ قائل ہے۔ اس ضمن میں یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مخالفین اور گستاخان رسول کی ایمان سوز عبارتوں پر جو آپ نے شرعی گرفتیں کی ہیں وہ بھی جذبہ عشق رسول ﷺ ہی کے تحت۔ اپنے آقا ومولیٰ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایسا کوئی جملہ برداشت نہ کرسکے جس سے جناب رسالت مآب ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کا پہلو بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ بھی نکلتا ہو۔ وہ سینہ ہی کیا جو عشق رسول کی تپش سے محروم ہو۔ حضرت رضا بریلوی کا یہ حال تھا رسول ہاشمی ﷺ کے اسم مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جان قربان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔

عرض کرتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

رد بدعات ومنکرات کا جو عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا، اس کی نظیر آپ کے معاصرین میں نہیں ملتی، مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام وخرافات کی بیخ دین سے اکھاڑ پھینکنے کی سعی بلیغ کی اور جابجا ان پر نکیر فرمائی اور ان کے مضرات ونقصانات سے ہر سائل ومستفتی کو باخبر اور ہوشیار کیا۔ آپ کی مطبوعہ کتب ورسائل اور فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ بات محقق ہوجاتی ہے کہ آپ اپنے پورے عہد میں:

1 ... تبحر علمی

2 ... وسعت فکر ونظر اور

3 ... واضح ومحکم فیصلہ (قول فیصل) کے لحاظ سے عدیم النظیر ہیں (۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رقم طراز ہیں: "امام احمد رضا کی نظر میں جمال مصطفیٰ ﷺ ایسا سمایا ہوا ہے کہ نظروں میں کوئی جچتا نہیں۔ ان کے نزدیک ہماری ساری توانائیاں اور ہمارا مرنا جینا سب محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے۔

کیا خوب فرمایا ہے۔

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

امام احمد رضا نے دلوں کو عشق مصطفی ﷺ کی گرمی سے گرمایا اور اس سلسلے میں امام احمد رضا نے ایک بھرپور تحریک چلائی۔ آج کے دور میں اسی جذبہ عشق کی ضرورت ہے، جو کمزوروں کو توانا، مغلوبوں کو غالب، محکوموں کو حاکم اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا کرتا ہے(۱۵)

مدت العمر آپ نے عالم اسلام کو یہی پیغام دیا کہ محمد عربی ﷺ کے دامن مقدس سے وابستہ ہو کر ہی انسانیت اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ ان کی تعلیمات مبارکہ پر ہی عمل کر کے دنیا کے مصائب و آلام کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور سنت رسول علیہ التحیہ والثناء کی روشنی میں ہی بے قرار انسانیت کو راحت دل اور امن و سکون میسر آسکتا ہے۔ اپنے جذبات و خواہشات، اپنے مفادات و مصالح، اور اپنی جان و مال کو عظمت رسول ﷺ پر قربان کر دیا جائے اور رسول اکرم ﷺ کی ذات و صفات سے قرب حاصل کرنے کو مقصد حیات تصور کر لیا جائے۔ حضرت رضا بریلوی کا یہ پیغام صرف بریلی کی آواز نہیں، یہ تو عالمگیر آواز اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ اس کی آفاقیت اور اجتماعیت بول رہی ہے۔ یہی وہ عالمگیر تحریک ہے جس سے خیالات و تصورات کی دنیا تہہ و بالا ہوئی تھی۔ یہی وہ تحریک ہے جس سے دلوں کے آفاق فتح ہوئے تھے، یہی وہ تحریک ہے جس سے قیصر کسریٰ کی شوکت و سطوت لرزتی تھی۔ یہی وہ تحریک ہے جس نے گردن فرازوں کے سر اپنے قدموں میں جھکا لئے تھے۔ اسی تحریک کو لے کر جب غلامان مصطفی ﷺ آگے بڑھے تو انہوں نے زمان و مکان کے نقشے بدل دیئے تھے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ...

جہاں پہنچے زمیں کو آسماں سے کر دیا اونچا
جہاں ٹھہرے در و دیوار کا نقشہ بدل آئے

اپنی عظمت رفتہ کو پانے کے لئے، اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کی تحصیل کے لئے، اپنے گئے ہوئے باوقار ایام کی بازیابی کے لئے، انگریز و دیگر اسلام دشمن نظریات کے بندھن میں جکڑے ہوئے ذہن و فکر کی واگزاری کے لئے، اپنے گنوائے ہوئے مقام و منصب کی بحالی کے لئے، دنیا کے امن و سکون کے لئے، فرد کے چین اور جماعت کی راحت کے لئے ملک کی بہتری اور ملت کی برتری کے لئے، دینی فکر و مزاج کی سلامتی و تحفظ کے لئے، افکار و خیالات کی پاکیزگی اور آبیاری کے لئے، معاشرت و معیشت کی فلاح و بہبودی کے لئے، قوم مسلم کی باآبرو اور سرخرو زندگی کے لئے، ایک مسلمان کو صحیح معنی میں مسلمان بنانے اور بنے رہنے کے لئے، اللہ تعالی کی رضا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے حضرت رضا بریلوی کی چلائی ہوئی تحریک کو سینے سے لگانے کی ضرورت ہے اور اپنابنانے کی ضرورت ہے۔

قومیں عشق ہی سے زندہ رہتی ہیں۔ ملت مسلمہ بھی عشق ہی سے زندہ ہوئی، عشق ہی سے زندہ رہی، عشق ہی سے زندہ رہے گی۔ عشق جتنا محکم ہوگا، زندگی اتنی پائندہ ہوگی۔ احمد رضا محبت کی موت کو ملت کی موت سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے محبت کی خاطر ملک گیر تحریک چلائی۔ دلوں کو مرنے نہ دیا، زندہ رکھا۔ ان کو معلوم تھا کہ عشق و محبت نے صحابہ کو سرفراز کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ کوئی علم و فن اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ یہ ایک ایسا انقلابی خیال تھا کہ اگر اس پر عمل کر لیا جاتا تو دل و دماغ اس طرح ویران نہ ہوتے جس طرح آج ویران ہیں۔ دلوں کی اجڑی بستی کی بازآبادکاری کے لئے حضرت رضا بریلوی کا پیغام ہی عالمگیر تحریک اور عالمگیر ضرورت ہے۔

حاصل کلام

شخصیت یونہی نہیں بنتی، اس کے پیچھے کتنے عوامل کارفرما ہوتے ہیں، کسان بیج زمین میں ڈالتا ہے، زمین اسے اپنا آغوش دیتی ہے، سورج تمازت دیتا ہے، بارش نمی دیتی ہے، تب زمین سے کونپل نکلتی ہے، نازک پودا نکلتا ہے، اب شبنم اس کا چہرہ دھلاتی ہے، نسیم صبا جھولا جھلاتی ہے، چاندنی اپنا دودھ پلاتی ہے، کسان خورد پودوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، تب کلیاں کھلتی اور پھول مسکراتے ہیں...

حضرت رضا بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ ان کی تعمیر شخصیت کے جو عوامل ہمیں نظر آتے ہیں ان میں کسی نے ان کے دامن حیات پر علم کے گل بوٹے سجائے ہیں، تو کسی نے عمل کی

آئینہ بندی کی ہے، ان کی تربیت واخلاق وافکار کے بظاہری وسائل وذرائع ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں، لیکن ان کے علم کی سمندر جیسی وسعت، ان کے عمل کی ہمالہ جیسی بلندی وصلابت، ان کے اخلاق و افکار کی پھول جیسی نزاکت ولطافت بول رہی ہے کہ علم ہو یا عمل ہر گلشن کی آبیاری عشق مصطفی ﷺ نے کی ہے، ان کی ہر چمک دمک میں مدینہ کی کرن کا اہم رول رہا ہے۔ آفتاب رسالت مدینہ میں جلوہ گر تھا اور اس کی کرن بریلی میں نور برسا رہی تھی۔ چونکہ نوری پاور عالمی پاور ہاؤس سے ڈائریکٹ آرہا تھا، اس لئے تجلیات کا دائرہ بھی محدود نہ تھا۔ علم وعمل، فکر ونظر، شعور وآگہی، تجربہ ومشاہدہ، اخلاق و عادات، غرض کہ جس شعبہ پر اجالا پڑ گیا، چمکتا چلا گیا، ذرہ پر اگر سورج کی کرن پڑ جائے تو اس میں بھی قوت پرواز آجاتی ہے تو پھر جس ہستی پر ماہتاب نبوت کی کرن پڑ جائے اس کی تجلیات اور پرتوفگنی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ اسے یوں سمجھئے ایک ہوتا ہے مُنوِّر اور ایک ہوتا ہے مُنوَّر، مُنوِّر کا فیض یافتہ ہی مُنوَّر ہوتا ہے۔ جب مُنوِّر سے اکتساب فیض کر کے مُنوَّر چمک اٹھتا ہے، تو اب جو اس مُنوَّر کے قریب آجائے، اس سے منسوب ہو جائے وہ بھی چمک اٹھتا ہے۔ وہ بھی مُنوَّر ہو جاتا ہے۔ افق حجاز سے نبوت کی کرن جگمگائی "قد جاءکم من اللہ نور" کی نوری شعائیں پھیلیں، میرا نبی مُنوِّر بن کر نورانی کرن برسا رہا ہے، جماعت در جماعت لوگ آتے جا رہے ہیں، صحابیت کے نور سے جگمگاتے جا رہے ہیں۔ مُنوَّر بنتے جا رہے ہیں، مُنوِّر نبی کی صحبت سے صحبت یافتہ صحابی بن کے چمکے، صحابی کا صحبت یافتہ تابعی بن کے چمکا، تابعی کا صحبت یافتہ تبع تابعی بن کے چمکا، علی ہذا القیاس قرناً بعد قرن لوگ چمکتے جا رہے ہیں۔ مُنوَّر بنتے جا رہے ہیں۔ وہی کرن بغداد میں چمکی تو لوگوں نے غوث اعظم کہا، وہی کرن اجمیر میں چمکی تو لوگوں نے غریب نواز کہا، وہی کرن دلی میں چمکی تو لوگوں نے محبوب الٰہی کہا، وہی کرن بریلی میں چمکی تو دنیا نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کہا۔ اب جو ان سے قریب ہو گیا، وہ بھی چمک گیا، کوئی حجۃ الاسلام بن کے چمکا، کوئی مفتی اعظم بن کے چمکا، کوئی ملک العلماء بن کے چمکا، کوئی صدر الشریعہ بن کے چمکا، کوئی صدر الافاضل بن کے چمکا اور جو ان چمکنے والوں سے قریب ہو گیا، وہ بھی سنورتا جا رہا ہے، چمکتا جا رہا ہے۔ روشنی ہے کہ پھیلتی جا رہی ہے۔ مدنی کرن کا یہ فیضان ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے ملک وملت اور فرد وقوم کی جگمگاہٹ کا اہتمام وانتظام فرما دیا ہے۔ شمع جلا جلا کر آپ نے رکھ دی ہیں، جس کا جی چاہے منور ہو جائے اور جس طرح چاہے منور ہو جائے، جس گوشے کو چاہے مُنوَّر کر دے، زبان وادب کو روشنی کی ضرورت ہے۔ کنز الایمان، فتاوی رضویہ اور حدائق بخشش سے حاصل کر لو، قوم وملت کو روشنی کی ضرورت ہے، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، ملک العلماء اور صدر الشریعہ کے چراغ سے لے لو، ملکی سیاست کو روشنی کی ضرورت ہے۔ اعلام الاعلام اور المحجۃ المؤتمنہ سے اکتساب نور کر لو۔ حضرت رضا بریلوی کی شمع مدنی شمع ہے اور اس کا فیضان سب کے لئے عام ہے۔

وہ تن تنہا تھے مگر اپنی شخصیت میں ایک بڑی جماعت تھے۔ وہ اکیلے تھے مگر سواد اعظم تھے، وہ ایک نقطہ تھے مگر جب پھیلے تو اتنا پھیلے کہ اعلیٰ حضرت بن کر دنیا پر چھا گئے مگر جب سمٹے تو اتنا سمٹے کہ مجسم عشق مصطفی ﷺ بن گئے۔ سنئے سنئے رضا کے عشق کی یہ آواز...

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

حوالہ جات

۱...امام احمد رضا بریلوی اور مولانا آزاد کے افکار۔ص 19

۲...دبستان رضا، مصنف علامہ یسین اختر مصباحی، ص 119

۳...مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، از: مولانا غلام مصطفی صاحب مجددی، ص 111

۴...تمہید ایمان، از امام احمد رضا، ص 21

۵...فتاوی رضویہ، از امام احمد رضا خاں ص 78

۶...ختم النبوہ، از امام احمد رضا، ص 29

۷...اعتقاد الاحباب، از امام احمد رضا خاں، ص 17

۸...الملفوظ، ج 4، مرتبہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا قادری، ص 36

۹...مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، مولانا غلام مصطفی مجددی، ص 166

۱۰...مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، مولانا غل

□ □ □

گوشۂ تاج الشریعہ

حضور تاج الشریعہ بحیثیت مرشد کامل

از: خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی ڈاکٹر سنحن قیسرامی [علیگ]

مرشد برحق، عارف کامل، عالم صالح، پاسدار شریعت، رازدار طریقت، صوفی باصفا، پیکر زہد و تقا، مرشد انام، عاشق خیر الانام، مظہر غوثیت مآب حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات قدسی صفات وہبی اور اضافی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ذاتی محاسن و کمالات کا ایک بحر بے کراں ہے۔ آپ کے قد زیبا پر شریعت و طریقت کے سارے محاسن پھبتے ہیں لیکن آپ کا موروثی امتیاز تفقہ اور تقویٰ ہے جو آپ کے گلستان وجود میں پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ آپ کے کمالات کی جہتیں بہت متنوع اور وسیع ہیں اس مختصری تحریر میں صرف آپ کے وصف بیعت و ارشاد کے کمالات کی ایک جھلک دکھانی مقصود ہے اور بس۔

> یہ مقالہ ''حضرت تاج الشریعہ سیمینار'' منعقدہ بتاریخ ۱۹، مئی ۲۰۱۶ء بمقام اردو اکیڈمی، پٹنہ زیر اہتمام الجامعۃ الرضویۃ، پٹنہ سٹی میں پیش کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو بے شمار علمی، دینی اور فنی کمالات سے سرفراز فرمایا ہے، وہیں آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کو عالمی سطح پر فروغ دینے کا شرف عالی بھی عطا فرمایا ہے اور ایک مرشد کامل کی حیثیت سے آپ کی مقبولیت ایسی ہے کہ ایک جہان گرویدہ نظر آتا ہے۔ آپ کے شیفتگان کی صف میں صرف عوام اہل سنت ہی نہیں بلکہ خواص میں علماء، صلحا، سادات، صوفیا، زاہدین، عاملین، مفکرین، دانشوران اور دنیوی سطح کے اعلیٰ تعلیم یافتگان کی ایک لمبی تعداد ہے۔ یہ آپ کے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی روشن نشانی ہے۔

حضرات صوفیائے کرام نے ایک مرشد کامل کی جو شرائط و خصوصیات اپنی کتابوں میں بیان فرمائی ہیں، ان کی روشنی میں مرشد کامل، ہادی برحق تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ قاضی القضاۃ فی الہند کے وجود با مسعود میں موجود مرشدانہ اوصاف کا تعارف عامہ اہل سنت کی درمیان پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں تاکہ دنیا ادراک کرے کہ ہمارے شیخ، شریعت و طریقت کے جامع اور بہر طور مرشد کامل ہیں۔ ہاں مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کا شیوہ یہی رہا ہے کہ اپنے کمالات باطنی پر اخفائے احوال کا پردہ ڈالے رہتے ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ عموماً فتویٰ نویسی اور نقوش میں اپنی کرامات پوشیدہ رکھتے۔ یہی حال سرکار مفتی اعظم قطب عالم اور حجۃ الاسلام مرشدانام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔ گرچہ ان بزرگ ہستیوں سے کثیر حسی کرامات کا صدور بھی ہوا۔ یہی حال تاج الشریعہ سراج الطریقہ دامت برکاتہم القدسیہ کا بھی ہے کہ آپ اپنے مدارج روحانیہ پر اخفا کا پردہ ڈالے رہتے ہیں لیکن آپ کے روحانی مدارج بہت عالی ہیں اور آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا ہے لیکن اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ آپ کے بعض روحانی تصرفات اور کشف کا میں خود شاہد ہوں لیکن اس کا تذکرہ پھر کبھی۔

عارف باللہ صوفی کامل حضرت علامہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ ''سبع سنابل شریف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''پیر کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت و جماعت

کے موافق درست ہوں۔

لہٰذا پیری اور مریدی کی جو رسم باقی ہے، ان تین شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوگی۔ان تین شرطوں کی مختصر وضاحت کرتا ہوں۔

پہلی شرط کہ پیر کا مسلک صحیح ہو، اس کی توضیح یہ ہے کہ سچے مرید کو صحیح سلسلہ تلاش کرنا چاہیے کہ اکثر جگہ خلط اور خبط ہوگیا ہے۔ [یعنی سلسلہ متصل ہونا چاہئے]

پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ پیر جملہ عبادات کا، فرائض اور واجبات اور سنتوں، نوافل اور مستحبات کا عامل و عالم ہو اور ان احکام کی پابندی میں کوتاہ اور سست نہ ہو۔

پیری کی تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے درست ہوں، مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق اور متعصب پکا سنی ہو۔

یہی تین شرطیں اصل شریعت ہیں۔اگر ان سے قدم باہر رکھے گا تو راہ دین سے گر جائے گا۔ [سبع سنابل اردو ص ۱۱۰–۱۱۲ ملخصا]

قطب الارشاد مجدد اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے فتاویٰ افریقہ میں اس کی مفصل بحث پیش فرمائی ہے۔میں یہاں اس کی متعلقہ بحث کی تلخیص پیش کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں:

”مرشد بھی دو قسم کے ہیں:

اول عام کہ کلام اللہ و کلام الرسول و کلام ائمۂ شریعت و طریقت و کلام علماء دین اہل رشد و ہدایت ہے۔اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل وعلا و ﷺ۔

دوم خاص کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔

یہ مرشد خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، پھر قسم دوم ہے:

اول شیخ اتصال یعنی جس ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پر نور سید المرسلین ﷺ تک متصل ہوجائے۔ اس کے لیے چار شرطیں ہیں:

۱– شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس ﷺ تک پہنچا، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعے سے اتصال ناممکن۔بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس اس میں اذن و خلافت دیتے چلے آتے ہیں یا سلسلہ فی نفسہ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا۔اس سے جو شاخ چلی، وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال نہ ہوگا۔بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

۲– شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔بد مذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔آج کل کھلے ہوئے بد دینوں بلکہ بے دینوں حتیٰ کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر و دشمن اولیاء ہیں، مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ہوشیار خبردار احتیاط احتیاط۔

۳– عالم ہو۔**اقول**: علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں، کل ہو جائے گا۔صدہا کلمات و حرکات ہیں جس سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں .... لہٰذا عالم عقائد ہونا لازم۔

۴– فاسق معلن نہ ہو۔**اقول**: اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع محال۔

دوم شیخ ایصال: کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس [نفس کے فسادات] و مکائد شیطان [شیطان کی مکاریوں] و مصائد ہوا [خواہش نفسانی کی شکارگاہوں] سے آگاہ ہو۔دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے۔جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں، حل فرمائے۔نہ محض سالک، نہ نرا مجذوب۔عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں [سالک اور مجذوب] قابل پیری نہیں۔

اقول: اس لیے کہ اول [سالک محض] خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل، بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب اور اول اولیٰ ہے۔**اقول**: اس لیے کہ وہ مراد ہے اور یہ

مرید ہے۔“ [فتاویٰ رضویہ جدید ۲۱/ ۵۰۵-۵۰۷ ملخصاً]

عارف باللہ سراج طریقت تاج شریعت جانشین اعلیٰ حضرت فقیہ اسلام علامہ مفتی قاضی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات والاصفات ان تمام شرائط واوصاف کی جامع ہے جو ایک شیخ کامل میں ہونے چاہئیں۔ آئیے ان پیرانہ اوصاف اور محاسن مشیخت کی جھلکیاں حضرت کی حیات مبارکہ کے روشن روشن صفحات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ولادت مبارکہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء میں ہوئی اور سن فراغ ۱۹۶۳ء ہے۔ جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ۱۹۶۶ء میں تشریف لائے اور ایک مرشد کامل، ہم شبیہ غوث اعظم سرکار مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفی رضا قادری نوری قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہ کر آپ نے آداب شریعت وطریقت سیکھے اور ظاہری وباطنی تربیت حاصل کی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میری زندگی کے سب سے قیمتی لمحات وہی ہیں جو حضور مفتی اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں گذرے، اور نظم میں فیضان مرشد کی تاثراتی ہمہ گیری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

آپ نے عرفان وآگہی کی جو منزلیں سرکار مفتی اعظم قطب عالم قدس سرہٗ کی رہنمائی میں طے کی ہیں، اس کا علم تو اصحاب نظر رکھتے ہیں لیکن ہم جیسے تہی دامنوں کو بھی آئے دن آپ کے جلوۂ عرفان کے مظاہر دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں۔

شیخ کامل کی دونوں جہتوں کی جامع ہے آپ کی ذات گرامی۔ شیخ اتصال اور شیخ ایصال دونوں کے اوصاف آپ کی ذات اقدس میں بدرجۂ اتم جلوہ گر ہیں۔ شیخ اتصال کی شرائط حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کے مطابق تین اور اعلیٰ حضرت کے بیان کے مطابق چار ہیں۔ وہ چاروں شرطیں بہت خوبی کے ساتھ آپ کے اندر موجود ہیں۔

شرط اول: شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس ﷺ تک پہنچا ہو۔ اسی کی تعبیر حضرت میر نے یہ فرمائی کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ دامت برکاتہم القدسیہ کا سلسلہ سرکار مفتی اعظم قطب عالم اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوتا ہوا سرکار غوث اعظم قطب اکرم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سند صحیح ومتصل جا پہنچتا ہے۔ یہ ایسا مستحکم اور زریں سلسلہ عالیہ قادریہ ہے کہ عارفین اسے سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے اس سلسلے میں کہیں انقطاع نہیں اور آپ کے شیخ ومرشد سرکار مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو اجازت وخلافت اور خرقہ مرحمت فرمایا بلکہ آپ کو اپنا جانشین بھی قرار دیا جس کی سند سرکار مفتی اعظم کی یہ تحریر ہے:

”میں اختر میاں کو اپنا قائم مقام اور جانشین مقرر کرتا ہوں“

[او کما قال]

[اصل تحریر کا عکس حیات تاج الشریعہ اور تجلیات تاج الشریعہ میں ملاحظہ کریں]

شرط دوم: شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ میر صاحب نے اسے تیسری شرط کے طور سے بیان فرمایا۔ حضرت تاج شریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی سنیت اور خوش عقیدگی ایسی تام، کامل اور اکمل ہے کہ آپ سے وابستگی خوش عقیدگی اور سنیت خالص کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ آپ کی پوری زندگی مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کی اشاعت، حمایت اور صیانت میں گذری ہے۔ آپ کی کثیر تحریریں حمایت حق اور رد بد مذہباں میں ہیں جن میں الحق المبین خاص طور سے قابل ذکر ہے اور عقیدے کی یہ پختگی اور دین وسنیت کا یہ دفاع واستحکام کئی سو سال سے آپ کی خاندانی وراثت ہے۔

شرط سوم: پیر عالم ہو۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ عالم ہی نہیں علم وفن کی آبرو ہیں۔ دینی ومتعلقہ عصری فنون کا کون سا ایسا گوشہ ہے جسے آپ کے دامان فکر وفن کی وسعت میں جگہ نصیب نہیں۔ قرآنیات، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم کلام، فقہ، اصول فقہ، تصوف، منطق، فلسفہ، ریاضی، فلکیات، توقیت، جفر، تکسیر، علم الاعداد، ردومناظرہ، فن شعر، فن تنقید، عربی ادب، اردو ادب، فارسی ادب، انگریزی ادب، غرض بیسیوں علوم وفنون میں آپ کو مہارت حاصل ہے اور فقہ وفتویٰ اور سیر وکلام تو آپ کی خاص پہچان ہیں۔ فقہی اور کلامی امور میں آپ کا قول، قول فیصل ہوتا ہے۔

یہ ایسی عالمگیر روشن حقیقت ہے جسے آئینہ دکھانے کی ضرورت نہیں کہ

؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب

شرط چہارم: فاسق معلن نہ ہو۔ میر صاحب نے تیسری اور چوتھی شرط کو ایک ہی شق میں بیان فرمادیا کہ عالم باعمل ہو، فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کا پابند ہو۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی شفاف آئینہ مسعود زندگی کے لمحات کس قدر شریعت طریقت کے سانچے میں ڈھلے اور الہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، کوئی چند لمحات آپ کی خدمت اقدس میں گذار کر دیکھے۔ ایک معروف فیض یافتہ عالم دین کا بیان ہے جنہوں نے جلوت وخلوت میں ایک عرصے تک حضرت کو برتا ہے کہ

"میں نے سالہا سال حضرت کی خدمت میں گذارے، میں نے حضرت کا کوئی عمل شریعت سے ہٹ کر نہیں دیکھا۔"

بظاہر یہ ایک مختصر جملہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا مصداق بننا کس قدر مشکل ہے، اس کا اندازہ کرنا بھی ہر کس وناکس کے بس کا نہیں۔ مزید گفتگو آگے آتی ہے۔

شیخ اتصال ہونے کے لیے ان چار شرائط کا جامع ہونا کافی ہے لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ شیخ اتصال ہی نہیں بلکہ شیخ ایصال ہیں۔ البتہ آپ نے اپنے کمالات باطنی پر شریعت طاہرہ کی ردا ڈال رکھی ہے۔ اس لیے بہت سی نگاہوں سے آپ کے کمال باطنی کا یہ گوشہ مخفی ہے۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ "سبع سنابل شریف" میں تحریر فرماتے ہیں :

"اور طریقت کی طرف آئیں تو طریقت میں پیری کی شرطیں بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض ہم لکھتے ہیں :

۱۔ پہلی شرط اکل حلال ہے۔ پیر کو اکل حلال میں احتیاط کی برتنا چاہیے۔ ہرگز ہرگز کوئی ایسا لقمہ جو غیر حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو یا مشتبہ ہو، اس کے پاس نہ پھٹکے۔

۲۔ دوسری شرط صدق مقال، سچا بول ہے۔ پیر کو چاہیے کہ ہرگز جھوٹ، غیبت اور فحش زبان پر نہ لائے کہ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

۳۔ تیسری شرط دنیا کی حرص، اس کی لذتیں، اس کی خواہش ترک کر دینا اور مخلوق کا اس کی جانب رجوع اور قبولیت پر کوئی توجہ نہ دینا ہے۔ اگر مالدار اور تمام دنیادار اس کی طرف رجوع کریں تو پیر پر واجب ہے کہ کسی رغبت اور دل کا میلان اس سے ظاہر نہ ہو اور ان کے درمیان قبولیت کی وجہ سے پیر میں کوئی غرور اور گھمنڈ نہ اس کے ظاہر میں آنے پائے اور نہ باطن میں۔

۴۔ چوتھی شرط مال کا جمع نہ کرنا ہے۔ اگر اسے کثرت سے فتوحات اور نذرانے میسر ہوں تو چاہیے کہ ان سے حاصل شدہ سب مال راہ خدا میں خرچ کر دے۔ انہیں سمیٹ کر نہ رکھے۔ ہاں اگر متواتر مال نہ آتا ہو اور دوسری جگہ سے کبھی کبھی مال کثیر مل جاتا ہو۔ اس حالت میں اگر اہل وعیال کے نفقہ کی طرف سے دلجمعی اور عبادت کے لئے فراغت قلبی کی نیت سے مال کو حفاظت سے رکھے تو جائز ہے۔

۵۔ پانچویں شرط اچھی خصلتیں اور مخلوق کی خیر خواہی ہے۔ پیر کو چاہیے کہ مخلوق کو ایذا رسانی اور رنج دینے سے دور رہے اور ترش رو اور بد اخلاق نہ بنے۔ اس لیے کہ جو شخص لوگوں کو آزار پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بیزار رہتا ہے۔

۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو عزت کی نظر سے کبھی نہ دیکھے اور خود بینی اور خود نمائی کی صفت کو صدق اور اخلاص کے مقام پر اتار دے یعنی ان کے بجائے صدق واخلاص حاصل کرے۔

۷۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید بنانے پر حریص نہ ہو۔ اگر کوئی شخص سچے دل سے اس کی طرف رجوع لائے، اسے بیعت کرے ورنہ فراغ خاطری سے خدائے برتر کی عبادت میں مشغول رہے اور اپنے وقت عزیز کی پونجی کو برباد نہ کرے۔

۸۔ آٹھویں شرط مخلوق کی زیادتیوں کو برداشت کرنا اور لوگوں سے جو تکلیف پہنچے، اس پر صابر رہنا ہے۔ اس لیے کہ درویشوں کا خرقہ، رضائے الہی کا جامہ ہے تو جو شخص اس خرقہ کو پاکر اپنی نامرادیوں کو برداشت نہ کرے وہ محض فقر کا مدعی ہے اور خرقہ اس پر حرام۔

۹۔ نویں شرط گناہوں اور نافرمانیوں کو یکسر چھوڑ دینا ہے۔ پیر کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بجالانا اور اس کی نافرمانیوں سے پرہیز کرنا اپنے اوپر نہایت اہتمام سے لازم کر لے۔

۱۰۔ دسویں شرط یہ ہے کہ کشف اور کرامتوں کا متوالا نہ ہو

بلکہ استقامت کا شیدائی ہو۔اس لیے کہ خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے:
"اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ" ۔حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔یاد رکھنا چاہیے کہ وہ پہلی تین شرطیں ان دس شرطوں کے ساتھ شامل ہیں۔" [سبع سنابل، ص۱۱۶–۱۱۸ ملخصاً]

آئیے ان شرائط کی روشنی میں حضرت تاج الشریعہ کے کمالات باطنی کا عکس ملاحظہ کریں:

۱–حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ وہ محتاط بزرگ ہیں کہ رزق حلال سے پرے کسی لقمہ کو حلق کے نیچے اتارنا تو دور کی بات ہے، مشتبہ لقمے کو بھی پاس آنے نہیں دیتے بلکہ اسے اپنے نور باطن سے دریافت کر کے دسترخوان پر بیٹھ کر بھی دست کش ہو جاتے ہیں۔

کشن گنج، بہار کے پاس موضع بہادر گنج میں ایک صاحب کے توسط سے ایک صاحب ثروت کے یہاں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ مدعو تھے۔دسترخوان لگ چکا تھا۔لوگ دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے۔حضرت کو بھی لوگ لے کر آئے۔حضرت بھی دسترخوان پر نشست فرما ہو چکے تھے کہ اچانک آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔پھر فرمایا: میں نہیں کھا سکوں گا۔بعد میں معلوم ہوا کہ صاحب خانہ سود خور تھا۔

خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے فرد فرید حضرت تاج الشریعہ کے گھرانے میں نذور میں بھی خلط ملط ہونے سے احتیاط برتی جاتی ہے۔اگر کسی نے توشۂ غوثیہ نذر کرنے کے لیے رقم پیش کی تو اسی میں صرف ہوتی ہے۔اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی نذر الگ خانے میں رکھی جاتی ہے۔غرض ہر طور سے رزق مشتبہ یا غیر محتاط سے بھی بچا جاتا ہے۔اور یہ سلسلہ پشتہا پشت سے چلا آ رہا ہے۔

۲–صدق مقال کا اہتمام اس قدر ملحوظ ہے کہ جلوت وخلوت میں ہر جگہ زبان کی حفاظت ملحوظ رہتی ہے۔کسی کی غیبت کرتے آج تک نہ سنا گیا۔مبتذل الفاظ ناراضگی کے عالم میں بھی زبان مبارک پر جاری نہیں ہوتے۔فحش کلامی تو دور کی بات ہے۔کسی کو زبان دے دی تو ہر ممکن حد تک اس کی پاسداری کی جاتی ہے۔اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔بریلی شریف میں ایک قطعہ اراضی کا معاملہ کئی دہائی پہلے ایک صاحب سے طے ہوا جس کی قیمت اس زمانے میں پچاس ہزار روپے تھی، صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے۔ابھی حال میں اسی کی بولی پچیس لاکھ تک بعض صاحبان نے لگائی اور گذارش کی وہ قطعۂ زمین مجھے دے دیا جائے لیکن حضرت تاج الشریعہ نے اس گذارش پر قطعاً توجہ نہ فرمائی اور اپنے صاحب زادے سے فرمایا کہ پانچ ہزار لے کر صاحب معاملہ سے بیع مکمل کر دو۔یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو حد درجہ خدا ترس ہو اور جسے دنیا چھو کر نہ گذری ہو۔

۳–حرص وہوس دنیا سے کنارہ کشی اور لذات دنیوی سے دوری کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے رؤسا اور اصحاب ثروت حضرت کی ایک نگاہ توجہ کے منتظر رہتے ہیں لیکن حضرت اپنے معاملے میں ان سے کبھی کچھ نہیں فرماتے۔حضرت مفتی عابد علی رضوی صاحب کی روایت کے مطابق حضرت نے اس معاملے میں استفسار پر فرمایا:
"اللہ تعالیٰ جب مجھے بے مانگے عطا فرماتا ہے تو میں کسی سے کچھ کیوں کہوں؟"

آپ کا سادہ لباس، سادہ مزاج، بے تکلف طرز گفتگو، سادہ سی مختصر غذا، رنگا رنگ پر تعیش دنیا سے بے نیازی کے آثار نہیں تو اور کیا ہیں؟ میں نے بڑے بڑوں کو بنتے سنورتے دیکھا ہے لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ اپنے کرامت آثار سادہ سے وجود کے ساتھ رونق منبر ہوتے ہیں۔سنت کے مطابق عمامہ مبارک زیب سر فرماتے ہیں اور وہ بھی اس درجہ بے تکلف انداز میں کہ اسے باندھنے سے زیادہ لپیٹنا کہنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن عمامہ مبارک آپ کے سعادت آثار وجود اقدس پر اس قدر جچتا ہے کہ اس کی پھبن دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

آپ نے صاحبان ثروت نیاز مندوں پر اہل علم وعمل کو ہمیشہ ترجیح دی ہے۔ممبئی عظمیٰ میں بعض ارد گرد رہنے والے افراد حضرت کی زیارت وملاقات کی غرض سے آنے والے علمائے کرام کے ساتھ سرد مہری کا برتاؤ کرتے اور ٹال مٹول سے کام لیتے تھے۔حضرت کو علم ہوا تو ان صاحبان سے سخت مواخذہ فرمایا اور کڑی تنبیہ فرمائی کہ علمائے کرام جس وقت بھی تشریف لائیں، انہیں بلا تاخیر ملاقات کا موقع فراہم کیا جائے، چاہے وہ رات کا آخری پہر ہی

کیوں نہ ہو۔

ہاں دلداری اور شفقت آپ کی سب پر عام ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا بے علم، چھوٹا ہو یا بڑا۔ جو دین اور لوازمات دین سے جس قدر زیادہ قریب ہے، آپ کی شفقت اس پر اتنی ہی زائد ہے۔ اکابر علما و سادات تشریف لاتے ہیں تو آپ اس کبر سنی کے عالم میں بھی اٹھ کر استقبال فرماتے ہیں اور حسب مراتب نذر پیش فرماتے ہیں۔ یہ آنکھوں دیکھی عرض کر رہا ہوں۔ گذشتہ رمضان میں ممبئی میں یہ فقیر رضوی حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے مجھے بھی نذرانہ کا تحفہ عطا فرمایا۔ آپ کی جانب خلقت کا جیسا رجوع اور گرویدگی ہے، اگر کوئی دنیادار ہوتا تو اس کی باچھیں کھل اٹھتیں لیکن حضرت پر وہی بے نیازی کا عالم رہتا ہے۔

میں نے بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ حضرت کو مرید بنانے یا ان کی تعداد کثیر کرنے کا کوئی اشتیاق نہیں ہوتا۔ شوق ہے تو علم اور دین کی خدمت کرنے کا۔ ایک مرتبہ میں بریلی شریف میں حاضر خدمت تھا۔ جمعرات کا دن تھا۔ اس دن آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ پر بھی زائرین کا ہجوم رہتا ہے اور حضرت بریلی شریف میں تشریف رکھتے ہوں تو حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والوں کا بھی تانتا لگا رہتا ہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی کئی صفیں مرید ہو چکی تھیں۔ چار پانچ مرتبہ تو میرے سامنے لوگ آدھے گھنٹے کے اندر مرید ہوئے۔ ایک ہجوم آیا، دوسرا گیا۔ تیسرا گروہ آیا، چوتھا تیار ہے۔ حضرت سب کو داخل سلسلہ فرما رہے ہیں۔ اسی دوران علمی کام بھی چل رہا ہے۔ پھر ایک نئی صف داخل سلسلہ ہونے کو حاضر ہوئی۔ خادم نے داخل سلسلہ کرنے کے لیے عرض کیا تو حضرت پر جھنجھلاہٹ طاری ہو گئی، ناراض ہو کر فرمایا: جمعرات کو عجب حالت رہتی ہے۔ ابھی تو دسیوں بار داخل سلسلہ کر چکا ہوں۔ کیا میں صرف مرید ہی کرتا رہوں، کوئی اور علمی اور دینی کام نہ کروں۔ ہٹاؤ ان لوگوں کو، کہو بعد میں آئیں۔ یہ دنیا اور کثرت اعوان و انصار اور افرادی قوت سے بے نیازی نہیں تو اور کیا ہے۔ میں نے بڑے بڑے پیروں کو دیکھا ہے کہ عوام کو اپنی مریدی کے حلقے میں لانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کرتے، کون سے حربے ہتھکنڈے نہیں اپناتے، ایجنٹ چھوڑے جاتے ہیں، مختلف انداز سے لبھاتے اور گرویدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن خداداد مقبولیت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ بقول شخصے "حضرت تاج الشریعہ کے ایک دن اور ایک محفل میں جتنے مرید ہوتے ہیں، بہت سے پیروں کے پوری زندگی میں اتنے مرید نہیں ہوتے"۔

یہ آپ کی دنیا اور جاہ و حشمت سے بے نیازی کا ہی فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو آپ کا شیفتہ بنا رکھا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

۴۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اوائل عمر میں دین و علم اور اشاعت سنیت کی خاطر کافی مشقت خیزیاں گوارا فرمائیں۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۱ء سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال تک آپ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف، دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہے اور درس و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی سرکار مفتی اعظم کی معیت میں تبلیغی دورے پر بھی تشریف لے جاتے۔ سرکار مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خود بنفس نفیس بے شمار دورے فرمائے۔ گاؤں کھیڑے میں مشقت خیز سفر کئے۔ کہیں بیل گاڑی پر، کہیں کہیں پیدل بھی چلنا پڑا۔ آپ کا عمومی سفر ٹرین کے ذریعہ ہوتا۔ بریلی شریف میں کہیں آنا جانا ہوتا تو رکشہ ذریعہ سفر ہوتا۔ پشتینی زمینداری آپ کا ورثہ تھا۔ واسع حقیقی رب تبارک و تعالیٰ نے آپ کی خدمات جلیلہ مقبولہ کے اعزاز میں مزید اسباب کی راہیں کشادہ کیں۔ فتوحات کی کثرت اور وسائل کی وسعت کے ساتھ ساتھ دست کرم بھی مزید کشادہ ہوتا گیا۔ کئی سو سال سے ایک خلقت آپ کے در سے فیض اٹھاتی رہی ہے۔ اب ان فیض یاب ہونے والوں کے دائرے میں اور وسعت ہوتی گئی۔ آپ نے کبھی مادیت کی جانب توجہ نہیں فرمائی اور نہ خداداد دولت کو سمیٹ کر رکھنے کا داعیہ بیدار ہوا بلکہ اس کو خلق خدا کے مفادات علمیہ، دینیہ اور دنیویہ کے لیے خاص فرما دیا۔ جامعۃ الرضا، مہمان خانہ، قادری لنگر، مرکزی دارالافتاء اور اس کے لوازمات سب آپ کے ذمہ کرم پر ہیں۔

۵۔ خصائل کریمانہ، اوصاف حسنہ، شمائل نبیلہ اور عادات طیبہ کا سدا بہار گلشن ہے آپ کی ذات گرامی۔ بڑوں کی تکریم، نسبت بزرگاں کا پاس و لحاظ، چھوٹوں پر شفقت، علماء و مشائخ کا اکرام،

نیاز مندوں کی دلداری، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، مشکلات میں دستگیری، مصائب میں صبر جمیل، نعمتوں اور نوازشات الہیہ میں بے غبار شکر، دوسروں کی جانب سے کی گئی دل آزاریوں سے عفو و درگذر، پے در پے سفر کے باوجود اس کبر سنی میں بھی کلفت کا اظہار نہ کرنا بلکہ خندہ پیشانی سے ملنا، لوگوں کے بے ہنگم ہجوم کو برداشت کرنا، حاسدین اور معاندین کی ریشہ دوانیوں کی جانب توجہ نہ کرنا اور خود کو اللہ و رسول کی رضا کے کاموں میں مصروف رکھنا آپ کے اوصاف حسنہ کے ایسے پاکیزہ دلکش اور بابرکت گوشے ہیں جن سے آپ کا مقدس وجود سجا سجا نظر آتا ہے۔ اگر میں آپ کے ان دل آویز وصفی گوشوں کی تفصیل پیش کروں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں صرف چند اشارے پیش کرتا ہوں۔

جولائی ۱۹۸۶ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور حصول تعلیم کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وقت سے لے کر تا ہنوز حضرت کی زیارت و خدمت اقدس میں حاضری، جلوت و خلوت میں حضرت کی گفتگو سننے اور علما و مشائخ سے ملاقات کے مناظر دیکھنے کا شرف بارہا حاصل رہا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کو ہر صاحب عظمت و نسبت کا احترام کرتے ہوئے پایا۔ حضرت محدث کبیر، حضرت مفتی اشفاق حسین راجستھان، اور کثیر اکابر علمائے کرام کو کبر سنی کے باوجود آپ اٹھ کر استقبال فرماتے ہیں، انھیں نذر پیش کرتے ہیں۔ خانقاہی سادات کرام کے سجادہ نشینان کی دست بوسی بھی فرماتے ہیں، اٹھ کر تعظیم دیتے اور انھیں خصوصی نذر پیش کرتے ہیں۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا حافظ سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ کے ساتھ متعدد بار حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے یہی منظر اکرام و تعظیم اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ اصاغر اور نیاز مندوں پر شفقت کا یہ عالم ہے کہ ہر ایک یہی سوچتا ہے کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ مانتے اور چاہتے ہیں بلکہ بہت سے افراد کو حضرت کی شفقتوں کا تذکرہ کر کے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسی مجسم شفقت ہستی صرف خاصان خدا کی صف میں ہی مل سکتی ہے۔ حاجت روائی مخلوق کے لئے تو آپ کی زندگی کا ہر لحہ خاص ہے۔ اس کی گواہی آپ کے ارد گرد رہنے والے اور حاضر باش، ستم رسیدہ افراد بخوبی دے سکتے ہیں۔ خدام تو خیر خدام رہے، عام انسان بھی اگر کوئی مشکل لے کر حاضر ہوتا ہے تو آپ اس کی مشکل کشائی کی جانب توجہ فرماتے ہیں۔ مصیبت زدوں کے لئے دعائیں کرنا، پانی پر دم کر کے انھیں عطا کرنا، حاجت مندوں کی حسب ضرورت مالی امداد کرنا آپ کے معمولات سے ہے۔ اس کی اتنی کثیر نظیریں ہیں کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میں سحر و ساحری کے اثرات بد کا شکار رہتا ہوں۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کی تو حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مفتی ناظم علی رضوی صاحب سے اس سلسلے میں ذکر کرتا ہوں۔ اصاغر نوازی ایسی ہے کہ مجھ جیسا معمولی فرد امت حاضر خدمت ہوتا ہے تو ضیافت کے لئے خصوصی اہتمام کا حکم فرماتے اور ظہرانے یا عشائیے کے وقت یاد فرماتے اور حکم فرماتے ہیں کہ مولانا کے لئے قیام کا انتظام کرو۔

صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کے اچانک سانحۂ ارتحال اور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کی رحلت کے وقت آپ کو حد درجہ غمزدہ لیکن صبر جمیل کا پیکر پایا۔ جزع فزع یا بے صبری کہیں نہ دیکھی گئی۔ آپ کو فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا گیا جس کے اعزاز میں متعدد جلسے ہوئے لیکن آپ پر اس کا کوئی فخریہ اثر نہ دیکھا گیا بلکہ بریلی شریف کی ایک اعزازی نشست میں، میں خود حاضر تھا۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے تاثراتی کلمات کے دوران ارشاد فرمایا:

"پتہ نہیں لوگ کیوں اس ایوارڈ کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ میں تو سب سے قیمتی لمحات ان یادگار ساعتوں کو سمجھتا ہوں جو میں نے حضرت مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گذارے اور میں جو نعمتیں بھی دیکھتا ہوں، انھیں لمحات سعید کی برکتیں سمجھتا ہوں۔"

یاران بے صفا کی حاسدانہ ریشہ دوانیوں پر آپ کے صبر اور عفو و درگذر کا معاملہ آنکھوں دیکھی چیز ہے۔ پہلے کچھوچھوی پھر مارہروی فتنوں نے آپ کی دل آزاری اور اہمیت کم کرنے کی کوششوں میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن آپ نے اف تک نہ کہا بلکہ عزیزوں کو بھی ان کی جانب توجہ نہ کرنے اور رضائے الٰہی اور رسالت پناہی کے کاموں میں مصروف رہنے کی تلقین فرمائی۔ جب کہ بفضلہ تعالیٰ آپ کے پاس خدا داد افرادی قوت ایسی اور اتنی ہے کہ آپ صرف اشارہ فرما دیتے تو ان فتنہ گروں کا ناطقہ بند ہو جاتا۔ (بقیہ ص ۲۸ / پر)

[illegible]

52 [illegible]

[illegible]

53 [illegible]

339 [illegible] 920 [illegible]

54 338 [illegible] 919 [illegible]

[illegible]

55 [illegible]

[illegible]

56 [illegible]

[illegible]

57 [illegible]

[illegible] 339 [illegible] 920 [illegible]

58 [illegible]

[illegible]

59 [illegible]

[illegible]

60 [illegible]

जवब : अबुल हसन त नै ल न नुहम्मद अहमद ल है री।

61 [illegible]

[illegible]

62 [illegible]

[illegible]

63 [illegible]

[illegible]

64 [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 52 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 53 [illegible] ?

जवाब '339 हिजरी/'920 ईस्वी को

सवाल न 54 '338 हिजरी/'919 ईस्वी [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 55 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 56 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 57 [illegible] ?

जवाब '4, रजब' 339 हिजरी/'920 ईस्वी को

सवाल न 58 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 59 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 60 [illegible] ?

जवब : अबुल हसन त नैलन नुहम्मद अहमद लहैरी।

सवाल न 61 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 62 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 63 [illegible] ?

जवाब [illegible]

सवाल न 64 [illegible] ?

जवाब [illegible]

(जारी है ---)

किस्त- 8

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा क्विज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची

पेशकश: मोहम्मद आसिम हुसैन, बाज़ार सन्दल खाँ बरेली शरीफ़

[illegible]

ection and decrement i.e. every praise worthy attribute for ALLAH is permanent and everlasting and is eternal and being it passing from him is impossible and imperfection that is the opposite of perfection is away from Him. Therefore, ALLAH has never been attributed with imperfection and never can any imperfection take upto the Holy entity (Zaat) of ALLAH (Tabarak wa ta'ala). Telling a lie is an imperfection and it is to label imperfection to ALLAH to believe the possibility of it (Telling a lie) for the Holy Creator and it is to disassociate ALLAH with ALLAH'S attribute of truthfulness that is infinite and that can never be disassociated from ALLAH and it is to declare all attributes of ALLAH as worthy to vanish by considering it a venue of occurrence and this is infidelity. Hazrat Imam-e-Azam has clearly explained "One who says that the attributes of ALLAH are created or occurant or he is indifferent or doubts in it, then he is a refuter of Almighty ALLAH (i.e. an infidel)."

Hence, we came to know that according to the explicit explanation of scholastic Theologians (Fuqaha), the saying of "likelihood of ALLAH to tell a lie" is attributing ALLAH with imperfection.

In this manner, the speaker considered it possible to attribute ALLAH with imperfection and decrement and declared the possibility of non existence of the praiseworthy attributes of ALLAH, not even that, but by assuming it a venue of occurrence, he considered all attributes of ALLAH as occurant and that pulls it towards negating the Entity of ALLAH. Because of the above mentioned so many reasons, the spe- aker will be charged with infidelity. From these, one of the reasons for infidelity is that he is refuting that principle which is well accepted by the Ahle Sunnah, (and even by the corrupt) Moatazella and the other false sects i.e. the entity of ALLAH is free from every imperfection, decrement and bad attributes from forever to eternity.

Imam-e-Ahle Sunnat Ala Hazrat Imam Ahmed Raza has refuted these wrong tenets in a very enlightening manner in his book "SUBHAN -AL- SUBBOOH" and explained in detail the reasons due to which the infidelity is requisite to the speaker according to Theologians (Fuqaha). The author supported Deobandis and wahabis once again and has led the people to fallacy, by saying that it is not a genuine Aqida issue.

The author has stated ahead saying as follows: "whoever dies in a state of unbelief without excuse shall be punished in hell forever".

I have to ask about the word "excuse" written by the author. What does it mean?

This question has been put to the author because the word 'excuse' is used in several meanings according to the dictionary. We are just writing here the various meanings of this word as follows:

Excuse: give reasons for not being blame worthy, for – give, excuse oneself (from something) ask to be set free from (eks – kews) reason invented for explai- ning one's conduct.)

(Cont..........)

ent regarding which the coalition by Muslims has agreed that it would never be committed by any Muslim کما لا یخفی, or if should the sense of the action be generalised, which comprises the action of the tongue and the heart i.e. it is conditioned by both the tongue and the heart)

Here we wish to quote a true account, as an example to prove our point and to substantiate the claim that the words of Ashraf Ali Thanwi were unacceptable and contempt of the Holy Prophet (peace and salutations upon him). In one of the law suits in India, the Caliph of Imam Ahmed Raza called Maulana Hashmat Ali Khan said to the Judge "What is so special about the British law? Such a law can be made by Zaid, Amar (any Tom, Dick and Harry), indeed by every child and madman, and even by all animals and beasts." The judge became furious and said "This is contempt of court". He immediately exhibited the book and said to the judge, "This book is written by Ashraf Ali Thanwi and it says "If it refers to but some of the unseen, then how is the Revered One [the Prophet] (Allah bless him and give him peace) uniquely special, when such unseen knowledge is possessed by Zayd and 'Amr [i.e. just anyone], indeed, by every child and madman, and even by all animals and beasts? " and he then said, "Is it not the clear insult of our Holy Prophet?" The judge was surprised and (now the author must look at his words). The judge said, "We being non Muslims can never say such words about the Holy Prophet (Allah bless him and give him peace). How can these words be written by a person that is called a Muslim?" and then, he gave the verdict in favour of Maulana Hashmat Ali Khan.

The point to ponder here is that even a non Muslim found these words repugnant, disrespectful and unbelievable and now after almost a century; people are trying to justify those malicious words and saying "These words are not Kufr". If the insult of Rasoolullah is not Kufr, then what is Kufr? Is it not against the verse:

وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِيۡلًا

"And (so that you may) honour and respect the Prophet,
and Glorify Him, morning and evening" It is indeed, and despite following up with him for many years, when Ashraf Ali Thanwi remained adamant, and did not take these ugly words back, Ala Hazrat Imam Ahmed Raza Khan issued the historic fatwa declaring him Kaafir. (Marginal Notes)

Now, the author does not take the (false belief regarding the) "Likelihood of Allah's lie" (Ma Aaz Allah) as a genuine Aqida issue. We wish to explain it as follows:

Just as the entity (Zaat) of ALLAH is eternal (uncreated), similarly, every attribute of ALLAH is ageless (uncreated). Therefore, there is neither any attribute of the Creator that was not there before and now, it appeared nor any attribute that is vanishable for ALLAH or modifiable. One of the attributes of the Creator is truthfulness, which is free from change and disappearance.

It is explicitly mentioned in all books of scholastic the- ology that the entity of ALLAH encom- passes all praise worthy (perfect) attributes and free of imperf-

dress specialized to them, such as the cross thread etc......".

We have brought the phrase from a little above, because the last portion of the phrase was related to the word in the above mentioned. There are even some important points here, which should be useful in the answer, so it may be repeated. This last word (portion) in this phrase is an evidence for us, the mean- ing of which the author has proclaimed in this manner, saying as follows:

"Muslims would have found his words..." Now the author must declare whether he hasn't admitted in this manner to the coalition of Muslims to consider it to be infidelity or not? Indeed he did. Now look at this contradiction converting his own admission to the denial and saying: **"THEY (These words)WERENOTKUFR."** Why (were these statements still not regarded as kufr)?

Now, according to the author "they were not kufr" then, is it Iman (according to him), because there is no connection between belief and unbelief. So since it is supposed that it is not being infidelity, then it is settled according to clarification by the author that it is Iman (based on his statement), because two antithesis are neither united, each to the other, nor nonexistent together. And since (according to him) this does not fall within the rule of Kufr, therefore, in the view of the author, why, must not the Deobandis be considered to be Muslims, and why wont those who consider Deobandis as Kaafir be wrong (according to him), even though he has mentioned "Such words were indefensible breaches of proper respect", "...disadvantageously comparing...is something few Muslims can accept."? What should be said about this by the Author?

All orthodox Muslims and every Just person, should have a look at the astonishing meeting of admission and denial and the negative and positive along with the Essential Islamic principles, the coalition of Muslims, and the rules of Islam, Kufr and Iman (Unbelief and belief), (for) one to all is incredible. (Does it mean that) the difference of belief and unbelief is ineffective? (In other words, one may) consider whatever you like as kufr, and then later consider the same to be Iman. What harm to Iman due to this? (i.e. Can the enormous harm being caused to Iman not be seen)

Now remember our 1st question. We have questioned firstly: Is it in advance to declare the result which comes at the end of discussion, i.e. Deobandis are not infidels in any way and it is wrong to declare them as Kaafir?

Is it not evident that if should the refutation of Essential Islamic principles take place, and should the coalition of Muslims be rejected, and should the evidentiary text be negated, and should it be repugnant and unacceptable to the Muslims of the entire world, whether it should be clear rudeness and indefensible, even then it won't be considered as Kufr (according to the view of the author)?

(The point pertaining to the action mentioned in the statement of Imam Ibn Hajr Makki is a unanimous one and the ruling includes every such word/statem-

Part (9)

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: HUZOOR SAYYIDI TAAJUSH SHARIAH ALLAMA MUFTI
Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

(Cont..........)

That is why he is firm on nothingness of the infidelity charge against Deobandis. If this is not open contradiction then what is it?

He himself admitted on page 28 that "Muslims would have found his words repugnant and unacceptable" and he forgot that which he has said about the words of Khalil Ahmad Saharanpuri, "Disadvantageously comparing the Prophets knowledge to Satan...is something few Muslims can accept".

Regardless of the fact that both the words contradict each other in respect of positive to negative, as he has said there "few Muslims", and he has said here "Muslims" (meaning all the Muslims of the world) and (on one hand, he) has called the people who can accept such words as "Muslim" and he has negated their Islam talking about all generally as he said as follows: Muslims would have found his words repugnant and unacceptable"

In spite of this contradiction upon contradiction, is it not evident by his own word that "such a word may not be pronounced by the mouth of Muslims". Imam Ibn Hajr Makki has said in Zawaajir about the very such word:

فی نوع الکفر والشرك ان یعزم الانسان علی الکفر فی زمن بعید او قریب او یعلقه باللسان او القلب علی شیء ولو محالا عقلا فیما یظهر فیکفر حالا او یعتقد ما یوجبه او یفعل او یتلفظ بما یدل علیه سواء صدر عن اعتقاد او عناد او استهزاء الخ (الی ان قال) وقد مضی ذلك کل من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انه لا یصدر الا من کافر وان کان مصرحا بالاسلام کالمشی الی الکنائس مع اهلها بزیهم من الزنانیر وغیرها اھ

"It is within the sort of infidelity and polytheism to have solid determination of infidelity in the near future or in the distant future, or to condition it by heart or by mouth on a matter even if it should be impossible to intellect. In this case he will become infidel at the very time, or should he believe the matter causing infidelity, or should he commit such an action, or pronounce a word pointing infidelity, whether should this come on the basis of his belief or hostility (i.e. he considers it to be wrong even then he remains stubborn, and pronounces it by mouth, it means hostility and it is considered to be stubborn infidelity), or should he say such a word while laughing (in a joking / mocking way), or should he commit that action. (Continue until he said....) and the very rule applies to every such person who commits such an action about which the coalition by Muslims has agreed that it would come from Kaafirs only, even if should he declare evidently to be a Muslim, e.g. he enters the church with Kaafirs in the

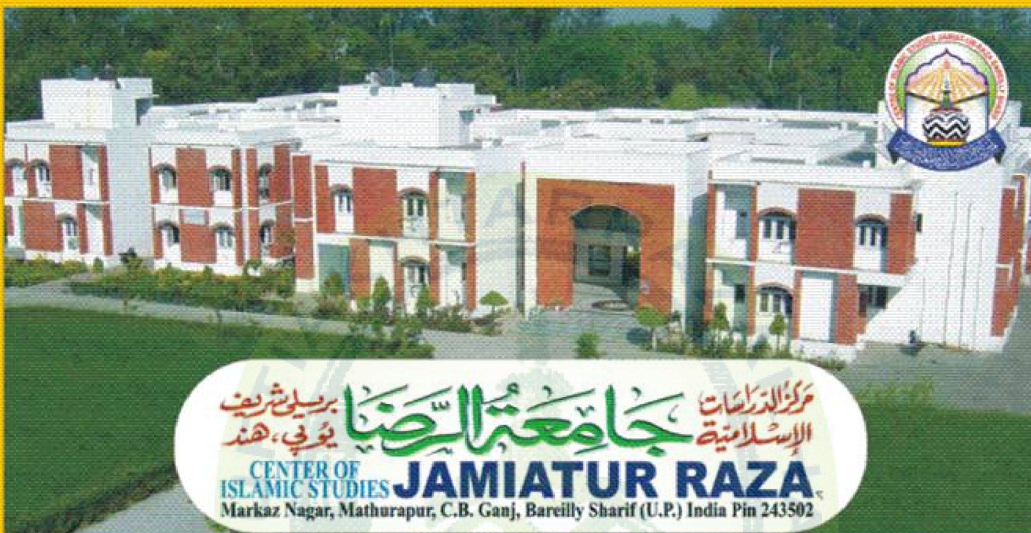
MAHNAMA SUNNI DUNIYA

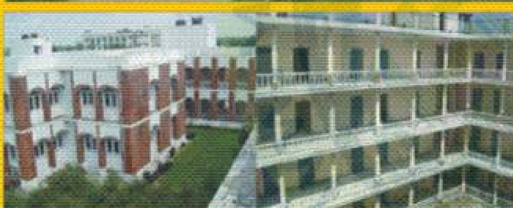
82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.)

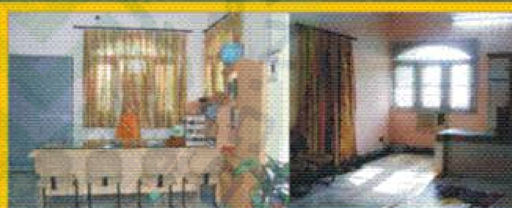
Editor, Printer, Publisher & Proprietor : Asjad Raza Khan

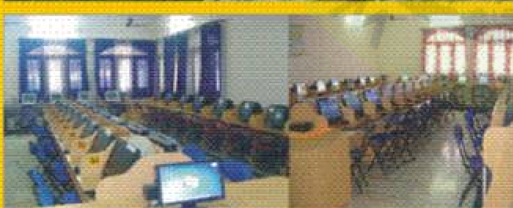
Title Code : UPMUL00639
RNI Ref. No. : 1279986

Per Copy : Rs. 20.00
Per Year : Rs. 240.00











Under Management:

زیر اہتمام

Imam Ahmad Raza Trust

امام احمد رضا ٹرسٹ

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

Design by: Arshi Khan-9368643470

Printed At United Printers, Hamidi Complex Gali Wazir Ali, Bara Bazar, Bareilly

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

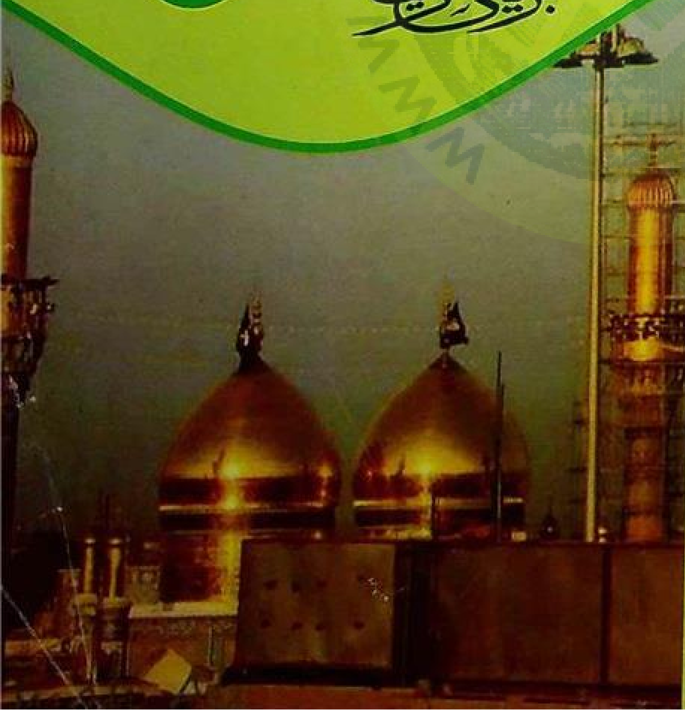
ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

ستمبر ۲۰۱۶ء

Sep. 2016



مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا قادری

ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

جلد: ۱

ستمبر ۲۰۱۶ء

شمارہ: ۸

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

یادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خان بریلوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی

مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

زیر سرپرستی

قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیر اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر:
مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
مرکزی دارالافتاء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی، ہیڈ
جامعۃ الرضا

فی شمارہ: ۲۰ روپے ⚙ زرسالانہ: ۲۴۰ روپے ⚙ بیرونی ممالک: ۱۵۰۰ روپے ⚙ لائف ممبری: ۱۱۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

فیکس: 0581-2458543

فون: 0581-3291453, 2472166

دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران بریلی شریف (یوپی)

Visit us: www.aalaahazrat.com
Www.cisjamiaturraza.ac.in,www.hazrat.org

E-mail:- atiqahmad@aalaahazrat.com, sunniduniya@aalaahazrat.com

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' ہی بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں

نوٹ: ممبران حضرات! اگر آپ کو سنی دنیا وقت سے نہیں مل رہا ہے، ڈاک سے متعلق کوئی معلومات حاصل کرنی ہے، یا بذریعہ ڈاک ممبر بنانا ہے تو اس نمبر پر رابطہ کریں: 09259089193

اشاریات

اداریہ

حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

از عبد الرحیم نشتر فاروقی

تاریخ کے صفحات پر ایسے بے شمار واقعات بکھرے پڑے ہیں جنہیں انسانی قربانیوں کی خونچکاں داستان سے موسوم کیا گیا، دامن کائنات میں ایسے لاتعداد داستان محفوظ ہیں جنہیں جنگ وجدال اور قتل وقتال کی انتہا کے طور پر پیش کیا گیا، سینۂ افلاک ہزارہا ایسے حادثات سے داغدار ہے جو صرف انسانیت کے خون سے تحریر کئے گئے مگر تاریخ نے ان واقعات کو چند دنوں بعد مٹا دیا، کائنات نے ان حادثات کو کچھ دنوں یاد رکھ کر یکسر فراموش کر دیا، آسمان نے وہ خونی داغ اپنے دامن سے رفتہ رفتہ دھو دیئے، لیکن صبر ورضا کی جو خونچکاں داستان امام حسین نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگزاروں پر اپنے جگر پاروں کے نورانی خون سے رقم فرمائی ہے، تاریخ اسے ہزاروں سال بعد بھی فراموش کرنے سے قاصر ہے، کائنات اسے یاد کر کے آج بھی کربناک سسکیاں لے رہی ہے، آسمان اس دل خراش داستان پر آج بھی اشک بار ہے، کربلا کا وہ روح فرسا منظر آج بھی میرے جسم وجاں میں ارتعاش پیدا کر دیتا ہے اور اس خونچکاں داستان کا ایک ایک کردار مجسم ہو کر میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔

> جب کی دنیا کا یہ شمارہ آپ کے مطالعہ کی میز پر ہوگا اس وقت شہادت حسین کی جرأت افزا یادوں کا موسم ہر سو چھا چکا ہوگا ذہن وفکر میں کربلا کے ولولہ انگیز مناظر گھوم رہے ہوں گے۔ قلب وجگر شہدائے کرام کے صبر آزما کارناموں کے تذکروں سے مچل رہے ہوں گے۔ کبھی عون وابراہیم اور قاسم کی تڑپتی ہوئی لاشیں نگاہوں کے سامنے آکر تحفظ دین وملت کی خاطر اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا درس دے رہے ہوں گی، کبھی عباس علمبردار کے کٹے ہوئے بازو پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا جذبۂ بے کراں عطا کر رہے ہوں گے، کبھی علی اکبر کی اٹھتی ہوئی جوانی نوجوانان اسلام سے تجدید وفا کا تقاضا کر رہی ہوگی، کبھی علی اصغر کا معصوم بچپن امت کی ماؤں سے اپنے لاڈلوں کی قربانی مانگ رہا ہوگا، مگر افسوس ہمارے جمود وتعطل کا حال یہ ہے کہ ہم دشت کربلا سے گونجنے والے اس حسینی پیغام عمل سے مسلسل غفلت شعاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اب کون سا وقت ہوگا جو ہم دین اسلام پر صدق دل سے عمل پیرا ہوں گے، امام حسین نے کم تعداد میں ہوتے ہوئے بھی کثیر تعداد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا، آج ہم کثیر تعداد میں لیکن ذلت وخواری ناکامی ونامرادی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے، اب وقت آگیا ہے کہ ہم دین اسلام کے سچے سپاہی بن کر میدان عمل میں کود پڑیں۔

کربلا کا ریگستانی اور خشک علاقہ ہے، وادئ نینواں کی تپتی اور جلتی ہوئی ریت ہے، شدت کی جاں سوز گرمی ہے، چرند وپرند بھی اب اس وادی کا رخ نہیں کرتے کہ مبادہ سبزوں کو جھلسا دینے والی شدت کی اس دھوپ میں کہیں جان کے لالے نہ پڑ جائیں۔

ایسے میں بہتر ۷۲ر نفوس قدسیہ پر مشتمل ایک قافلہ آگ برساتی اس ریتیلی وادی میں خیمہ زن ہے، جس میں چند مستورات اور کچھ ننھے بچے بھی ہیں، اہل قافلہ کا شدت گرمی سے برا حال ہے، باد صرصر کے تیز وتند تھپیڑے چہرے کی تازگی وبالیدگی کا گلا گھونٹ چکے ہیں، قافلے کے چند افراد کچھ ہی دور کے فاصلے پر ایک خون ریز معرکہ میں مصروف اپنے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں، ایک مرد مجاہد جس کے چہرے پر شاہانہ کروفر

کی تابشیں ہیں، جو عالمانہ جاہ وجلال اور حاکمانہ شان وشوکت کا مجسمہ نظر آرہا ہے، سر پہ رسول ہاشمی کا باوقار عمامہ ہے، ہاتھوں میں حیدر کرار کی تلوار ''لاسیف الاذوالفقار'' اور حضرت حمزہ کی ڈھال بے مثال ہے، کبھی میدان کارزار کی طرف دوڑ رہا ہے، جہاں اپنے جانثاروں کو جان کی بازی لگا کر لڑتے، کٹتے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کو روندتے دیکھ رہا ہے، کبھی خیمہ کی طرف دوڑ رہا ہے، جہاں نازوں کی پلی شہزادیاں خوف وہراس سے لرزتی مگر مرضی مولیٰ پہ قانع نظر آرہی ہیں، ایک ایک کر کے جانثاران عشق ووفا اپنی عزیز جانوں کو اس پر قربان کرتے جارہے ہیں۔

یہ عظیم ہستی کون ہے؟

۷۲/افراد میں سے اب صرف چند ہی باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بے تاب و بے قرار ہیں، مکمل تین دن گزر چکے ہیں کسی کو کچھ کھائے پیئے، زیادت گرمی اور شدت پیاس سے اہل قافلہ جاں بلب ہیں، کربلا کے اس تپتے ہوئے صحرا میں دھوپ کی تمازت سے کسی کے ہونٹ خشک ہورہے ہیں تو پیاس کی شدت سے کسی کی آنکھیں ابل رہی ہیں، بادصرصر کے پرتپش تھپیڑوں سے کسی کو بار بار غش آرہا ہے تو کسی کا حلق سوکھ کر کانٹا ہوا جارہا ہے، کسی کی روح پانی کے ایک قطرے کو ترس رہی ہے تو کوئی پیاس کی جلن سے تڑپ رہا ہے اور وہ نازشہادت ہے کہ صبر وشکیب کا پیکر بنا کبھی خیمہ والیوں کو صبر وشکر کی تلقین کررہا ہے تو کبھی اپنے ننھے منے بچوں کو تسکین وتسلی دیتے ہوئے ان کے خشک ہونٹوں کو چوم لیتا ہے۔

کون ہے یہ صبر ورضا کا پیکر؟

یہ کون ہے جو خون سے لالہ زار دشت کربلا میں فسق وفجور اور ظلم واستبداد کی کالی گھٹاؤں کے خلاف صبر وشکر اور تسلیم ورضا کا ہمالہ بنا کھڑا ہے؟ آہ! کیسا دل خراش منظر ہے، ننھے ننھے بچے بھوک وپیاس سے بلک رہے ہیں، آہ! کیسا جاں سوز سماں ہے، حرم نبوی کی مستورات پیاس کی شدت سے غش پہ غش کھارہی ہیں، آہ! کیسی یہ کربناک ساعت ہے، خود تین دن کا بھوکا پیاسا اپنے جگر پاروں کے سروں پر دست شفقت تو پھیر رہا ہے مگر انھیں پانی کا ایک قطرہ نہیں دے پارہا، بحر وبر اور خشک وتر جس کے نانا کے زیر نگیں، آج اسے اور اس کے پیاروں کو پانی کے چند قطرات میسر نہیں، اس تصور ہی سے ہمارا کلیجہ پھٹا جارہا ہے تو بھلا اس کا کیا حال ہوگا جو اس مرحلے سے عملی طور پر گزر رہا ہے۔

اعوان وانصار کی لاشیں اٹھاتے اٹھاتے بازو شل ہو چکے ہیں، جگر پاروں اور جاں نثاروں کی بے گور وکفن لاشوں کے انبار دیکھ کر جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جارہا ہے، گھر والیوں کی جگر سوز فریاد سے سینہ چاک ہوا جارہا ہے، روتے روتے اب تو آنسوؤں کا سمندر بھی خشک ہو چکا ہے۔

یہ کون ہے جبل استقامت؟

کہتے ہیں یہ جو اپنے جگر پاروں کے خون سے ریگزار کربلا کو اس لئے لالہ زار بنا رہا ہے کہ شجر حق وصداقت قیامت تک کے لئے سرسبز وشاداب ہو جائے، یہ غم واندوہ کا پہاڑ اس لئے اٹھا رہا ہے کہ اسلام کا سر ہمیشہ کے لئے سربلند وسرخرو ہو جائے، ورنہ ان بدبخت یزیدیوں نے کہا تھا ''حسین تم یزید کی صرف اطاعت اور بیعت کرلو، مسرت وشادمانی کی محفل سجادی جائے گی، بزم عیش وطرب آراستہ کردی جائے گی، زندگی کی تمام تر آسائشوں اور راحتوں سے مالا مال کردیا جائے گا، لیکن وہ مرد مجاہد باطل کے ان دل فریب جھانسوں میں ہرگز نہ آیا اور ان کے طلسمی خوابوں کو چور چور کر کے حق وصداقت کی سربلندی کے لئے تسلیم ورضا کی وادی میں اپنی عزیز جان کا نذرانہ لے کر کود پڑا۔

یہاں حق وصداقت کی اس سرمدی طاقت وقوت کا عرفان ہوتا ہے جو باطل کی دل فریبیوں اور اس کی شاطرانہ سازشوں کے ہجوم میں اہل حق کو تن تنہا سربلند وسرخرو رکھتی ہے،، اہل باطل کی ہزاروں کی مرعوب کن تعداد اس کا سر خم کرنے میں ناکام ونامراد ہو جاتی ہے، اس پیکر صبر ورضا نے کسی فاسق کی بیعت نہ کر کے اہل حق کو یہ درس دے دیا کہ دیکھو صرف ۷۲/افراد کے مقابلے میں ۲۲/ہزار ہیں پھر بھی اہل حق کے رعب ودبدبہ سے اس قدر مرعوب ہیں کہ اپنے اندر مقابلے کی ہمت وجرأت نہیں پیدا کر پارہے ہیں، حق کس قدر غالب اور باطل کتنا مغلوب ہوتا ہے کہ مقابل سے ہزاروں درجہ متجاوز ہونے کے باوجود بھی خود کو کمزور وناتواں محسوس کررہا ہے، جبھی تو مقابل کو بھوکا پیاسا رکھ

کرا ے کمزور تر کرنے کی یہ شرمناک حرکت کی لیکن حق پھر بھی ہزاروں پہ بھاری رہا۔

دوپہر کا وقت ہے، جاں نثاروں نے ایک ایک کر کے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا، اب صرف اور صرف اس مردِ مجاہد کی ذات واحد بچی ہے جو اس تاراج کارواں کی آخری امیدگاہ اور مرکزِ تمنا ہے، مگر آہ! اب وہ بطلِ جلیل بھی رختِ سفر باندھ رہا ہے۔ خیمے میں اس قیامت صغریٰ سے ایک کہرام برپا ہے، کبھی ہمشیرہ کو تسکین، کبھی شریکِ حیات کو تلقین، کبھی لاڈلے شہزادے اور شہزادیوں کو حسرت و یاس بھری نظروں سے تک رہے ہیں، امید و بیم کی کشمکش اور فرض کا تصادم ہے، خونی رشتہ اپنی طرف اور ایمانی رشتہ مقتل کی طرف کھینچ رہا ہے۔

بالآخر کعبہ کا یہ پاسباں اہلِ حرم کو روتا بلکتا تڑپتا سسکتا چھوڑ کر میدان کارزار میں پہنچ جاتا ہے، چشمِ فلک نے شجاعت و بہادری کے ایسے ایسے جوہر ملاحظہ کئے جو اس سے قبل شاید ہی دیکھنے کو ملے تھے، ذوالفقارِ حیدری کے حامل اور سلطنتِ مصطفےٰ کے اس وارث نے یزیدیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، اس مردِ مجاہد کے اس جرأت مندانہ اقدام سے یزیدی فوج مبہوت ہو گئی، خوف و ہراس سے سب کی ہمت جواب دے گئی، بالآخر پوری فوج مل کر اس تنہا بطلِ جلیل پر بیک وقت ٹوٹ پڑی۔

تین دن کا بھوکا پیاسا تنہا مسافر بائیس ہزار تیروں اور تلواروں کے نرغے میں ہے، دشمنوں کی خون آشام یلغار چاروں سمت سے تیز سے تیز تر ہوتی چلی آ رہی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے تیروں، تلواروں اور نیزوں کی برسات ہوئی اور صبر و شکر، حق و صداقت کا یہ مہرِ تاباں ظلم و استبداد کی کالی گھٹا میں چھپ گیا، زخموں سے چور اس شہیدِ اعظم کا جسدِ انور جیسے ہی زمیں بوس ہوا کائنات کا سینہ دہل گیا، چشمِ افلاک خون برسانے لگی، فرشِ گیتی کی ساری فضا ماتم و اندوہ سے بوجھل ہو گئی، آہ! یہ دل خراش منظر دیکھ انسان کا کلیجہ شق ہوا جاتا ہے، انسان تو انسان پتھروں کا بھی جگر پگھل کر پانی کی طرح بہنے لگا ہے، خیمہ میں ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے صبر و شکیب کا خرمن جل رہا ہے، یتیموں، بے واؤں اور سوگواروں کی آہ و فغاں سے دھرتی کا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے، امیدوں کی دنیا لٹ گئی، آہ! بیچ منجدھار میں کشتی کا ناخدا بھی چل بسا۔

یہ کون ہے جو سراپا مشقِ ستم بنا ہوا ہے؟ کیا اس قدر جور و جبر کوئی انسان برداشت کر سکتا ہے؟ پہاڑوں کے جگر بھی پانی کر دینے والے اس اندوہ ناک ساعت میں صبر و استقلال کا یہ عالم؟ آخر کون ہے یہ جبلِ استقامت؟ ہاتفِ غیبی نے آواز دی یہ وہی حسین ہیں جن کا خون اسلام کی رگوں میں دوڑ رہا ہے، یہ وہی حسین ہیں جن کے جگر پاروں نے اپنے خونِ جگر سے اسلام کی آبیاری کی، یہ وہی حسین ہیں جنھوں نے ظلم و استبداد کی آندھیوں میں حق و صداقت کی شمع روشن کی ہے، یہ وہی حسین ہیں جنھوں نے بائیس ہزار تیروں تلواروں اور نیزوں کے جھرمٹ میں سجدۂ محبت ادا کیا ہے، یہ وہی حسین ہیں جنھیں امیرِ کشورِ شہادت ہونے کا شرف حاصل ہے، سلام اے امیرِ کشورِ شہادت تمہارے جذبۂ شہادت کو سلام تمہاری بے باک صداقت کو سلام، تمہاری بے پناہ شجاعت کو سلام۔

شہنشاہِ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو ✲ حسین ابنِ علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

شہادت حسین کے بعد رونما ہونے والے قدرتی آفات: تاریخ شاہد ہے کہ شہادتِ حسین کے بعد مسلسل سات دنوں تک فضا پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہا، دیواروں پر دھوپ کا رنگ زرد پڑ گیا تھا آسمان سے بے شمار ستارے ٹوٹے، یومِ شہادت کو سورج گہن میں آ گیا تھا، مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے، بعدہٗ رفتہ رفتہ وہ سرخی تو جاتی رہی لیکن افق کی سرخی جسے شفق کہا جاتا ہے آج بھی سرخ باقی ہے، یہ سرخی شہادتِ حسین سے قبل کبھی نہیں دیکھی گئی، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یومِ شہادت کو بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا، لشکریوں نے جب اپنے اونٹ ذبح کئے تو اس کا گوشت سرخ ہو گیا اور جب اسے پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔ [تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷]

عبد الملک ابن عمر لیثی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے دار الامارت میں دیکھا کہ امام حسین کا سرِ مبارک عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا ہے پھر اسی قصرِ عمارت میں کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ ابن زیاد کا سر مختار ابن عبید کے سامنے رکھا ہوا دیکھا پھر کچھ عرصہ بعد مختار ابن عباس کا سر مصعب ابن زبیر کے سامنے اسی قصر میں رکھا ہوا دیکھا اور کچھ مدت کے بعد مصعب ابن زبیر کا کٹا ہوا سر عبد الملک کے سامنے رکھا ہوا پایا، جب میں نے یہ ماجرہ عبد الملک کو سنایا تو انہوں نے اس دار الامارت کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔ [تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸]

تجلیات نعت

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دل بیکس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گور غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لاابالی ہے

اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

رضاؔ منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

کس زباں سے ہو بیان عز و شان اہل بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

مصطفیٰ بائع خریدار اس کا اللہ مشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروان اہل بیت

رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحان اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطان زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے

صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروت ناز کرتی ہے

شہ خوباں پہ ہر خوبی و خصلت ناز کرتی ہے
کریم ایسے ہیں وہ ان پر کرامت ناز کرتی ہے

جہان حسن میں بھی کچھ نرالی شان ہے ان کی
نبی کے گل پہ گلزاروں کی زینت ناز کرتی ہے

شہنشاہ شہیداں ہو، انوکھی شان والے ہو
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

بٹھا کر شانۂ اقدس پہ کردی شان دوبالا
نبی کے لاڈلوں پر ہر فضیلت ناز کرتی ہے

جبین ناز ان کی جلوہ گاہ حسن ہے کس کی
رخ زیبا پہ حضرت کی ملاحت ناز کرتی ہے

نگاہ ناز سے نقشہ بدل دیتے ہیں عالم کا
ادائے سرور خوباں پہ ندرت ناز کرتی ہے

خدا کے فضل سے اخترؔ میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

ضیائے قرآن

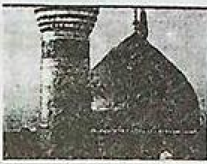
کنزالایمان اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** قادری بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

سورۂ بقرہ مدنی | اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا | آیت نمبر ۲۰۷/ ۲۰۴

لوگ ایک دین پر تھے {۴۰۵} پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے {۴۰۶} اور ڈر سنانے {۴۰۷} اوران کے ساتھ سچی کتاب اتاری {۴۰۸} کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی {۴۰۹} بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے {۴۱۰} آپس کی شرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھادی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے (۲۱۳)

خزائن العرفان صدرالافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

{۴۰۵} حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں (خازن) {۴۰۶} ایمانداروں اور فرمانبرداروں کو ثواب کی (مدارک وخازن) {۴۰۷} کافروں اور نافرمانوں کو عذاب کا (خازن) {۴۰۸} جیسا کہ حضرت آدم وشیث وادریس پر صحائف اور حضرت موسیٰ پر توریت حضرت داؤد پر زبور حضرت عیسیٰ پر انجیل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ پر قرآن، {۴۰۹} یہ اختلاف تبدیل وتحریف اور ایمان وکفر کے ساتھ تھا جیسا کہ یہود ونصاریٰ سے واقع ہوا (خازن) {۴۱۰} یعنی یہ اختلاف نادانی سے نہ تھا بلکہ {۴۱۱} اور جیسی سختیاں ان پر گزر چکیں ابھی تک تمہیں پیش نہ آئیں۔ شان نزول یہ آیت غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں اس میں انہیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہ خدا میں تکالیف برداشت کرنا قدیم سے خاصان خدا کا معمول رہا ہے ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں بخاری شریف میں حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سایہ کعبہ میں اپنی چادر مبارک سے تکیہ کیئے ہوئے تشریف فرما تھے ہم نے حضور سے عرض کی کہ حضور ہمارے لئے کیوں دعا نہیں فرماتے ہماری کیوں مدد نہیں کرتے فرمایا تم سے پہلے لوگ گرفتار کئے جاتے تھے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے اور ان میں کی کوئی مصیبت انہیں ان کے دین سے روک نہ سکتی تھی۔



بہار حدیث

فضائل امام حسین احادیث کی روشنی میں

پیشکش: نبیرۂ مفسر اعظم ہند، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ ابوحامد محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا

دالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات وہ ذات گرامی ہے جس میں اپنا سب کچھ نچھاور کرکے اسلام کو دوام و استمرار بخشا۔

آپ کے فضائل ہم کیا بیان کرسکتے ہیں آپ کے فضائل و خصائل تو امام الانبیاء سرور کائنات ﷺ نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمائے ہیں، ذیل میں ہم آپ کے فضائل سے متعلق چند احادیث پیش کرتے ہیں:

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسین منی وانا من الحسین یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

مطلب یہ ہوا کہ حسین کو حضور سے اور حضور کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں، تو حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے، حسین سے دوستی حضور سے دوستی ہے، اور حسین سے دشمنی حضور سے دشمنی ہے۔

حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: احب اللہ من احب حسیناً یعنی جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱)

اس لئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور سے محبت کرنا اللہ رب العزت سے محبت کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے پسند ہو کہ وہ جنتی نوجوانوں کے کسی سردار کو دیکھے تو وہ حسین ابن علی کو دیکھ لے۔ (نور الابصار ص ۱۱۴)

حضرت دابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں حضور کی داڑھی مبارک میں داخل کردیں، حضور نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر ارشاد فرمایا: اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔ (نور الابصار ص ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ حضور آقائے دوعالم ﷺ نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبت کریں بلکہ اللہ رب العزت سے بھی عرض کیا کہ تو بھی ان سے محبت فرما اور یہ بھی عرض کیا کہ حسین سے محبت کرنے والے سے بھی محبت فرما۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ ی متص لعاب الحسین کما یمتص الرجل التمرۃ یعنی حضور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں جیسے آدمی کھجور چوستا ہے۔ (نور الابصار ص ۱۱۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مختار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان الحسن والحسین ھما ریحان من الدنیا یعنی حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۰)

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ھذا احب اھل الارض الی اھل السماء الیوم یعنی آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔
(الشرف المؤبد ص ۶۵)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی اللہ رب العزت اور رسول ہاشمی ﷺ کی بارگاہ میں کس قدر محبوب و محترم تھی۔

فتاویٰ مرکزی دار الافتاء

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

زید بظاہر مسلمان تھا نماز وروزہ کا پابند تھا لیکن مشہور تھا کہ وہ دیوبندی عقیدہ کا تھا اور اس شہرت کا اس کو علم بھی تھا کہ لوگ اس کی طرف سے ایسا خیال کرتے ہیں لیکن اس نے کبھی کسی سے اپنے متعلق اس شہرت سے انکار نہیں کیا کچھ شاہد ایسے ہیں جن کے سامنے اس نے چاروں کلمے پڑھے اور یہ کہا کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے لیکن وہ کبھی کسی سنی عالم سے کوئی ربط وتعلق نہیں رکھتا تھا ایسا بھی مشہور ہے کہ اس نے فاتحہ اور عرس میں بھی شرکت کی۔

کچھ عرصہ سے اس نے یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ذبیحہ میتہ ہے اور مسلمان جانوروں کو ذبح کرکے بڑا ظلم کرتے ہیں جس کے بہت سے شرعی گواہ موجود ہیں۔ ایک شخص کے سامنے اس نے کہا کہ آج عید الاضحیٰ کا دن ہے مسلمان عید کی نماز کے بعد قتل عام میں لگ جائیں گے (یعنی قربانی کو قتل عام کہتا تھا) اس سے بہتر تھا کہ مسلمان جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ایک شخص سے کہا کہ مسلمان بکری پالتے ہیں اس کا دودھ لے لیتے ہیں کہ اس سے زیادہ ظلم یہ کرتے ہیں کہ اس کو ذبح کردیتے ہیں۔ ایک شخص کے سامنے اس نے کہا کہ مسلمان حج کرنے جاتے ہیں وہاں لاکھوں جانوروں کو بے وجہ کاٹ ڈالتے ہیں جن کو چیل اور کوے بھی نہیں کھاتے اس حج سے کیا فائدہ۔ ایک شخص کے سامنے اس نے کہا کہ مچھلی اور کوئی بھی جاندار جانور کو کھانا نہیں چاہئے یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ زید نے اپنے مذکورہ عقائد سے کسی کے سامنے کبھی بھی توبہ نہیں کی جب زید کی موت ہوگئی تو بہت سے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے اجتناب کیا لیکن کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے ذبیحہ کے متعلق جو عقائد ظاہر کئے وہ کس حکم میں ہیں کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور جن لوگوں نے نماز پڑھی ان کے لئے کیا حکم ہے؟

کچھ لوگ ایک استفتاء کو لے کر بریلی آئے تھے اور ان کا کہنا ہے کہ اس کا جواب ان کو یہ ملا کہ ایسے عقائد والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ استفتاء دیکھنے کو تو نہیں ملا لیکن معلوم ہوا کہ اس پر کوئی مہر نہیں ہے۔ برائے مہربانی اس کے جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ حق آشکار ہو۔ فقط

المستفتی: محمد عمران علی رضوی بیلسپوری

الجواب: فی الواقع اگر یہ تمام باتیں جو درج استفتاء ہوئیں مشہور عدول کی شرعی شہادت سے ثابت ہیں تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہ تھا بلکہ اہانت شرع مبین سے کافر مرتد بے دین ہوا۔ اور بے توبہ علانیہ مرا تو عند الشرع کافر مرتد و بے دین مرا اور اس کی نماز جنازہ واقفان حال پر حرام بلکہ کفر۔ درمختار میں ہے: الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالى فيما اخبر به.

[ردالمحتار، ج ۲، ص ۲۳۶، مطلب فی الدعاء المحرم]

اور مرتد کو محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں جب تک کہ کفریات سے ظاہراً تبرا نہ کرے۔ درمختار میں ہے: واسلامه ان يتبرء عن الاديان سوى الاسلام او عما انتقل اليه بعد نطقه بالشهادتين وتمامه في الفتح ولو اتى بهما على وجه العادة لم ينفعه مالم يتبرء.

[درمختار، ج ۶، ص ۳۶۱ کتاب الجہاد باب المرتد]

مزید ردالمحتار میں ہے: يوخذ من مسئلة العيسوى ان من كان كفره بانكار امر ضروری كحرمة الخمر مثلا انه لابد من تبرئه مما كان يعتقده لأنه كان يقر بالشهادتين معه فلابد من تبرئه منه كما صرح به الشافعية.اه

[ردالمحتار، ج ۶، ص ۳۶۵ باب المرتد]

لہٰذا جبکہ نہ اس نے خود تبرا کی نہ اس کے کفریات اس پر پیش کئے گئے کہ کھلتا کہ اب جو کلمہ پڑھا وہ بہ نیت تجدید ایمان پڑھا تو محض چہار کلمہ خوانی اور اس ادعاء مذکور سے بے تبرا و بے تکفیر

دیوبندیاں اس کو سنی صحیح العقیدہ نہ سمجھ لیا جائے گا۔ جنہوں نے دانستہ اس کی نماز جنازہ پڑھی سخت گناہگار ہوئے توبہ کریں اور تجدید ایمان بھی کرلیں اور بریلی سے ایسے عقائد والے کی نماز جنازہ کی حلت کا فتویٰ ہرگز کسی نے نہ دیا ہوگا یہ افتراء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا ازہری قادری غفرلہ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

۱۶/اکتوبر ۱۹۸۵ء ۱۰/بجے شب ٹی وی پروگرام میں مسلم پرسنل لاء کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے زید نے یہ جملہ کہا ہے کہ دراصل قرآن کتاب الحکمت ہے نہ کہ کتاب الحکم۔ اس قسم کا جملہ کہنے والوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

جولوگ مسلم پرسنل لاء کے مطابق قرآن وحدیث وفقہائے کرام کو ناقص مانتے ہیں اور ناقص جانتے ہیں اور اس میں تبدیلی ضروری سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں یا ایمان سے خارج ہیں؟

المستفتی: سید انظار علی
محلہ کنگھی ٹولہ، بریلی شریف

الجواب: زید نے جو دعویٰ کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دے اور صاف صاف کوئی ایسی آیت پڑھ کر سنائے کہ جس کا صاف صریح یہ مطلب ہو قرآن کتاب الحکم نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسی کوئی آیت پڑھ نہ سکے تو یہ کہا جائے گا کہ وہ محض قرآن سے بے خبر ہے۔ یا دیدہ ودانستہ بے خبر بنتا اور قرآن کو واقعۃً نہیں مانتا ہے اور جب وہ قرآن سے بے خبر ہے تو اسے قرآن کے متعلق رائے دہی کا کیا حق ہے۔ بلکہ وہ قطعاً قرآن کو مانتا ہی نہیں کہ قرآن کو حکم ہی نہیں جانتا تو وہ شریعت اسلامی کا منکر ہے۔ تو اس میں اور دیگر غیر مسلموں میں کیا فرق ہے اس سے پوچھا جائے قرآن کا صاف ارشاد ہے {وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [سورۂ مائدہ آیت – ۴۴]

جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے موافق حکم نہ دیں وہی لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ زید اس آیت کریمہ کی روشنی میں اپنا حکم بتائے اور یہیں سے شریعت کو ناقص کہنے اس میں ترمیم ضروری جاننے والوں کا حکم ظاہر ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں تو انہیں مسلمانوں کی شریعت میں رائے زنی کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا ازہری قادری غفرلہ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ہندہ سنی صحیح العقیدہ بالغہ ہے اس کی شادی دیوبندی سے طے پائی ہے اس نے نکاح سے انکار کر دیا باوجود اس کے اس کے گھر والوں نے جبراً قبول کروایا اور اس کا نکاح ہو گیا سسرال گئی ہندہ واپس آنے پر دوبارہ جانے سے انکار کر رہی تھی تو لوگوں نے مجبور کر کے دوبارہ بھیج دیا اب وہ وہاں رہنا انہیں چاہتی ہے نیز دوسرے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا اب وہ شوہر اول سے طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نفی میں جواب ہے تو کیا وجہ؟ کیا دیوبندی کا نکاح سنی سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ نیز وہ لوگ جو جائز سمجھ کر نکاح پڑھوایا اس میں شریک تھے تو ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ نیز مجبور کر کے جائز سمجھ کر بھیجنے والوں کا کیا حکم شرعی ہے؟

(۲) دیوبندی کا نکاح پڑھانا اور نماز جنازہ پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور پڑھانے والوں پر کیا حکم ہے؟

(۳) دیوبندی جماعت اسلامی تبلیغی یہ لوگ مرتد کس جہت سے ہیں اور ان لوگوں کا نکاح کس سے جائز ہو سکتا ہے؟

(۴) سنی صحیح العقیدہ عالم ہونے کے باوجود دیوبندی وغیرہ کا ذبیحہ کھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۵) سنی صحیح العقیدہ عالم نے جان بوجھ کر دیوبندی لڑکی سے نکاح کیا اور وہ اپنے سسرال آنا جانا بھی کرتا ہے اور اس سے اولاد بھی ہوئی ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں نیز اس کا ذبیحہ کھانا اور سلام وکلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جامع مسجد کا امام ہے اور نماز جمعہ صرف اسی مسجد میں ہوتی ہے اور قریب میں کوئی مسجد نہیں جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو تو کیا اس صورت میں نماز جمعہ اس کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے یا نہ پڑھنا بہتر ہے؟

(۶) زید سنی صحیح العقیدہ شادی شدہ ہے کچھ دن پہلے جیسا کہ ٹی وی پر مہا بھارت دکھایا جاتا تھا اس کا دیکھنا کیسا ہے؟ جبکہ عمرو یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مہا بھارت دیکھے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اس پر تجدید نکاح لازم ہے یہ کہنا کیسا ہے؟ کیا زید کی بیوی عدت گذارنے کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں اگر نفی میں جواب ہے تو کیوں؟ نیز اگر من حیث التردید مہا بھارت کو دیکھا جائے تو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد نسیم الدین اشرفی

دار العلوم ضیاء الاسلام تکیہ پاڑہ، باوڑہ، بنگال

الجواب: دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب ایسے کافر بے دین ہیں کہ علمائے حرمین شریفین مصر وشام و ہند وسندھ نے ان کے بابت فرمایا کہ: "من شك فی عذابه و كفره فقد كفر"۔

[مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی بیان احکام الجزیۃ]

کہ جو ان کے کفر جان بوجھ کر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح کافر ہے۔ یہاں سے تبلیغی نام نہاد جماعت اسلامی کے حکم کا بھی خلاصہ ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح کافر ہیں اس لئے کہ دیوبندی کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور مرتد کا نکاح عالم میں کسی سے درست نہیں۔ لہٰذا دیوبندی کا نکاح نہ سنیہ نہ کافرہ نہ اپنے مثل دیوبندیہ عورت سے درست ہو۔ عالمگیری میں ہے: "لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدةً ومسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا فی المبسوط"۔

[فتاوی ہندیہ، ج ۱، ص ۲۸۷، کتاب النکاح،]

بنا بریں صورت مسئولہ میں سنیہ کا نکاح دیوبندی سے نہ ہوا بلکہ نکاح کے نام پر عقد سفاح (زنا ہوا) اور جتنی قربت ہوئی خالص زنا۔ جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرایا اور جو اس میں دانستہ شریک ہوئے سب گنہ گار مستوجب نار ہوئے ان سب پر توبہ لازم ہے اور معاذ اللہ اگر اس ناجائز عقد کو جائز سمجھا تو تجدید ایمان بھی فرض اور بیوی والوں پر تجدید نکاح بھی لازم۔

لڑکی کو اختیار ہے کہ جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کرے مگر قانونی دشواری سے بچنے کے لئے کچہری سے آزادی کا پروانہ لے لے اگرچہ یہ پروانہ آزاد شرعاً کوئی چیز نہیں لیکن اس صورت میں تو عقد نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نکاح پڑھانے کا حکم اوپر گذرا اور دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا سخت حرام بدکام کفر انجام ہے رد المحتار میں ہے: "الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالىٰ فيما اخبر به"۔ [رد المحتار، ج ۲، ص ۲۳۶، مطلب فی الدعاء المحرم،]

توبہ وتجدید ایمان وغیرہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ان کا حکم اور ان کے مرتد ہونے کی وجہ سے کسی سے نکاح نہ ہونے کا بیان اوپر گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اسے امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا گناہ اور اس کا پھیرنا واجب ہے۔ "لو قدموا فاسقا يأثمون"۔

[غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی الامامۃ، ص ۵۱۳]

درمختار میں ہے: وكل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها۔ [درمختار، ج ۲، ص ۱۴۸، ۱۴۷، باب صفۃ الصلاۃ]

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کا یہ جرم ثابت ومشتہر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر یہ واقعہ ہے اور شرعاً ثابت ومشتہر ہے تو وہ شخص فاسق معلن ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا منع ہے اور اسے ابتدا بسلام مکروہ وممنوع۔ درمختار میں ہے: ويكره السلام على الفاسق لو معلنا [درمختار، ج ۹، ص ۵۹۵، باب الحظر والاباحۃ]

مگر اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ عیاذاً باللہ بدعقیدہ نہ ہو۔ البتہ اس سے ذبح نہ کرائیں کہ اس سے مقاطعہ کا حکم ہے اور جمعہ کی نماز اگر کسی پابند شرع کے پیچھے نہ ملے تو اس کی اقتدا بمجبوری کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) مہا بھارت وغیرہ مشرکین کے مذہبی جلسوں میں شرکت ان کے شرکیہ مناظر کو بخوشی دیکھنے دکھانے سے مشابہت ہے جس کی حرمت میں اصلا شک نہیں اور چونکہ یہ شعار کفر ہے لہٰذا اس سے توبہ تجدید ایمان اور شادی شدہ لوگوں پر تجدید نکاح بھی لازم اور من حیث التردید دیکھنے کا کیا مطلب ہے؟۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

اسلامیات

واقعۂ کربلا کے دستوری عوامل

از: مولانا شہزاد عالم رضوی*

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں جن سنگین اور پر آشوب حالات سے نبرد آزما ہوئے اس سے آپ کی کوئی سیاسی غرض مطلوب تھی نہ حکومت طلبی، بلکہ ان اسلامی اصولوں کے تحفظ و بقا کا جذبہ صادق کارفرما تھا جن پر خلافت راشدہ کے زریں دور میں نظام چلتا رہا اور اب یزیدی دور سلطنت میں ان کو پامال کیا جانے لگا تھا۔ نبوی تربیت کے سایہ میں پروان چڑھنے والا حسین اسلامی زیاں کاری کیوں کر برداشت کرسکتا تھا؟ انجام کی فکر کئے بغیر اسلامی دستور کی حفاظت وصیانت کی خاطر کرب و بلا کی سرزمین کا رخ کیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے دستور تھے جن کی بقاو استحکام کے لئے امام حسین نے اپنا سب کچھ قربان کردینا روا رکھا؟

پہلا دستور یہ تھا کہ ملک صرف خدا کا ہے، اس میں اسی کا قانون نافذ ہوگا، حاکم جس کے ہاتھ انتظامی امور کی باگ ڈور ہے وہ صرف قانون کے نافذ کرنے پر مامور ہے، قانون ساز اور خود ساختہ اسلام مخالف دستور نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتا، قانون اسلام میں حاکم ومحکوم پر رعایا اور بادشاہ دونوں یکساں ہیں۔

دوسرا دستور یہ تھا کہ حاکم عوام کی رائے سے برسر اقتدار آئے گا یعنی عوام ووٹ کرے گی اکثریت کی صورت میں حکومت کے انتظامی امور اس کے سپرد ہوں گے تب جاکر عوام سے بیعت لے گا، یہ نہیں کہ پہلے جبر واستبداد کے ذریعہ برسر اقتدار آجائے اور عوام سے رائے زنی کا حق بھی چھین لے اور پھر عوام کو بیعت پر مجبور کرے اور خلاف ورزی کی صورت میں غیظ وغضب اور انتقام کے ملے جلے جذبات کے ساتھ انحراف کرنے والے کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے۔ ایسی حکومت کو عادلانہ نظام پر قائم حکومت نہیں کہا جاتا۔

تیسرا دستور مجلس ''شوریٰ'' کا قیام تھا جو صائب الرائے، دیانت دار، تقویٰ شعار اور اصول شناس افراد پر مشتمل ہو، خواہ ان افراد کا تعلق کسی بھی قبیلہ سے ہو اس کے معیار انتخاب کے لئے ہم قبیلہ اور ہم مزاج ہونا شرط نہیں۔

یہی وہ بنیادی دستور تھے جن پر اسلامی ریاست اور خلافت راشدہ کا نظام چلا آرہا تھا، امام حسین نے جب نظام حکومت کا بدلا ہوا نقشہ اور عدلیہ پر انتظامیہ کی بالادستی دیکھی تو آپ نے اس بدنظمی اور بے راہ روی کے خاتمہ کی ٹھان لی تاہم آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ یزید سے مخالفت مول لینے کا انجام کشت وریخت ہے لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یزید کی تاناشاہی اور اصول دشمنی سے چشم پوشی کرکے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلینا دراصل حسین کی نہیں بلکہ اسلام کی شکست تھی۔

چنانچہ اس مرد حق آگاہ نے یزیدی مخالفوں کی تیز و تند آندھیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، مادی طاقت پر بھروسہ کرنے کے بجائے یزدانی قوت پر بھروسہ کرتے ہوئے قیامت تک کے لئے یہ حقیقت واشگاف کردی کہ خلوص وللہیت کے اصولوں پر لڑی جانے والی جنگ میں ہمیشہ جیت حق پرستوں کو حاصل ہوتی ہے خواہ جماعت چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

امام حسین کیوں نہ لڑتے؟ جب کہ ان کو فلسفۂ عبودیت کا علم تھا کہ مسلمان کلمۂ حق پڑھنے کے بعد ایسی دنیا میں قدم رکھتا ہے جہاں جدوجہد لامتناہی ہے اور اس کا بسنے والا پہلو میں ایسا دل رکھتا ہے جو خوشنودئ مولیٰ کے لئے بلند ترین خواہشات کو بھی قربان کردینے میں دریغ نہیں کرتا۔ حالات کتنے ہی پر آشوب کیوں نہ ہوں؟ زبان پر حرف شکایت نہیں آنے دیتا اور نا ہی پیشانی پر کبھی شکن پڑتی ہے۔

آج جب ہم کربلا کے تشنہ دہن شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کررہے ہیں تو ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ یزیدی فکر کے حامل افراد کی فکری آوارگی، اصول دشمنی، جبر و

* موصوف جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے شعبۂ عربی کے استاذ ہیں

استبداد کے خلاف آواز بلند کریں اور حریت و صداقت، نیز اسلامی اصولوں کے تحفظ کے جذبہ سے سرشار دور حاضر کے یزیدیوں کے خلاف صف آرا ہو جائیں تا کہ پھر تاریخ کربلا اور اس کی صدائے حق کو دوہرایا جاسکے۔

❁❁❁

(---ص ۱۲/ کا بقیہ) متوجہ ہوئے۔ اس سے پہلے سرکار مارہرہ کی طرف سے 'مبحث الاذان' اور 'مباحث الاذان' سامنے آچکی تھی۔ جس کی طرف اعلیٰ حضرت درج ذیل مکتوب میں اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

'رسالہ 'القول الاظہر' میں اس ادعائے اجماعِ قطعی یقینی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے سوا کوئی نئی بات نہیں۔ وہ اول میں تحریراتِ رام پور کی تلفیق ہے۔ جن پر رد کا عدد ہزار سے زیادہ ہو گیا اور بحمدہ تعالیٰ لا جواب رہا اور آخر میں فتوائے بدایوں کا خلاصہ ہے۔ جس کا ایک رد بحمد اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے ملجا و ماویٰ خاص خانقاہِ عالیہ سرکارِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے بنام 'مبحث الاذان' شائع ہو چکا۔ دوسرا بھی سرکار [مارہرہ مطہرہ] ہی سے بنام 'شافی جواب پر کافی ایرادات' تیسرا 'حافل وکافل' ساڑھے تین سو ایرادات پر مشتمل بعونہ تعالیٰ زیر طبع ہے۔ بلکہ چوتھا [سد الفرار] بھی جس میں صرف انہیں کی تحریر سے ان کی تحریر کا رد ہے'۔[۴۰]

مکتوبِ رضا بنام شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی، محررہ ۱۸/ شوال ۱۳۳۳ھ۔

رسالہ 'سد الفرار علی الصید الفرار' اس ناخوشگوار واقعہ اور حادثۂ فاجعہ کا سبب بنا۔ مگر یہ فہم کا فتور تھا یا پھر وہی علامہ عبد الغفار خان صاحب والی روش تھی۔ یہی وہ کتاب ہے۔ جس کو بنیاد بنا کر جناب سخاوت حسین بدایونی، جو رسمی عالم نہیں تھے اور ایک وکیل کے پاس محرر و منشی تھے، نے برطانوی کچہری میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس نالش میں چار اہم دعوے کئے گئے تھے۔ ایک یہ کہ کتاب ہتکِ عزت اور ازالۂ حیثیتِ عرفی پر مشتمل ہے۔ دوسرے یہ کہ 'سد الفرار' کا اصل مصنف کون ہے؟ تیسرے یہ کہ ملزمان کتاب چھاپنے بدایوں آئے اور شیخ محمد سلیمان کے مہمان ہوئے۔ کتاب یہیں چھاپی، بیچی اور مفت تقسیم کی گئی۔ چوتھے یہ کہ مستغیث یعنی سخاوت حسین کو استغاثہ دائر کرنے کا قانونی حق۔

اس قضیۂ نامرضیہ نے تمام اہلِ سنت کو ایک اذیت ناک ذہنی مخمصہ میں مبتلا کر دیا اور تمام اکابر علما، مشائخ، خواص، یہاں تک کہ باشعور عوام تک حق کی فتح، اعلیٰ حضرت سے نیک خواہشات اور جلد اس بے تکے معاملہ سے نجات کی دعا اور ختم ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ تاریخ بتاریخ یہ مقدمہ آگے بڑھتا رہا۔ جناب سخاوت حسین بدایونی کی طرف سے کئی وکلاء، جن کی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی، مجتمع ہو کر پیروی کر رہے تھے۔ جس مجسٹریٹ کے حوالے یہ مقدمہ ہوتا ہے، اس کا نام بھی اتفاق سے عبد الغفار خان ہی تھا، جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے صرف ایک وکیل مولانا محمد حشمت اللہ خان بریلوی تھے۔ مدعا علیہ کو کچہری میں کھینچنے کے ہزار حیلے، بہانے تراشے گئے اور جان توڑ کوشش کی گئی۔ مگر خدا نے امان دے رکھی تھی۔

لہٰذا یہ نوبت کبھی نہیں آئی۔ صدر الافاضل مولانا سید شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلما مولانا سید شاہ محمد ظفر الدین قادری عظیم آبادی، حضرت مولانا شاہ محمد عبد الاحد رضوی پیلی بھیتی وغیرہم علما و عشاق اور فدایانِ مذہبِ حق نے مولانا مختار وکیل حشمت اللہ خان بریلوی کے ساتھ مل کر جج مجسٹریٹ سے کھل کر اور جم کر بحث و مباحثہ کیا اور نقد و جرح کا جواب دیا۔ (جاری---)

توجہ دیں

مضمون نگار حضرات ماہنامہ سنی دنیا کے لئے اپنے مضامین ہمارے ان ای میل ایڈریس پر میل کر سکتے ہیں۔

sunniduniya@aalaahazrat.com
atiqhashmati@gmail.com
nashtarfaqruqui@gmail.com

امانت داری! اہلِ ایمان کی علامت ہے

از: حافظ محمد ہاشم رضوی، خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور

اللہ رب العزت و رسول کریم ﷺ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص مومن ہے اور مومن کسی کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا کیونکہ امانت داری پر عمل بھی ایمان کا حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ ظاہری اعلان نبوت کے پہلے ہی صادق الامین کے بابرکت لقب سے جانے پہچانے جاتے تھے اور آج بھی وہ لقب مواجہ رسول اللہ ﷺ حرم پاک مدینہ شریف کی جالیوں میں لکھا ہوا ہے۔ ناچیز خود حج کی سعادت سے باور ہو چکا ہے اور جالیوں کو بغور دیکھنے کا شرف حاصل کر چکا ہے جن میں آپ کا لقب مبارک ”صادق الامین“ لکھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا ایمان لمن لا امانۃ لہ، یعنی جس کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان نہیں۔

(مسند احمد، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵)

گویا کہ ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ آدمی امین ہو، امانت میں خیانت نہ کرتا ہو۔ عربی زبان میں ”امانت“ کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص پر کسی معاملے میں بھروسہ کرنا۔ امانت میں خیانت کرنا منافق کی علامت بتائی گئی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(صحیح مسلم، ایمان کا بیان، حدیث نمبر ۱۱۸)

اس حدیث پاک سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر وہ چیز جو دوسرے کو اس طرح سپرد کی گئی کہ سپرد کرنے والے نے اس پر بھروسہ کیا ہو یہ اس کا حق ادا کرے گا یہ ہے امانت کی حقیقت۔

لہٰذا کوئی شخص کوئی کام یا کوئی چیز یا کوئی مال جو دوسرے کے سپرد کرے اور سپرد کرنے والا اس پر بھروسہ سے سپرد کرے کہ یہ شخص اس سلسلے میں اپنے فریضے کو صحیح طور پر بجا لائے گا اور اس میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ یہ امانت ہے۔ اور امانت کی اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو بے شمار چیزیں اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

آج اس کا مفہوم بہت محدود سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں امانت کا تصور صرف اتنا ہی ہے کہ کوئی پیسے لے کر آئے اور یہ کہے کہ یہ پیسے آپ بطور امانت اپنے پاس رکھ لیجئے، جب ضرورت ہوگی اس وقت میں آپ سے واپس لے لوں گا۔ امانت اس حد تک ہی محدود نہیں۔ امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے اور بہت ساری چیزیں امانت میں داخل ہیں، جن کے بارے میں اکثر و بیشتر ہمارے ذہنوں میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ بھی امانت ہے اور ان معاملات میں 'امانت' جیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ امانت میں دیئے ہوئے مال کی حفاظت کرنا بلکہ اسی حالت میں واپس کرنا ہر کسی کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا، جس کا حق اس پر ہے ادا کرنا، حق تلفی نہ کرنا، دغا نہ دینا، دھوکا نہ دینا، غبن نہ کرنا، بددیانتی نہ کرنا، کسی کے مال کو دبا نہ لینا جو کسی نے بطور امانت رکھا ہو، کسی کام کو پورا نہ کرنا یعنی ڈیوٹی (Duty) پوری نہ کرنا، کسی کے خفیہ راز جو تم کو معلوم ہے، دوسرے کو نہ بتانا وغیرہ یہ سب امانت ہی میں آتے ہیں۔

خیانت جرم ہے: امانت میں خیانت کرنا انتہائی گھناؤنا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے جس کے دائرے میں عبادات سے لے کر معاملاتِ زندگی کے تمام شعبے داخل ہیں۔ سچا مومن وہی ہے جو کسی طرح کسی بھی شعبہ میں اپنی امانت داری پر آنچ نہ آنے دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔

(سورۂ انفال، آیت ۲۷، کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول بڑا پیارا ہے۔ انتہائی دلچسپ وسبق آموز واقعہ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔ صحابیِ رسول ابو

لبابہ ابن المنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے یہودی بنی قریظہ پر حضور ﷺ کا راز فاش کر دیا، بتا دیا۔ بنو قریضہ کے لوگ اپنے مکانات میں محصور ہو گئے، چھپ گئے۔ حضور ﷺ نے یہودیوں سے کہا کہ تم سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دو، ہم مشورہ کریں گے۔ ابولبابہ کے جانے پر ان لوگوں نے پوچھا کہ ابن معاذ کیا فیصلہ کریں گے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے گلے پر انگلی پھیر کر کہا قتل کر دیں گے۔ سب کو یہ راز آپ نے بتا دیا۔ ادھر اللہ کے رسول ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے دغا نہ کرو۔ ابولبابہ بہت شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے خیانت کی ہے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون (Pillar) پر بندھوا لیا اور فرمایا اللہ کی قسم میں اس وقت تک نہ کھلوں گا جب تک حضور مجھے کھول نہ دیں۔ جب حضور کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیتا اور معاف کر دیتا۔

کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروڑوں درود

(اعلیٰ حضرت)

مگر جب وہ خانہ خدا مسجد میں پہنچ گئے ہیں تو اب میں اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک رب تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے۔ لہٰذا آپ سات دن تک بندھے رہے۔ آٹھویں دن توبہ قبول ہوئی۔ لوگوں نے بشارت پہنچائی۔ تو آپ نے کہا کہ اب حضور ہی کھولیں گے تو کھلوں گا تو آپ ﷺ نے کھول دیا۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔ ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کر دو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (سورہ نساء، آیت ۵۰ تا ۵۷، کنزالایمان)

یہ ہے انعام و اکرام کی بارش امانت دار لوگوں کے لئے۔ ہر جنتی کو کئی کئی جنتیں دی جائیں گی، خوبصورت باغ ہوں گے، دودھ کی نہریں، ٹھنڈے پانی کی نہریں، کئی کئی بیویاں عطا ہوں گی، دنیا کی بیوی بھی ہوگی، خوبصورت حوریں جن کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اور خوشبو سے مہکتی ہوں گی۔ خوبصورت اتنی کہ پنڈلیوں میں آئینہ کی طرح صاف صاف Transparent کی طرح ہڈیوں کا گودا دکھائی دے گا اور یہ تمام بیویاں حوریں، حیض ونفاس، تھوک، رینٹ (گوجی) میل اور یہاں تک کہ کج خلقی سے پاک وصاف ہوں گی، انتہائی شیریں زباں اور با اخلاق ہوں گی۔

یاد رہے مذکورہ آیت کریمہ حضرت ابولبابہ ابن المنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر اپنے اہل وعیال کے تحفظ کی غرض سے نبی کریم ﷺ کے راز کو ظاہر کر دیا تھا۔ حالانکہ بعد میں آپ کو سخت ندامت ہوئی جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ لیکن اس آیت کا حکم عام ہے اور ہر طرح کی خیانت، بد دیانتی سخت ممنوع ہے خواہ اس کا تعلق قومی و ملکی یا گھریلو معاملات سے ہوں یا ذاتی انفرادی معاملات سے ہو۔ نبی کریم ﷺ نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ یہ کام مومن کے نہیں اور جس میں یہ چار باتیں پائی جائیں وہ صحیح معنی میں مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں سے ایک بھی عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب کسی سے لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ (بخاری، کتاب الایمان حدیث ۳۴)

منافق کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۝ منافق جہنم کے سب سے نیچے ڈالا جائے گا۔ (القرآن)

استغفر اللہ! بہت سی آیاتِ مبارکہ اور احادیث پاک خزانۂ احادیث میں موجود ہیں امانت داری پر انعام واکرام کی بارش جیسا اوراوپر مذکور ہو چکا ہے اور امانت میں خیانت پر عذاب اور پکڑ کی۔ یہ حدیث پاک پڑھیں اور درس عبرت پکڑیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ آدمی جہاد کرتے ہوئے راہ خدا میں شہید ہو جائے، اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس نے اگر امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہوگی تو یہ شہادت اس گناہ کی معافی کا سبب نہیں بنے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن آدمی کو دربارِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ اپنی امانت ادا کرو تو وہ کہے گا کہ اے خدا رب العالمین! دنیا تو ختم ہو گئی، امانت کہاں سے لاؤں؟ تو حکم ہوگا اسے ہاویہ (جہنم کی ایک گھاٹی) میں لے جاؤ۔ چنانچہ اسے لے جایا جائے گا اور وہاں اس کی امانت بعینہ اسی طرح سامنے لائی جائے گی جیسے اسے حوالے کرتے وقت تھی تو وہ اسے دیکھ کر پہچان لے گا اور اس کو لانے کے لئے اس کے پیچھے چلے گا پھر اسے اپنے دونوں کندھوں پر اٹھا لائے گا، یہاں تک کہ اسے گمان ہوگا کہ میں اسے لے کر باہر آجاؤں گا لیکن وہ اس کے کندھے سے لڑھک کر گہرائی میں جائے گی پھر دوبارہ اٹھا کر لائے گا پھر وہی معاملہ ہوگا اور وہ ایسا ہی ہمیشہ کرتا رہے گا۔ (اعاذ اللہ منہ) اس کے بعد امانت کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز بھی امانت ہے، وضو بھی امانت ہے، تولنا بھی امانت ہے، ناپنا بھی امانت ہے۔ اور پھر کئی چیزیں گنائیں اور ان سب میں زیادہ اہم چیز ودیعتیں (یعنی دوسروں کی طرف سے رکھوائی گئی امانتیں) ہیں۔

اس روایت کے راوی حضرت زاذان فرماتے ہیں کہ میں نے صحابیِ رسول حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت نقل کی تو انہوں نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سچ فرماتے ہیں اور کہا تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا ترجمہ: یقینا اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کی طرف لوٹا دو۔ (رواہ احمد، البیہقی، شعب الایمان، حدیث نمبر ۵۲۶۶/ الترغیب والترہیب مکمل صفحہ ۶۲۷)

مذکورہ بالا روایت نہایت چشم کشا ہے۔ اور امانت داری کے مفہوم کو واضح کرنے والی ہے، جس کے دائرے میں عبادات سے لے کر معاملاتِ زندگی کے تمام شعبے داخل ہو جاتے ہیں۔ سچا مومن وہی ہے جو کسی بھی شعبہ میں اپنی امانت داری پر آنچ نہ آنے دے۔ قرآن مجید پوری وضاحت سے امانت میں خیانت کرنے والوں کی منافقت کا اعلان فرما رہا ہے۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کو امانت داری کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین!

(---ص ۳۰/ کا بقیہ) مسلمانوں کی تھی مگر جب حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے حضور امین شریعت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں بریلوی کو چھتیس گڑھ کے ایک مشہور ضلع کانگیر کے احباب کی خواہش پر وہاں کے جامع مسجد کے خطیب وامام کی حیثیت سے تقرر فرمایا۔ تو آپ نے وہاں صرف امامت وخطابت ہی کا فریضہ ادا کرنے پر بس نہ کیا بلکہ آپ نے اس پورے علاقہ کی کایا پلٹ دی۔ لوگوں کا صرف ظاہر ہی نہیں باطن بھی نکھر گیا۔

آج ریاست چھتیس گڑھ کو یہ شرف وامتیاز حاصل ہو گیا ہے کہ اس ریاست میں سنیت اکثریت میں ہے اور پورے چھتیس گڑھ میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ پورا چھتیس گڑھ واطراف چھتیس گڑھ آج اگر سنی ہے اور وہاں بلا اختلاف مشرب معمولات اہلسنّت پر عمل ہے تو یقینا یہ حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی بے لوث اور بے ریا خدمات کی برکت ہے۔

بارگاہ مولیٰ تعالیٰ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سبھی مسلمانوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بری باتوں سے نہ روکنے کا وبال

از: محمد اختر رضا منظری شمسی*

مسلم معاشرے میں جب کوئی برائی عام ہو جاتی ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب متحد ہو کر لوگوں کو ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے روکیں اگر قدرت کے باوجود نہ بولیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ: عن عدی بن عدی ن الکندی قال حدثنا مولیٰ لنا انه سمع جدّی یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله تعالیٰ لا یعذب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظهرا نیهم وهم قادرون علیٰ ان ینکروه فلا ینکروا فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة والخاصة۔ (رواه فی شرح السنة)

یعنی: حضرت ابن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بعض لوگوں کے عمل کے سبب عذاب نہیں دیتا مگر جب کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دے گا۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۸)

اس حدیث شریف میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جب کسی قوم میں سے کچھ افراد برائی کا ارتکاب کریں تو اس کا عذاب صرف انہی کو ہوگا قوم کے دوسرے افراد کو نہیں کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے: ولاتزر وازرۃٌ وزر اخریٰ۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

(کنزالایمان، پارہ ۲۳ آیت ۷ سورہ الزمر)

البتہ جب ان کے سامنے برائی ہو رہی ہو اور وہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو نہ روکیں تو اب سب کو عذاب ہوگا اور یہ ارشاد خداوندی کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ گناہ کرنے والوں کو ان کے عمل کی سزا ملے گی اور دوسرے اس لئے سزا کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے برائی کو روکنے سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کر کے جرم کا ارتکاب کیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ عن حذیفة انّ النبی ﷺ قال والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر اولیو شکن الله ان یبعث علیکم عذاباً من عنده ثمّ لتدعنه ولا یستجاب لکم (رواه الترمذی)

یعنی: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۶) (ترمذی)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی ذمہ داری نہ سمجھنا کتنا بڑا جرم ہے اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا ازالہ نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگو گے تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔

اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر بھی قسم اور تاکیدی صیغوں کے ساتھ ہوا اور عذاب کے ذکر کے لئے بھی تاکیدی صیغہ استعمال کیا گیا جو اس کی اہمیت اور عدم بجا آوری کی صورت میں عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے دوسرے عذاب اور مصیبتیں دعا سے دور ہو سکتی ہیں لیکن اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا چھوڑ دینے کے سبب جو عذاب نازل ہوگا وہ دور نہیں ہوگا اور دعا اس کے بارے میں قبول نہ ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۵)

اخیر میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ علمائے اہل سنت کو نیک کاموں کا حکم اور بری باتوں سے روکنے کی توفیق بخشے اور حق کہنے اور حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

* موصوف دار العلوم قدوسیہ اہل سنت سلطان العلوم مہراج گنج (یوپی) مفتی اور مدرس ہیں۔

نقد و نظر

مسئلۂ اذانِ ثانی کا تاریخی پس منظر

دوسری قسط

از :ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی *

سلطان المحققین مخدوم جہاں حضرت سید شاہ شرف الدین یحیٰ منیری کے ۲۳؍ویں سجادہ نشین حضرت سید شاہ امین احمد ثبات فردوسی، عالم میں انتخاب تھے۔اس قضیہ کے بعد ۲۴؍سال حیات رہ کر مسلمانوں کی ہی نہیں، عام انسانوں کی بھی تربیت و رہنمائی فرمائی۔کسی قسم کی آواز اس مسئلہ کے متعلق آپ کی بلند نہ ہوئی۔

☆......استاذ الہند حضرت علامہ احمد حسن پنجابی ثم کان پوری [سالِ وصال ۱۳۲۲ھ]

آپ اپنے وقت میں ان علمائے ہندوستان میں تھے، جن پر درسِ نظامیہ فخر کرتا تھا۔آپ کے درس و افادہ اور تحقیقِ بارع سے ہند و سندھ کے علاوہ کابل و قندھار تک کے پٹھانی طلبہ مستفید ہوا کرتے تھے۔اظہارِ حق میں آپ شمس بازغہ تھے۔اس مسئلہ کی اشاعت کے بعد آپ ۲۵؍سال حیات رہے۔نکیر کی لکیر تو دور کی کوڑی، سکوت بمعنی رضا پر ہی آپ کا عمل رہا۔

☆...سراج السالکین عمدۃ العارفین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مارہروی [۱۲۵۵ھ/ ۱۳۲۴ھ]

علمائے بدایوں و بریلی ہی کیا، سارے اکنافِ ہند کے آپ مسلم الثبوت علمی و روحانی پیشوا اور مرجع و مربی تھے، اس مسئلہ کے اجرا کے بعد آپ تقریباً ۲۷؍ سالوں تک اپنی حیاتِ ظاہری میں جلوہ فگن و فیض رساں رہے، مجھے معلوم نہیں کہ کبھی ناگواری کا اظہار بھی کیا ہو۔

☆...استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ محمد ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ [سالِ وصال ۱۳۲۶ھ]

آپ وطناً سواتی، مولداً رام پوری اور مدفناً جون پوری ہیں۔قطب الاقطاب شاہ محمد رشید رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہِ رشیدیہ کے جوار رشید آباد جون پور میں مزار پر انوار ہے۔اذان ثانی خارج مسجد کے اجرا کے بعد آپ ۲۸؍برس تک آپ اپنا علمی فیضان لٹاتے رہے۔اس مسئلہ پر کسی طرح کا اظہارِ خیال کبھی آپ سے سنا نہ گیا۔

☆......شیرِ پنجاب مناظر اسلام علامہ غلام قادر بھیروی، [سالِ وفات ۱۳۲۷ھ]

پنجاب ہی نہیں، پورے غیر منقسم ہندوستان میں آپ کی ذات حق کی علامت اور آپ کا نام اشاعتِ حق کا استعارہ تھا۔احیائے مسئلۂ اذان ثانی [۱۲۹۷ھ] کے بعد آپ مکمل تیس سال تمام اسلامیانِ ہند کی دینی رہنمائی پوری طاقت سے کرتے رہے۔اس موضوع پر آپ سے بھی کوئی ایسا بیان سامنے نہیں آیا۔جس میں اس مسئلہ کے متعلق کسی طرح کا تکدر پایا جاتا ہو۔

☆...حافظِ بخاری حضرت علامہ شاہ محمد عبد الصمد چشتی مودودی سہسوانی ثم پھپھوندوی [۱۲۶۹ھ/ ۱۳۳۲ھ]

آپ تمام علمائے شمال میں معتمد و معتبر تھے اور احترام و استناد کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔۳۵؍سال بعد جب یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا، تو آپ باحیات تھے۔کبھی کوئی امر ممنوع آپ کی جانب سے مسموع نہیں ہوا۔

☆...حجۃ العصر محدثِ وقت حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدثِ سورتی [سالِ وصال ۱۳۳۴ھ]

آپ کا علم، تفقہ، تقوی اور استنادی حیثیت ہندوستان بھر میں مسلم تھی۔اس مسئلہ کی شروعات کے بعد آپ مکمل ۳۵؍سال حیات رہے اور اس مسئلہ کی

* موصوف ممبئی میں مقیم مشہور اسلامک اسکالر ہیں

تائید وحمایت کرتے اور تصدیقی بیان دیتے رہے۔

☆......استاذ العلما حضرت مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی [۱۲۴۴ھ/ ۱۳۳۴ھ]

آپ کی علمی حذاقت، افتا وقضا کا منصب اور مسندِ تدریس کی شہرت شمال تا جنوب پھیلی ہوئی تھی۔ دولتِ آصفیہ حیدر آباد میں آپ صدر الصدور بھی تھے۔ اس مسئلہ کے اجرا کے بعد ۳۵ رسال کی مدت آپ کے سامنے گذر گئی۔ اس طویل مدت میں انکار واحتجاج کی ہلکی سی آواز بھی آپ سے سنی نہ گئی۔ جب کہ ندوۃ العلما کے موضوع پر اعلیٰ حضرت کی آپ سے طویل طویل بحثیں رہیں۔

☆...بحر العشاق والعرفاء عارف باللہ حضرت شاہ محمد عبد العلیم سرکار آسی سکندر پوری ثم غازی پوری [۱۲۵۰ھ/ ۱۳۳۵ھ]

آپ علمائے عصر اور عرفائے دہر کے سرتاج و سرخیل تھے۔ اس مسئلہ کی ابتدا و انتہا آپ کے مبارک دورِ حیات میں ہوئی۔ اس مسئلہ میں کسی قسم کی بات آپ سے مسموع نہیں۔

☆...شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ فاروقی [۱۲۶۴ھ/ ۱۳۳۵ھ]

آپ تاجدارِ دکن کے استاذ اور علمائے دکن کے سرتاج اور علم وبزرگی میں شہرۂ آفاق تھے۔ حضرت علامہ معین الدین اجمیری کے تردیدی رسالہ کے انتساب کے بارے میں اگرچہ آپ نے انکار نہیں فرمایا۔ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ آپ تردیدی موقف میں تھے، صحیح نہیں۔ اتنی سی بات آپ کا عندیہ ظاہر نہیں کرتی۔ زیادہ سے زیادہ ان کا نکتۂ نظر یہ تھا کہ جو ہوا، سو ہوا۔ اب تعمیری پہلوؤں پر توجہ صرف کی جائے۔

☆......مناظر اسلام حافظ الحدیث حضرت علامہ شاہ قادر بخش سہسرامی [سالِ وصال: ۱۳۳۷ھ]

آپ کا علمی وفقہی پایہ بلند ومسلم تھا۔ یوپی، بہار، بنگال کی آپ نے دینی ومذہبی قیادت وتربیت فرمائی۔ از آغاز ۱۲۹۷ھ تا انجام ۱۳۳۲ھ یہ مسئلہ آپ کے عہدِ زندگی کا ہے۔ عدم اجرا کی کوئی آواز آپ سے مسموع نہیں۔

☆......عاشق رسول حضرت علامہ شاہ محمد معین الدین آروی، [سالِ وصال ۱۳۳۸ھ]

شروع سے آخر تک یہ مسئلہ آپ کی زندگی اور سامنے کا ہے۔ اذانِ ثانی خارج مسجد کے موضوع پر آپ کے قلم سے ایک رسالہ ہی منظر عام پر آیا اور کھل کر حمایت فرمائی۔

☆...سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کے مسلم الثبوت بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی [۱۲۷۲ھ/ ۱۳۴۱ھ]

آپ اپنے علم، بزرگی، تقوی، طہارت اور بے نفسی میں شہرۂ آفاق تھے۔ اس مسئلہ میں کوئی ایسی آواز منسوب نہیں، جو ردّ تو دور کی بات، ناپسندیدگی کی طرف مشیر بھی ہو۔

☆......عالم ربانی پیشوائے روحانی حضرت سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی [۱۲۸۶ھ/ ۱۳۴۳ھ]

آپ کی ذاتِ گرامی تمام اسلامیانِ ہند میں عموماً اور حلقۂ اشرفیہ میں خصوصاً ذی علم بھی تھی اور صاحب معرفت بھی۔ آپ اس مسئلہ کے حامی بھی ہیں اور مؤید، مصدق، مقرظ بھی۔

☆......قیام الملت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الباری فرنگی محلی [۱۲۹۵ھ/ ۱۳۴۴ھ]

دار العلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ کے آپ آخری علمی تاجدار تھے اور مذہب اور سیاست، دونوں کے آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ بعض دینی وسیاسی امور میں اعلیٰ حضرت اور آپ کے درمیان اختلاف بھی ہوا۔ تاہم آپ نے کبھی بھی نہ اس مسئلہ کو چھوا، نہ چھیڑا۔ جب کہ اس مسئلہ کے عروج وانجام کے زمانہ میں آپ بالکل چاق و چوبند تھے۔

☆...خیر آبادی حکمت وفلسفہ کے خوشہ چیں حضرت

علامہ شاہ سید برکات احمد ٹونکی [۱۲۸۰ھ/۱۳۴۷ھ]

آپ از روئے وطن مونگیری تھے۔ ٹونک میں تعلیم پائی اور رہائش اختیار کی۔ دقیقہ رس اور اخبارِ عالم سے باخبر ہونے کے باوجود آپ کا کوئی ردِ عمل سامنے نہیں، جو زیرِ بحث مسئلہ سے ہو۔

☆......محدثِ وقت حضرت علامہ سید شاہ دیدار علی نقشبندی الوری [۱۲۷۰ھ/۱۳۵۴ھ]

آپ پورے برصغیر ہند کے جید مستند عالمِ دین اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مقبول مرشدِ طریقت تھے۔ آپ نے ذاتی طور پر اس سنتِ سنیہ کی ترویج و اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیا اور تائید و تصدیق فرمائی۔

☆......شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھہ مقدسہ [۱۲۲۶ھ/۱۳۵۵ھ]

خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ مخدوم سمناں کچھوچھہ مقدسہ کے مشہور و مقبولِ عالم صاحبِ سجادہ اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علومِ اسلامیہ اور اسرارِ ربانیہ کے جامع ترین شخصیت تھے۔ برصغیر ہند و پاک ہی نہیں، بیرونِ ملک میں بھی آپ مقبول و محترم تھے۔ اس مسئلہ کے تمام ادوار میں آپ حیات رہے۔ سورت، گجرات سے آئے ہوئے دو خطوط کے جوابات میں آپ نے ارشاد فرمایا: عقیدہ و عمل ہر دو باب میں میں مولانا احمد رضا خان صاحب پر اعتماد کرتا ہوں اور رکھتا ہوں۔ میرا موقف و مسلک وہی ہے، جو ان کا ہے، ملخصاً۔

☆......تاجدارِ گولڑا و مقتدا و پیشوا حضرت سید شاہ پیر مہر علی گولڑا شریف [۱۲۷۵ھ/۱۳۵۶ھ]

جب یہ مسئلہ شروع ہوا، تو آپ بائیس سال کے تھے اور جب یہ تنازعہ پیدا ہوا، تو آپ ۵۴ رسال کے ہو چکے تھے اور خلق اللہ کی خدمت میں مصروفِ عمل تھے۔ آپ سے منسوب بھی کچھ بھی چوں چرا مسموع و مروی نہیں۔

☆......استاذ المدرسین حضرت علامہ محمد یار بندیالوی [۱۲۹۷ھ/۱۳۶۷ھ]

درسیات میں آپ علمائے فرنگی محل کی اعلیٰ مثال تھے۔ کثیر تعداد میں قابل علما و اساتذہ نے آپ کے زاویۂ علمی سے استفادہ کر کے جادۂ تدریس آراستہ کیا۔ اس مسئلہ کے اخیر دور میں آپ کا نامور علماء میں شمار ہوتا تھا۔ اس مسئلہ سے متعلق کوئی چھیڑ چھاڑ آپ سے منسوب نہیں۔

☆......مشہورِ ہند مقبولِ حجاز حضرت علامہ سید شاہ پیر جماعت علی، علی پوری [عمر ۱۱۸ رسال، وصال ۱۳۷۰ھ]

ہند سے حجاز تک آپ معروف معزز تھے۔ دین اور سیاست، دونوں میدان کے آپ عظیم شہسوار تھے۔ ہند و پاک کی مذہبی و سیاسی، دونوں تاریخیں آپ کے ذکر کے بنا ناقص و نامکمل ہیں۔ تعلیمی و تصنیفی، روحانی و عرفانی علمی و عملی، فکری و نظری، قومی و ملی، رفاہی و فلاحی، ہر گوشہ میں آپ کی بھرپور خدمات ہیں۔ اس مسئلہ میں آپ کا طرزِ عمل اور اندازِ فکر وہی رہا، جو جمہور و عام علمائے متحدہ ہندوستان کا تھا۔

یہ وہ اصحابِ جبہ و دستار علما، فقہا اور مسند نشینانِ خانقاہ و بارگاہ، ان ایام کے متحدہ ہندوستان کے دینی و مذہبی قائدین و عمائدین تھے، جن کے مقدس ہاتھوں میں اسلامیانِ ہند کی ہر طرح کی قیادت تھی۔ اس عظیم گروہِ جمہور کے سامنے دو چار عدد نفر کا اختلافِ رائے کرنا بعید و مستبعد نہیں۔ اس نوع کے فرعی و فقہی مسائل میں یہ ایک عام بات ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو جس سنگین صورتِ حال سے گذارا گیا، وہ نہایت افسوس ناک ہے۔ مطالعہ و جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین کے پاس اس اختلاف کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں تھی۔ گھوم پھر کر وہی غیر محقق و نامستحکم دو چار دلائل، جن کا جواب بار بار دیا جا چکا تھا۔ یہی دلائل بار بار وہابیہ و دیوبندیہ بھی اچھالتے تھے اور یہ اپنے ہی خیمے کے مخالفین بھی۔ حالات و قرائن بتاتے ہیں کہ یہ اختلاف برائے

اختلاف ہی تھا، برائے اصلاح و اظہارِ حق نہیں۔ بلکہ سراسر یہ ایک نفسیاتی جنگ تھی یا مشربی حمیت کا بے جا شاخسانہ۔ جیسا کہ پانچوے، چھٹے فتوے کے بعد حضرت علامہ عبدالغفار خان علیہ الرحمہ کی یہ آوازِ بازگشت فضائے رام پور میں گونجنے لگی اور مصالحت کی کوشش کرنے والے مخلصین کو دو ٹوک یہ جواب ملا کہ:

لیکن رام پوری پارٹی سے جب ہمیں یہ جواب ملا کہ چاہے مولانا احمد رضا خان صواب [یعنی حق] پر ہی کیوں نہ ہوں، مگر ہم خلاف ضرور کریں گے'۔ [۳۷]

تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی علمی اختلاف نہیں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب حق پر ہیں۔ تاہم اس بحث کو اتنا طول دیا گیا۔ اس کے پیچھے انانیت، نفسانیت بے جا تعصب اور مشربی حمیت جیسے اسباب پنہاں تھے جن کی پاداش میں یہ سب گل کھلائے جا رہے تھے۔ اس لئے کہ اتنے بڑے ہندوستان کے مشاہیر علما و مشائخ میں سے کوئی ان کا حامی و مؤید نہیں۔ سوائے دو علمائے وہابیہ و دیوبندیہ کے اور رام پور کی ایک چھوٹی سی ٹولی ولکڑی کے، جس میں شاہ جہاں پور کے علامہ ریاست حسین نقشبندی بھی شامل تھے اور اب رہا بدایوں کچہری کا ناگوار واقعہ، تو اس کے محرکات و مضمرات کو سمجھنے کے لئے مجدد سلسلۂ برکاتیہ حضرت علامہ سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی کا مکتوبِ گرامی ہی کافی ووافی ہے، جو کتاب 'مفوضات طیبہ' میں شریکِ اشاعت ہے۔ پھر نتیجہ میں فتح و کامرانی کی وہ رپورٹیں ہیں، جو معاصر اخبار 'ذوالقرنین' بدایوں اور 'دبدبۂ سکندری' رام پور میں چھپی ہیں۔

بدایوں کچہری: اس کچہری کا وہ ناخوشگوار واقعہ، جو اس بحث کے اختتام پر منطقی انجام سے منتج و مختتم ہوتا ہے، وہ کتاب ہے، جو 'جوابِ شافی' کے نام سے لکھی جاتی ہے اور عبدالواحد کا نام اصلی یا فرضی لکھا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں 'سد الفرار عن الصید الفرار' نامی کتاب منصہ شہود پر آتی ہے۔ اس رسالہ کے بارے میں ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ کو اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

'سد الفرار' کی تکمیل ضروری تھی۔ پھر 'اجلیٰ انوار الرضا' کی۔ بحمدہ تعالیٰ اس سے فراغ ہوا'۔ [۳۸] مکتوبِ رضا بنام ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی۔

'سد الفرار' کی تصنیف نے مخالف صف میں شور برپا کر دیا اور اضطراب ڈال دیا۔ اب وہاں مشورہ یہ ہونے لگا کہ اس کتاب پر نالش کی جائے اور کچہری کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ جب اس کی بھنک اعلیٰ حضرت کو ملی، تو وظیفہ کا ورد کرتے ہوئے ۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ کو لکھتے ہیں:

'دو کتابیں حاضر کرتا ہوں۔ مخالفین تنگ آکر وہابیوں کی روش چلنا چاہتے ہیں، یعنی نصاریٰ کے یہاں نالش۔ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل، دعا فرمائیں کہ مولیٰ سبحانہ ان کو اس ارادۂ ملعونہ و دیگر اراداتِ فاسدہ، ایذا رسانی و آبرو ریزی سے، جن پر ان کے یہاں جلسہ ہو کر اجتماع ہو گیا ہے، باز رکھے، آمین۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ [۳۹] مکتوبِ رضا بنام عید الاسلام شاہ محمد عبدالسلام جبل پوری۔

اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالغفار خان صاحب رام پوری کو بھی آپسی افہام و تفہیم اور صلح و آشتی کی محبتانہ و عاجزانہ دعوت دی تھی کہ دونوں ہم عمر بھی تھے اور آپس میں دوست بھی۔ حسنِ اتفاق کہ دونوں کا سالِ ولادت ایک ہی ۱۲۷۲ھ تھا۔ مگر وہ ماننے کو تیار نہیں ہوئے اور بات بے بات کی بات بڑھاتے رہے۔ تا آں کہ ان کی نفسانیت طشت از بام ہو گئی۔ بلکہ خود ہی ظاہر کر دیا۔ یہاں بھی اعلیٰ حضرت نے پہلے، دوسرے پر صبر فرمایا اور بھرپور تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ اس صبر و تحمل کو سامنے والوں نے کمزوری پر محمول فرمایا کیا۔ تیسرا اشتہار شائع فرمایا۔ تب اعلیٰ حضرت

(بقیہ ص ۱۲/ پر۔۔۔)

تعزیرات قلم

ایک شرپسند غیر مقلد کی خرافات کا مدلل جواب

از: مفتی محمد افضال رضوی*

ابھی چند دنوں قبل شہر پونہ مہاراشٹر میں ایک غیر مقلد شخص نے ''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چار فتاویٰ'' کے عنوان سے ایک پمفلیٹ شائع کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر شب خون مارنے کی گستاخانہ جسارت کی. اطلاع کے مطابق یہ ملعون شخص اکثر معمولات و معتقدات اہل سنت کے خلاف اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ پمفلیٹ اس کے سابقہ خرافات و ہذیانات سے کہیں زیادہ گمراہ کن تھا اس لئے شہر پونہ کے ایک غیور سنی طارق نیازی رضوی نے مرکزی دارالافتاء سے استفتا کیا جس کا دندان شکن اور مدلل جواب دارالافتا کے سینئر مفتی محمد افضال صاحب رضوی نے تحریر فرمایا ہے۔ استفتاء اور اس کا جواب من وعن نذر قارئین ہے۔ — نشتر فاروقی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل روایت کے بارے میں کہ ہمارے پونہ شہر میں عبدالوہاب نام کا ایک غیر مقلد ہے جو گاہے بگاہے عقائد اہل سنت کے خلاف بکواس کرتا ہے، ابھی حال ہی میں اس نے ''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چار فتاویٰ'' کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے، جس کو ہو بہو آپ کی خدمت عالیہ میں نقل کر کے بھیج رہے ہیں۔

(۱) جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔

(۲) اور جو شخص تم سے کہے کہ آں حضرت ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔

(۳) اور جو شخص تم سے کہے کہ آں حضرت ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے صحیح بخاری ۴۸۵۵، صحیح مسلم ۱۷۷۔

(۴) رسول اللہ ﷺ بشر ہی تھے۔ (مسند احمد ۲۵۶۱۶)

حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں عرض ہے کہ مندرجہ بالا روایت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: تبریز طارق نیازی، رضوی
امراؤ کالونی، فلیٹ نمبر ۲۰۴، پونہ، مہاراشٹر

۲۶/۱۶۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب:

(۱) ارشاد الساری شرح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اپنی رائے واجتہاد ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "لاتدركه الابصار" اور "وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الا هو" پر اجتہاد کیا ہے۔ ارشاد الساری میں ہے عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من حدثك ان محمد ﷺ رای ليلة المعراج فقد كذب. قالته رأيا باجتهادها لقوله وهو اى الله تعالىٰ يقول فى سورة الانعام. لاتدركه الابصار. الخ

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو ترمذی شریف میں ''ضعف الاسناد'' لکھا ہے۔ مسلم شریف کی شرح میں علامہ نووی نے اسی مسئلہ دیدار الٰہی کے

* موصوف مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف کے سینئر مفتی ہیں۔

بارے میں متعدد احادیث تحریر فرمائی ہیں۔ ذیل میں چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں:

عن عکرمة سئل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما هل رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ قال نعم حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معلوم کیا گیا کہ کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا "ہاں"۔ عن قتادہ عن انس قال رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ وکان الحسن یحلف لقد رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ۔ حضرت حسن بحلف کہتے تھے کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے، آخر میں امام نووی قول فیصل تحریر فرماتے ہیں۔ فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللہ علیہ وسلم رای ربہ بعینی راسہ لیلة الاسراء۔ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا، المعتقد والمستقد میں ہے۔ قال صاحب الکنز قد صح وقوعہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا قول جمھور اھل السنة وھو الصحیح۔ صاحب کنز نے کہا کہ حضور ﷺ کے حق میں دیدار الٰہی کا تحقق درجۂ صحت کو پہنچا اور یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

غیر مقلدین کے ایک بڑے مولوی، وحید الزماں نے اپنے کتاب "کنز الحقائق" میں لکھا ہے۔ رویة اللہ بالبصر۔ جائزة عقلا۔ اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنا ممکن ہے، اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے۔ راہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صورة شاب امرد لہ وفرة۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت جل وعلا کو خوبصورت زلف والے، امرد نوجوان کی شکل میں دیکھا، غیر مقلد مولوی کا یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مخالف ہے یا نہیں؟ اور اللہ رب العزت کو امرد، خوبصورت زلف والے، نوجوان کی شکل میں لکھنا کہاں تک درست ہے؟

ائمہ دین وفقہ وحدیث کے راجح قول کی وجہ سے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار پر انوار اپنے ماتھے کی مبارک آنکھوں سے کیا ہے۔

(۲) "کل کی بات جاننا" اس کا تعلق علم غیب سے ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما۔ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ نہ جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

[پارہ ۵، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۱۳]

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ [سورہ جن آیت نمبر ۲۷/۲۸]

وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے، اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

[آل عمران آیت نمبر ۱۷۹]

رہے علوم خمسہ: (۱) قیامت کب آئے گی (۲) بارش کب ہوگی (۳) عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی (۴) کل کیا ہوگا (۵) اور کون کہاں مرے گا"۔ تو ان کے بارے میں تفسیر صاوی میں ہے۔ "ای من حیث ذاتھا وأما باعلام اللہ للعبد فلا مانع منہ کالانبیاء وبعض الاولیاء قال لایحیطون بشی من علمہ الابما شاء وقال تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ فلا مانع من کون اللہ یطلع بعض عبادہ الصالحین علی بعض المغیبات فتکون معجزة للنبی وکرامة للولی ولذلك قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ علی تلك الخمس یعنی ان علوم خمسہ کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا، لیکن کسی بندہ کا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع نہیں، جیسے انبیاء اور بعض اولیاء۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے، اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے۔ پس اگر خدائے تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو اپنے بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا۔

اسی لئے علماء نے ارشاد فرمایا کہ حق یہی کہ حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو پانچوں علوم سے آگاہ فرمادیا، جس کی تائید آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث نمبر ۴۶۱ ہے "عن عبد اللہ بن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا علم اخر اھل النار خروجا منھا واخر اھل الجنۃ دخولا الجنۃ" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور عالم ماکان وما یکون ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

مشکوۃ شریف میں ہے "عن ام الفضل بنت الحارث انھا دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی رایت رحلما منکرا اللیلۃ قال وما ھو؟ قالت انہ شدید قال وما ھو، قالت رایت کأن قطعۃ من جسدك قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت خیرا تلد فاطمۃ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرك فولدت فاطمۃ الحسین فکان فی حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آج رات میں نے ایک خطرناک خواب دیکھا ہے، فرمایا کیا دیکھا؟ عرض کی بہت خطرناک، لائق بیان نہیں، سرکار ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے، عرض کی میں نے دیکھا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی اور وہ لڑکا تمہاری گود میں رہے گا، ام فضل کہتی ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسین کو جنا اور وہ میری گود میں رہے۔

بخاری شریف ہے "قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر أن بین یدیھا امورا عظاما ثم قال من احب ان یسأل من شئی فلیسال عنہ فواللہ لاتسئلونی من شئی الا اخبرتکم مادمت فی مقامی ھذا فقام رجل فقال این مدخلی قال النار فقام عبد اللہ بن حذافۃ فقال من ابی قال ابوك حذافۃ ثم کثران سلونی سلونی" حضرت نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، قیامت کا ذکر فرمایا اور قیامت سے پہلے ہونے والے بڑے بڑے واقعات کو بیان کیا، پھر ارشاد فرمایا جو شخص جو بات معلوم کرنا چاہے معلوم کرلے، خدا کی قسم جب تک اس جگہ ہوں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم، پھر عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کی میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، پھر بار بار فرماتے پوچھو پوچھو۔

مشکوۃ شریف میں ہے "قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرأیۃ غدا رجلا یفتح اللہ بہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ" غیب داں نبی ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائے گا، اور وہ شخص اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے، دوسرے دن حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جھنڈا عنایت فرمایا، حضور ﷺ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے مبارک ہاتھ پر خیبر فتح فرمادیا۔

مسلم شریف کی حدیث نمبر ۴۶۲۱ میں ہے "فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا مصرع فلان، قال ویضع یدہ علی الارض ھھنا ھھنا، قال فما ماط احدھم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ میدان جنگ میں تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا، یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے، اور اپنے دست مبارک کو زمین پر ادھر ادھر رکھتے تھے، راوی کا بیان ہے کہ کوئی بھی مقتول کافر حضور ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہٹ سکا۔

لہٰذا مذکورہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو "کل" کا بلکہ جمیع ماکان و ما یکون کا علم عطا فرمادیا ہے۔

(۴) یقیناً نبی کریم ﷺ "بشر" ہیں اور تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا علیہم الصلاۃ والسلام بشر اور مرد ہی تھے، عورت وجن اور فرشتہ نہ تھے، یہ دنیاوی احکام ہیں، ورنہ بشریت کی ابتدا حضرت آدم علیہ

الصلاۃ والسلام سے ہوئی اور وہی ابوالبشر ہیں، جبکہ ہمارے نبی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی نبی تھے، خود سرکار نے ارشاد فرمایا: "کنت نبیا و آدم بین المآء والطین" میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی و پانی کے درمیان تھے، اس وقت حضور ﷺ نبی تھے مگر بشر نہ تھے، پھر جب آپ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے دنیا میں تشریف لائے تو احکام دنیاوی کے لحاظ سے بشر ہی ہوئے، مگر حضور ﷺ کو مجرد "بشر" یا "انسان" بے اشارۂ تعظیم کہہ کر پکارنا حرام ہے اور برائے اہانت "بشر وانسان" کہنا کفر ہے۔

دھیان رہے، انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کو اپنی طرح بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے، قرآن کریم میں کفار کے قول کو متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے، "فقال الملاء الذین کفروا من قومہ مانراك الا بشرا مثلنا" تو اس کی قوم کے کافر سردار بولے، ہم تو تمہیں اپنے جیسا بشر دیکھتے ہیں [پارہ نمبر ۱۲، سورہ ہود آیت نمبر ۲۷]

دوسری جگہ ہے "قالوا ان انتم الا بشر مثلنا" بولے تم تو ہمیں جیسے بشر ہو۔ [پارہ نمبر ۱۳، سورہ مریم، آیت نمبر ۱۰]

تیسری جگہ ہے "هل هذا الا بشر مثلكم" یہ تو تم جیسے بشر ہی ہیں"۔ [پارہ نمبر ۱۷، سورہ انبیاء، آیت نمبر ۳]

چوتھی جگہ ہے "فقال الملا الذین کفرو من قومہ ماھذا الابشر مثلکم" تو اس کی قوم کے کافر سردار بولے، یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر۔ [پارہ نمبر ۱۸، سورہ مومنون، آیت نمبر ۲۴]

پانچویں جگہ ہے "ماھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ ویشرب مما تشربون" یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر، جو تم کھاتے ہو، اسی میں سے کھاتا ہے، اور جو تم پیتے ہو، اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ [پارہ نمبر ۱۸، سورہ مومنون، آیت نمبر ۳۳]

چھٹی جگہ ہے "وما انت الا بشر مثلنا" تو تم نہیں مگر ہم جیسے بشر۔ [پارہ نمبر ۱۹، سورہ شعراء، آیت نمبر ۱۵۴]

ساتویں جگہ ہے، "وما انت الا بشر مثلنا" بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے بشر۔ [پارہ نمبر ۲۲، سورہ یسین، آیت نمبر ۱۵]

آٹھویں جگہ ہے "ان هذا الا قول البشر" یہ نہیں مگر بشر کا کلام۔ [پارہ نمبر ۲۹، سورہ مدثر، آیت نمبر ۲۵]

آیات مذکورہ میں انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کو بشر کہنے والے کفار ہی ہیں مومن نہیں، مومنین نے کبھی بھی انبیائے کرام کو "اپنی طرح بشر" نہ کہا، کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو معلوم نہ تھا کہ حضور رحمت عالم ﷺ "بشر" ہیں؟ معلوم تھا، پھر بھی کسی صحابی نے سرکار ﷺ کو اپنی طرح بشر نہ کہا، بلکہ صحابہ کرام نے بیشمار مواقع پر فرمایا "ایکم مثلہ" تم میں حضور ﷺ کی طرح کون ہے؟ اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع میں ارشاد فرمایا "ایکم مثلی" تم میں میری طرح کون ہے؟ یہ سن کر کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ "ہاں" آپ ہمارے مثل ہیں، اس لئے کہ آپ بھی بشر اور ہم بھی بشر، نہیں نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ادب کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے کہ مثل کہنا تو بڑی بات وہ تو کوئی بھی ایسی بات نہ کہتے تھے جس سے برابری کا شائبہ بھی ہو۔

ترمذی شریف میں حدیث نمبر ۳۶۱۹ ہے "سأل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قباث بن اشیم اخا بنی یعمر بن لیث انت اکبر ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اقدم منہ فی المیلاد" حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث بن اشیم صحابی رسول سے معلوم کیا کہ آپ بڑے ہیں یا حضور ﷺ بڑے ہیں؟ تو حضرت قباث بن اشیم نے جواب دیا بڑے تو حضور ہی ہیں، البتہ دنیا میں حضور سے پہلے میں آیا ہوں، سبحان اللہ صحابی کا انداز بیان تو دیکھئے، جبکہ عمر میں بڑے ہیں، پھر بھی بڑائی اپنی طرف نہیں سرکار ﷺ کی طرف ہی منسوب کر رہے ہیں، لہٰذا سرکار دو عالم ﷺ کو بشر ماننا ضروری اور مجرد بشر بے اشارہ تعظیم کہہ کر پکارنا حرام اور اہانۃ کہنا کفر اور بے مثل بشر، نوری بشر کہنا اور ماننا ایمان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد افضال رضوی

مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
(اعلیٰ حضرت)

اسلاف واخلاف



حضور مجاہد ملت قدس سرہ

از: مولانا محمد سلیم الدین حبیبی *

یوں تو دنیا میں سیکڑوں امراء خلفاء اور سلاطین آئے چلے گئے، ان کی شوکت وسطوت کا سکہ انہیں کے دور حکومت میں رائج الوقت رہا۔ مگر اس خاکدانِ گیتی میں ایسی بھی ہستیاں جلوہ گر ہوئی ہیں جن کے دم قدم سے آج بھی دنیا روشن و تابناک ہے کیونکہ اُن حضرات کی تبلیغ و ہدایات اور خدمات دین کے تابندہ نقوش نوع انسانی کے لئے وجہ سعادت ہیں۔ جن کی پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی سے صدہا لوگوں کو شعورِ زندگی ملا۔ انہی پاکیزہ ہستیوں میں اور مردانِ خدا میں سے ایک مرد خدا ایسا بھی گزرا ہے جو چودھویں صدی ہجری کا ایک عظیم رہنما تھا۔ جس نے اپنے فضل وکمال پر درویشی کی چادر ڈال رکھی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اس کی سادگی پر زینت وآرائش کی تمام تر رعنائیاں قربان تھیں۔ جس کے سینے میں صحیح معنوں میں قوم مسلم کا درد اور سچی تڑپ تھی۔ جو مسلمانوں کو آبرومندانہ زندگی دلانے کے لئے جیل کی صعوبتوں کو برداشت کرتا رہا۔ جو بیک وقت علم ظاہر وعلم باطن کا ایسا حسین سنگم تھا جہاں ہر ایک تشنہ لب کو سیرابی وآسودگی کی بیش بہا دولت ملا کرتی تھی۔ جس کی آغوش تربیت نے کتنے گرتوں کو سنبھالا، کتنے بھولے بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پہ لایا، کتنوں کو اسلام کی دولت گراں مایہ سے مالا مال کیا۔ جس نے زندگی کے شب وروز یادالٰہی اور عشق رسالت پناہی میں گزارے، سنت رسول پر ایسا عمل پیرا تھا کہ جس کی نورانی اور موہنی صورت کو دیکھتے ہی دلوں میں خدا کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ جو اپنے وقت کا رئیس اعظم اڑیسہ ہونے کے باوجود فقیری کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا، جس کی میٹھی میٹھی باتوں میں ایسی پرزور کشش تھی کہ اپنے تو اپنے بیگانوں کے دل بھی موم کی طرح پگھل جایا کرتے تھے۔ جو اپنے پہلو میں ایسے مضبوط اور قوی دل رکھے ہوئے تھا کہ ظالم وجابر حکمرانوں کے سامنے کھڑے ہونے سے کبھی نہیں ڈرا، بلکہ ہمیشہ حقانیت کا اعلان کرتا رہا اور حق کا علم بردار رہا یعنی وہ پاکیزہ اور صاف ستھری ذات حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی ہے۔

جو ریاست اڑیسہ کے بھدرک شہر سے تقریباً ۲۲ ر کلومیٹر کی دوری پر قصبہ دھام نگر میں ۸ر محرم الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۶ ر مارچ ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک بہت بڑے زمین دار تھے اس زمانے میں اڑیسہ کے چار بڑے رئیسوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ایسے زمین دار گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود آپ کی طبیعت میں نہایت سادگی، خوش اخلاقی، اِخلاص اور دینداری تھی۔

ابھی آپ نو سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت عبد المنان صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد صاحب کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا عالم دین بن کر دین کی خدمت کرے مگر یہ خواہش ان کی حیات میں پوری نہ ہو سکی۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ اور ماموں پر عائد ہوئی۔ مگر والد گرامی کی خواہش کا خیال کسی کو نہ رہا۔ لہٰذا راونشا کالجیٹ اسکول، کٹک میں آپ کا داخلہ کرا دیا گیا۔ آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکول جانے لگے۔ اسی زمانے کی بات ہے کہ شدید گرمی کا موسم اور رمضان کا مہینہ تھا آپ شدید بخار میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے نقاہت اس قدر بڑھ گئی کہ ڈاکٹروں اور گھر والوں نے روزے رکھنے پر پابندی لگا دی۔

مگر آپ کی پاک طبیعت کب گوارہ کرتی کہ رمضان کا مہینہ ہو اور آپ روزہ چھوڑ دیں یہی وجہ تھی کہ اگر گھر والے سحری کے وقت نہ جگاتے تو آپ بغیر سحری کے روزہ رکھ لیتے، لہٰذا علالت میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ آخر کار باقاعدہ علاج کے بعد آپ شفایاب تو ہو گئے مگر آپ کے چچا نے تاڑ لیا کہ غالباً آپ کی فطری خواہش کے خلاف انگریزی تعلیم کے سبب ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں۔

* مضمون نگار دریاں بالاسور، اڑیسہ کے رہنے والے ہیں

انہوں نے انگریزی تعلیم کا سلسلہ بند کروا دیا، پھر دینی تعلیم کا آغاز گھر ہی پر ہوا مزید تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا خصوصی طور پر آپ نے اجمیر شریف، مرادآباد، الہٰ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ تفسیر، حدیث فقہ، اصول منطق وفلسفہ عقائد وکلام مناظرہ وغیرہ سارے علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی اور اپنے ساتھیوں پر فائق ہو گئے۔

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت ہو اسی جذبے کے تحت آپ نے پورے ملک میں جگہ جگہ مدرسوں کی بنیاد ڈالی انھیں مدارس میں جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد آپ کی عظیم یادگار ہے۔ جامعہ حبیبیہ سے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم کو فقیر کی زندگی کے اہم حصے سے خصوصی تعلق ہے۔ اسکے صدقے میں فقیر غفرلہٗ کو وہ خصوصی معنوی دولت نصیب ہوئی جس کا فقیر اہل نہیں تھا۔ اس وجہ سے اس سے اور زیادہ قلبی تعلق ہے۔ خود ہزاروں روپے مدرسوں اور مسجدوں کی تعمیر میں خرچ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سارے غریب اور نادار بچوں کو اپنے خرچ پر علم دین سے آراستہ کیا۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے ہمیشہ کوشاں اور سرگرداں رہتے۔ پورے ملک کا دورہ کرتے رہتے۔ اس طرح سنیت کو فروغ دیتے رہتے۔ بدمذہب، فرقہ باطلہ کے لوگ آپ کا نام سنتے ہی میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لیتے۔ ایک مرتبہ الہٰ آباد میں دورانِ مناظرہ پادری عبدالحق اسٹیج چھوڑ کر بھاگ نکلا اور عیسائی پاڑہ میں مسیحی پریوں کی جھرمٹ میں جا بیٹھا، تب آپ نے اس کا پیچھا چھوڑا۔ اسی طرح وہابیوں قادیانیوں اور غیر مقلدوں سے آپ نے بارہا مناظرہ کیا اور حق کا پرچم بلند کیا۔ احقاق حق وابطال باطل آپ کا محبوب مشغلہ تھا آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ راہ حق میں کبھی گولیوں کا سامنا کرنا پڑے تو میری عین تمنا ہے کہ پہلی گولی میرے سینے کو نصیب ہو۔

جو جان مانگو تو جان دیدیں جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ وجلال دیں گے

سعودی حکومت نے آپ کو حج کرنے سے روک دیا اور تقریباً دو ہفتہ تک جیل میں رکھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں مختلف قسم کی ایذائیں دیں اور حج سے پہلے جبراً ہندوستان واپس کر دیا۔ محض اس بنا پر کہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے حرم نبوی شریف کے وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور انبیاء ومرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے توسل کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جس وقت نجدی سپاہی نے آپ کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالی تو آپ نے محبت وعقیدت سے اسے چوم لیا اور حضرت مولانا سید شاہ فاخر صاحب بیخود الہٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی پڑھی۔

آنکھ ہے محو تجلی وصل سے دل شاد ہے
قید میں بھی طبع بیخود ہر طرح آزاد ہے
بیڑیاں مجھ کو پہنے میں کوئی ذلت نہیں
باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

قید و بند مصائب وآلام مردان حق آگاہ کے لئے ذلت و رسوائی بدنامی وشرمندگی کی چیز ہی نہیں بلکہ عزت وسرفرازی کا گوہر گرانمایہ ہیں آپ نے امام عالی مقام اور اپنے اسلاف کرام کے اسوۂ پاک کو اپناتے ہوئے عزم وہمت واستقامت کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے وہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لئے روشن آفتاب کا کام دیگی۔ عشق رسول پاک میں وارفتگی کا یہ عالم کہ ہاتھوں میں ہتھ کڑی پہنائی گئی تو فرط عقیدت سے اسے چوم لیا کہ سنت سجاد ادا ہو رہی ہے۔ جیل گئے تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ سیدنا امام اعظم اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے نقش قدم پر چلنے کی تمنا پوری ہو گئی۔ گھسیٹے گئے تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، تماچہ کھایا مگر ہر ستم پر مسکراتے رہے۔ اور بارگاہ رب ذوالجلال میں صبر وشکر کا نذرانہ پیش کیا کہ عاشق رسول سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ادا ہو گئی۔

کیا بتائیں کیسے کاٹی ہم نے قید زندگی
نام لے لے کر تیرا زنجیروں سے کھیلا کئے

قید وبند ہتھکڑی وبیڑی، راہِ حق میں سر کٹانا اور جان دینا اللہ کے پیارے بندے کتنا محبوب رکھتے ہیں، اس کا اندازہ آپ کے ساتھ پیش آنے والے مذکورہ واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ابتلا و آزمائش کی ہر ہر منزل خاصانِ خدا کے لئے راحت کا سامان اور ترقی درجات کا ذریعہ ہوتی ہے۔

آپ سچے عاشق رسول جید عالم دین اور بے باک انقلابی رہنما تھے۔آپ کے دل میں قوم کا درد اور دین کے فروغ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ کبھی بھی ظلم برداشت نہیں کرتے اور حق بات کہنے سے گریز نہ کرتے۔اس سلسلے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا تھا ۱۹۳۴ء میں انگریز حکومت کے جانب سے دھام نگر کے کاشت کاروں کو سچائی کے لئے پانی نہیں ملا، اس کے باوجود حکومت نے ٹیکس اصول کرنا چاہا تو غریب کسان بے حد پریشان نظر آنے لگے۔آپ نے حکومت کے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی جگہ جگہ جلسے کئے۔اس وجہ سے آپ کی گرفتاری ہوئی چونکہ آپ انسانیت کے ایک سچے علم بردار اور بے باک رہنما تھے،اس لئے حکومتِ وقت ہمیشہ آپ پر کڑی نظر رکھتی تھی۔اگر چہ آپ کئی بار گرفتار کئے گئے پھر بھی آپ کی ہمت کبھی پست نہ ہوئی۔

جب معاشرے میں کسی برائی کو دیکھتے تو اسے دور کرنے کی کوشش کرتے اور یہ ارشاد فرماتے اپنی عزت نہ دیکھو دین کی عزت دیکھو جب دین کی عزت ہوگی تو اس کے صدقے میں تمہاری عزت خود بخود ہو جائے گی۔موجودہ دور میں جہیز کا جو گندہ رواج ہے اس کی مذمت میں آپ یہ فرماتے "آج کا دولہا نوشاہ نہیں ہوتا" نوشاہ نئے بادشاہ کو کہتے ہیں جس کی شان مال و دولت لٹانا ہے نہ کہ جہیز کے نام پر خود لوٹنا ہے۔جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے "دروغ گو را حافظہ نباشد" یعنی جھوٹ بولنے والے کا حافظہ درست نہیں رہتا ہے۔آپ نے سرکار دوعالم ﷺ پر سلام بھیجنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بار اگر حضور ﷺ جواب میں وعلیکم السلام (اور تجھ پر سلامتی ہو) فرما دیں گے تو بیڑا پار ہو جائے گا۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ حکومت وقت آپ پر کڑی نظر رکھتی تھی مظالم کے خلاف تقریر کرنے کے نتیجے میں وطن آزاد ہونے کے بعد بھی آپ کو کئی بار جیل بھی جانا پڑا جب آپ کو "میسا" کے تحت گرفتار کرلیا گیا تھا اور آپ بالاسور جیل میں تھے میرے مخدومی استاذی وحید الزماں حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ نے جیل میں کئی بار حاضری دی۔تو ایک بار حضور مجاہد ملت نے آپ سے فرمایا کیوں پریشان ہوتے ہو؟ میری استقامت کی دعا کرو۔اس پر آپ نے فرمایا بندہ کی دعا ہی کیا۔حضور قبلہ نے یہی فرمایا استقامت وہ شئے ہے جو کرامت سے بلند تر ہے۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں "الاستقامة فوق الكرامة" یعنی استقامت فی الدین کا مرتبہ کرامت سے بھی بڑھ کر ہے۔جہاں تک سرکار مجاہد ملت قدس سرہ کو ایذا دینے کی بات ہے گنوار جاہل اسے کیا سمجھیں گے خدائے تعالیٰ کے نزدیک جس کا مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اتنا ہی اسکے لئے ابتلا و آزمائش کی منزل آتی رہتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل" سب سے سخت ترین آزمائش انبیائے کرام علیہم السلام کی ہوتی ہے پھر مراتب کے اعتبار سے جن کو جتنا قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے انکی اتنی ہی آزمائش ہوتی ہے۔

بہت حسین صحیح صحبتیں گلوں کی مگر
وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گزرے

آپ چھ بار حج و زیارت سے بھی سرفراز ہوئے ۱۹۸۰ء میں آخری حج کے بعد آپ دین کی تبلیغ کے لئے پورے ملک کا دورہ کرنے لگے ممبئی میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور ۱۳/مارچ ۱۹۸۰ء کو جمعہ کے دن شام کے وقت ۵ بج کر ۴۵ منٹ میں آپ کی روح قدس آپ کے قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور مالک حقیقی سے جا ملی۔آپ کا جنازہ ممبئی سے کلکتہ ہوتا ہوا دھام نگر لایا گیا۔ملک کے گوشے گوشے سے لاکھوں مسلمان دھام نگر پہنچ گئے آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے تلمیذ و خلیفہ حضرت علامہ مفتی سید عبد القدوس صاحب مفتی اعظم اڑیسہ علیہ الرحمہ نے فرمائی اور آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق اپنی خانقاہ حبیبیہ دھام نگر میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ نے علم و عرفان، انسانیت، محبت، اخلاق اور بھائی چارگی کا جو دیپ جلایا تھا وہ آج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ روشن و تاباں ہے۔اور خدا کرے کہ رہتی دنیا تک آپ کا مشن جاری و ساری رہے۔ہر سال قمری ماہ کے مطابق ۶/جمادی الاولیٰ کو آپ کا عرس سراپا قدس بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔پورے ہندوستان سے لگ بھگ ۲-۳ لاکھ سے زیادہ عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔آپ کا آستانہ مرجع الخلائق بنا ہوا ہے جہاں سے لوگ اپنی اپنی مرادیں پا رہے ہیں۔ ☆☆☆

امین شریعت: ایک عہد ساز شخصیت

از: محمد شمیم احمد نوری مصباحی *

جلیل الشان خاندان ''خانوادۂ اعلیٰ حضرت'' اپنی عظیم الشان خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں بے پناہ محبوب ومقبول ہے اور یہ خانوادہ اپنے بافیض وباکمال مشائخ اور جید علماء وفقہاء کی وجہ سے پوری دنیا میں متعارف ہے، دین وسنیت اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں مشائخ رضویہ کے بہت ہی گراں قدر خدمات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہند وبیرون ہند کے جس خطے وعلاقے میں بھی جائیے خانوادۂ رضا کی دھوم اور ان کے چرچے نظر آتے ہیں۔

صاحب تذکرہ امین شریعت، ہم شبیہ مفتی اعظم، مخدوم اہل سنّت، حکیم الاسلام حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اسی خانوادۂ رضویہ کے عظیم المرتبت چشم وچراغ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ عالم ربانی درس نظامی کے ماہر استاذ، اہلسنّت کے ممتاز عالم وفقیہ، بافیض مرشد طریقت، خوش تدبیر قائد، داعی اسلام اور بہت سے کمالات ومحاسن کے جامع تھے۔

ولادت/تعلیم وتربیت: امین شریعت، نبیرۂ استاذ زمن علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت اوائل نومبر ۱۹۲۷ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کی پرورش وپرداخت والدین کریمین کے زیر سایہ ہوئی۔ والد گرامی داماد اعلیٰ حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کی جانب خصوصی توجہ فرمائی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت گھر اور مرزائی مسجد میں چلنے والے مکتب میں ہوئی۔ حافظ سید شبیر علی رضوی سے آپ نے قرآن عظیم کی خواندگی کرتے ہوئے تحفیظ القرآن مکمل کیا۔ ابتدائی اردو، فارسی اور خوش نویسی کی مشق والد ماجد سے کی۔ شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری صاحب قانون شریعت علیہ الرحمہ سے میزان، منشعب وغیرہ درسی کتب کے ساتھ فقہی سدھ بدھ بھی حاصل کی۔

درس نظامیہ کی مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کا داخلہ دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں کرادیا گیا۔ جہاں آپ نے درس نظامیہ میں داخل مروجہ کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ اپنے رفیق درس مولانا فیضان علی رضوی بیسلپوری ابن مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری کے ہمراہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ تشریف لے گئے اور جدید علوم میں ماہرین علم وفن سے اکتساب علم کر کے دینی وعصری علوم کا ایک حسین سنگم یعنی ''جدید نافع وقدیم صالح'' کا مجموعہ بن کر دنیائے سنیت کو فیض پہنچانا شروع کیا جو تادم آخر جاری رہا۔

اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذہ میں ایسے ایسے اساطین علم وفضل ہیں جن کے علم وتقویٰ میں کسی کو کوئی شبہ نہیں مثلاً صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت علیہ الرحمہ، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی علیہ الرحمہ شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری علیہ الرحمہ حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، شیخ الادب مولانا غلام جیلانی اعظمی، علامہ حافظ عبد الرؤوف بلیاوی، مفتی وقار الدین رضوی کراچی، حضرت مولانا پروفیسر سید ظہیر الدین زیدی، حضرت مولانا غلام یسین پورنوی علیہم الرحمہ۔

حضرت امین شریعت ان مذکورہ حضرات کی بافیض صحبت میں رہ کر مختلف اوقات میں علم وآگہی اور فضل وکمال کا اکتساب کر کے کندن بن کر ابھرے اور درسگاہی فیوض وبرکات کے ساتھ رشد وہدایت کا عظیم فریضہ ادا کرتے ہوئے ایک عالم کو اپنی علمی وروحانی صلاحیتوں سے سیراب فرمایا۔

عقد مسنون اور اولاد وامجاد: آپ کا عقد مسنون تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند کے حسب ارشاد وانتخاب مصنف تسہیل المصادر فقیہ اسلام حضرت مفتی عبد الرشید فتح پوری علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر سے ۱۸ رشعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ رمارچ ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بعد نماز عصر بڑی مسجد آم والی محلہ جہانگیر آباد بھوپال میں منعقد ہوا۔ مفتی مالوہ حضرت مفتی رضوان الرحمٰن رضوی نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ آپ کی اہلیہ انتہائی نیک، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تقویٰ شعار اور پردے کا سختی سے التزام کرنے والی خاتون

* مضمون نگار دار العلوم انوار مصطفےٰ سہلاؤ شریف، گرڈیا ضلع باڑمیر (راجستھان) کے استاذ ہیں۔

ہیں۔ الفت ومحبت کے ساتھ آپ کی خاندانی زندگی گذری، آپ سے کل سات بچے تولد ہوئے جن میں سے دو فرزندوں کا وصال پر ملال ہو گیا جب کہ دو صاحبزادگان اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ دونوں صاحبزادگان زیور علم وعمل سے آراستہ ہیں۔ نیک سیرت اور بلند اخلاق ہیں، دین وسنیت کی خدمت واشاعت کو اپنا شعار بنا کر ایک وسیع حلقے کے منظور نظر ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام مولانا جنید رضا عرف سلمان رضوی ہے جو تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں مدظلہ العالی کے داماد ہیں اور دوسرے صاحبزادے کا اسم گرامی حضرت مولانا عبید رضا عرف نعمان رضوی ہے۔ اور آپ کی صاحبزادیاں جناب افروز رضا صاحب، حضرت مولانا منان رضا خانصاحب اور شہزادۂ تاج الشریعہ مولانا محمد عسجد رضا خاں صاحب کے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہیں۔

بیعت وخلافت: آپ نے نوعمری ہی میں اپنے والد گرامی حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کے ایماء پر تاجدار اہلسنّت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا، بعد میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ سرکار مفتی اعظم ہند کے علاوہ حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کو آپ کے والد گرامی نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا۔

زیارت حرمین طیبین: آپ اپنی زندگی میں ۶/(چھ) مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین طیبین کی دولت لازوال سے مالامال ہوئے۔

تدریسی، تعمیری وقلمی خدمات: حضرت امین شریعت نے دینی عصری تعلیمات کے حصول کے بعد دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا: پھر آپ نے ہلدوانی ضلع نینی تال (اتراکھنڈ) کے مدرسہ اشاعت العلوم میں ۳/سالوں تک اپنے علم وفضل کے موتی بکھیرے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ ناگپور تشریف لے گئے یہاں کی مشہور وممتاز درسگاہ "جامعہ عربیہ ناگپور" میں تدریسی خدمات کے ساتھ ۳/سالوں تک اس جامعہ کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ ۱۹۶۳ء میں چھتیس گڑھ کے ایک خطہ کانگیر تشریف لے گئے۔ چھتیس گڑھ کے بہت سے علاقوں میں آپ نے مساجد مدارس اور دینی اداروں وتحریکوں کو قائم فرمایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ بہت سے اداروں کی سرپرستی فرماتے رہے۔ کیشکال میں مدرسہ فیض الرسول، رائے پور میں مدرسہ ادارۂ شرعیہ دارالعلوم فیضان مصطفیٰ اور کانگیر میں دارالعلوم امین شریعت کی بنیاد رکھی۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ ایک اچھے عالم باعمل، بے مثال فقیہ، مفتی، مدرس وحقیقت ومعرفت اور طریقت وشریعت کے مجمع البحرین شیخ کامل ہونے کے ساتھ ایک بہترین اور قدآور قلمکار اور مضمون نگار بھی تھے۔ آپ کے مضامین ومقالات اہلسنّت کے مشہور رسائل واخبارات میں شائع ہوتے رہے۔

آپ کے منتخب ومستند مضامین کو آپ کے خادم خاص حضرت مولانا محمد اشرف رضا قادری نے "مضامین امین شریعت" کے نام سے کتابی شکل میں جمع کر کے ایک اہم اور مستحسن کام کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ جامع فضائل وکمالات شخصیت تھے۔ افسوس کہ ایسی باکمال اور قدآور شخصیت جن کے وجود مسعود سے ایک زمانہ برکتیں حاصل کر رہا تھا ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹/نومبر ۲۰۱۵ء بروز پیر تقریباً ۱/بجکر ۴۵/منٹ پر بظاہر ہم سے رخصت ہو گئے۔ یقیناً آپ کی رحلت بمصداق حدیث پاک "موت العالم موت العالم" یعنی عالم کی موت دنیا کی موت ہے۔

آپ کے وصال کی خبر جب دارالعلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف میں موصول ہوئی تو دارالعلوم کے مہتمم وشیخ الحدیث اور خانقاہ عالیہ جلالیہ بخاریہ کے صاحب سجادہ نور العلماء پیر طریقت حضرت علامہ الحاج سید نور اللہ شاہ بخاری کی صدارت میں ایک تعزیتی مجلس منعقد ہوئی، جس میں بعد قرآن خوانی نور العلماء مدظلہ العالی نے حضور امین شریعت کے وصال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اعتراف واظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک وقت تھا کہ جب چھتیس گڑھ اسلامی اقدار وشعار اور مراسم اسلامی سے بہت دور تھا۔ وہاں لوگ مسلمان تو تھے لیکن انہیں ارکان اسلام ضروریات اسلام ومذہب کے تعلق سے کوئی خاص معلومات نہ تھی۔ گویا وہاں کی مسلم آبادیاں بس روایتی

(بقیہ ص ۱۶ پر---)

محقق بریلوی اور جدید اُصولِ تحقیق

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

تاریخی ادوار میں چودھویں صدی ہجری نقش کالحجر کی طرح انمٹ ہے اور انمٹ رہے گی، اس کے اُفق سے عالم اسلام کی ایک ایسی عبقری شخصیت نے طلوع فرمایا، پوری دنیا جس کے علمی و فکری، تحقیقی وتدقیقی شعاعِ نور میں ڈوب گئی۔ جہاں جہاں اس کی تحقیق کا اُجالا پھیلا شک وتردّد کی تاریکیوں میں صبح انقلاب کی دھمک محسوس کی گئی۔ چوں کہ امام احمد رضا محقق بریلوی مبدأ فیاض کی خصوصی فیض بخشیوں کے شاہکار اور نگاہِ رحمت کا حسین انتخاب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات نادرِ دہر، نازشِ عصر، نابغۂ روزگار اور مجمع باغ و بہار تھی۔ اب جوں جوں چہرۂ لیل ونہار پر پڑی غفلت کی دبیز چادر کے گرد صداقت وحقانیت کا اُجالا پھیل رہا ہے، رُخِ روشن کی تابانی سے فضا بقعۂ نور ہوتی چلی جارہی ہے۔

قدرت نے آپ کو ایسا دراک دل اور مواج دماغ بخشا تھا کہ ہمیشہ فکر وتخیل، تحقیق وتدقیق اور شعور وآگہی کے گل بوٹے آپ کے قلم حقیقت رقم سے دامنِ قرطاس پر بکھرتے ہی رہتے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کا وہ کون سا شعبہ ہے جسے آپ نے اپنے افکارِ عالیہ سے مالا مال، اور افکارِ نافعہ سے خوش حال ونہال نہ کیا ہو۔ یوں تو علم وفن کا ہر گوشہ آپ کا ممنونِ کرم ہے تاہم لسانی خدمات کی بنیاد پر اگر جائزہ لیا جائے تو بھی معاصرین سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔ ہمیں آپ کی معاصر شخصیتوں میں کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس نے بیک وقت عربی وفارسی واردو میں آپ کی مماثل خدمات انجام دی ہوں اور آپ کی طرح سینکڑوں عدیم النظیر تصانیف چھوڑی ہوں۔ اس خصوص میں آپ تنہا، منفرد اور بے مثال ہیں۔ عربی ادب پر دستگاہ کا یہ عالم کہ علمائے عجم کوئی جانے منہ میں زباں نہیں اور علمائے عرب نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں پکارتے اور دادِ فکر وتحقیق دیتے نظر آتے ہیں۔ فارسی اور اردو کا یہ حال کہ اربابِ علم ودانش نے آپ کی زبان کو کوثر وتسنیم میں ڈھلی زبان قرار دیا اور معنویت دیکھ کر محوِ حیرت رہ گئے۔ عربی فارسی پر عموماً اور اردو پر خصوصاً آپ کے وہ احسانات ہیں کہ زبانِ اردو کبھی بھول نہیں سکتی۔ اس کے ذخیرۂ ادب کو ایسے ایسے علمی وتحقیقی نوادرات کے لعل وگہر سے مملو ومزین کردیا ہے کہ اب یہ زبان دنیا کے کسی بھی عظیم ادب سے آنکھیں ملانے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ آپ کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات وتالیفات کا غالب حصہ اسی زبان میں ہے۔ اس لیے میں یہ کہنے میں مسرّت محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے صدیوں تک کے تحفظ کا حصار کھینچ دیا ہے۔ نتیجے میں ادب کے قلعے میں زبان محفوظ ہوگئی ہے۔

آج میر، غالب، اقبال وغیرہ شعرا کے ذکر وتذکرہ سے کالج و یونیورسٹی کے در ودیوار گونج رہے ہیں مگر محقق بریلوی نے شعر وسخن کے جو گلستان سجائے ہیں اس کی بھی نکہت ریزی کے آگے تمام خوشبوئیں پھیکی ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ایم اے، پی ایچ ڈی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثال علما میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل وکمال، ذہانت وفطانت، طباعی ودراکی کے سامنے بڑے بڑے علما، فضلا، یونیورسٹی کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ ہے کہ کون سا علم ہے جو انھیں نہیں آتا اور وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔ شعر وادب میں بھی ان کی عظمت کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔“ [1]

حافظ نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں:

> ”جہاں تک میں سمجھتا ہوں اعلیٰ حضرت مولانا احمد

* مقالہ نگار کٹک اڑیسہ میں مقیم معروف اسلامی اسکالر ہیں۔

رضا خاں قدس سرہٗ کو امامِ نعت گویاں کہنا بالکل
بجا اور درست ہے۔ اردو ادب میں ان کے پایہ
کا نعت گو کوئی نہیں۔" ۲؎

اردو ایک نئی اور ارتقا پذیر زبان ہے۔ آئے دن حجلہ مشرق سے نکلتی، صبح اس کی پیشانی کا افشاں اور آغوشِ مغرب میں جھولتی ڈوبتی شام اس کی آنکھوں کا کاجل بنتی رہی اور بنتی ہی رہتی ہے۔ اب سے سو برس پہلے کی اس کی تصویر اگر دیکھیے تو نہ یہ حسن ہے اور نہ یہ بانکپن، نہ یہ جاذبیت ہے اور نہ یہ دل فریبی۔ اردو ایک اُکھڑی اُکھڑی، کھردری اور غیر مانوس زبان معلوم ہوتی ہے۔ نہ زبان فہمی و زباندانی کا کوئی خاص قاعدہ ہے اور نہ لسانی مسائل و وسائل کا ٹھوس ضابطہ و اُصول۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے اردو محققین کی تعداد بہت مختصر اور تحقیقات ناقص نظر آتی ہیں۔

ڈاکٹر قمر رئیس لکھتے ہیں: "ہماری تحقیقی سرمائے کی عمر ابھی سو سال بھی نہیں ہے۔ اس کی کوتاہیاں اور کم رسائیاں بھی ہم پر روشن ہیں۔" ۳؎

مگر حیرت ہوتی ہے کہ اب سے سو برس پہلے جب کہ اردو کا دامن لسانی مسائل اور تحقیقی جواہر پاروں کے لیے دریوزہ گر ہے۔ محقق بریلوی نہ صرف یہ کہ اپنی کتابوں میں تحقیق کا اعلیٰ و ارفع معیار پیش کرتے ہیں بلکہ جو اُصول وضع فرماتے ہیں وہ دورِ جدید کے محققین کی نگاہوں کے لیے سرمۂ بصیرت ہیں۔ افسوس کہ ان نوادراتِ تحقیق اور جواہراتِ تنقید کی طرف توجہ نہیں دی گئی ورنہ لسانی مسائل میں جن عناصر کی تشنگی کا احساس فاضل ڈاکٹر موصوف کو ہے وہ شاید نہ ہوتا۔ حقائق ناآشنائی یا حقائق سے چشم پوشی کی اس سے قبیح مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جن کا نام محققین و ناقدین کی فہرست میں اولین آنا چاہیے تھا ان کے نام سے یہ فہرست خالی ہے اور جس کا نام بعد میں آیا یا آنا ہی نہیں تھا ان کا نام زینتِ فہرست ہے۔ حالانکہ تمام محققین کی تحقیق کو محقق بریلوی کی تحقیق سے وہی نسبت ہے جو ذرّے کو آفتاب اور قطرے کو سمندر سے ہے۔

ڈاکٹر قمر رئیس رقم طراز ہیں: "اردو میں کوئی ایسا ادبی نقاد پیدا نہ ہو سکا ہے جسے ہم فخر و اعتماد سے مغرب کے ممتاز ناقدین کی صف میں کھڑا کر سکیں۔ لیکن ایسے مستند عالم اور محقق ضرور ہیں جن کا موازنہ وثوق کے ساتھ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے محققوں سے کیا جا سکتا ہے۔" ۴؎

ہم پورے فخر و اعتماد کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ فخر و اعتماد کے ساتھ جس مستند عالم اور محقق کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے محققوں کی بزم میں پیش کیا جا سکتا ہے کم از کم اُنیسویں اور بیسویں صدی میں تو اس افتخار کا سہرا محقق بریلوی کی فرقِ اقدس پر سجتا ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے اگر تصانیفِ رضا کا سنجیدہ مطالعہ کیا ہوتا تو ان کی تحریر سے قنوطیت و یاسیت کی بو نہیں آتی۔ مطالعہ اگر تشنہ ہو تو یہی سب مسائل قلم سے ٹپکتے ہیں۔ انصاف دنیا سے اگر رُخصت نہیں ہو گیا ہے تو مطالبۂ انصاف یہ ہے کہ ہر اعتبار سے امام احمد رضا ہی اس تمغہ کے حقدار ہیں۔ اس لیے کہ بقیہ جتنے بھی ہیں دو چار یا مبالغہ سے کام لیا جائے تو دس بیس سے زیادہ علوم و فنون کے ماہر نہیں نظر آتے اور اس پر ان کی تصنیفات اور مضامین و مقالات گواہ ہیں۔ مگر محقق بریلوی بقول انہی کے ۵۹ رعلوم و فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ بلکہ جدید تحقیق کے مطابق ۳۰۵ رعلوم و فنون کے ماہر ہیں۔ ۵؎ اور اس پر آپ کی تصانیف و مضامین و مقالات شاہد عدل ہیں۔

مولانا عبد الکریم نعیمی بنگلہ دیش لکھتے ہیں: صرف فتاویٰ رضویہ ہی کو لیجیے، اس میں آپ نے ہزاروں مسائل پر بے لاگ تحقیق و تدقیق فرمائی ہے۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والوں کو پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ آپ قلم کے بادشاہ ہیں۔ پورے چون ۵۴ برس مسندِ افتا پر متمکن رہے اور اس عرصے میں اتنا لکھا کہ علامہ حسنین رضا خاں صاحب نے جب حساب لگایا تو فی دن چھپن صفحات کتاب وتحریر کے نکلے۔ ۶؎

پوری اُنیسویں اور بیسویں صدی چھان ڈالیے، نہ کوئی ایسا کثیر التصانیف مستند عالم نظر آتا ہے، نہ اتنے علوم و فنون پر کامل عبور رکھنے والا فاضل اور نہ ہی ایسی ندرتِ تحقیق کا حامل محقق۔ آپ کی اس خوبی کا اعتراف اپنے اور بیگانے ہر منصف مزاج کو ہے۔ آپ کی کتاب کا منصف قاری اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ مولانا ابو الحسن علی ندوی اپنے طویل مضمون میں یوں اعتراف کرتے ہیں:

"فاضل بریلوی نے علمائے حجاز سے بعض فقہی و

کلامی مسائل میں مذاکرہ وتبادلۂ خیالات کیا،
حرمین کے اثنائے قیام میں انھوں نے بعض
رسائل لکھے اور علمائے حرمین کے پاس آئے
ہوئے سوالات کے جوابات دیے۔ وہ حضرات
آپ کے وفورِ علم وفقہی متون اور اختلافی مسائل پر
دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعتِ تحریر اور
ذکاوتِ طبع سے حیران رہ گئے۔''۷؎

حق کو چھپایا نہیں جاسکتا، صداقت کی پردہ پوشی نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک ایسی خوشبو ہے جو قید وبند کی مشقت سے آزاد وبے پرواہ ہے۔ ایسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں کہ آپ کی تحقیقات نے خیالات ونظریات کی دنیا میں انقلاب برپا کردیے۔ نئی ہلچل مچ گئی اور طبیعت کچھ کھونے کچھ پانے پر مجبور ہوگئی۔ حکیم الامت صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ومفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ ''عطایا القدیر فی حکم التصویر'' کا جب مطالعہ کیا تو اتنے متحیر ہوئے کہ اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''چوں کہ میری طالب علمی دیوبندی مکتب فکر کے
اساتذہ سے متاثر تھی، اس لیے میرے ذہن میں
یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ علمی تحقیق صرف علمائے
دیوبند کی تالیفات میں ملتی ہے۔ جب میں نے
مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کیا تو اس کے لکھنے والے
کے تبحر علمی اور دقتِ نظری کے کمال کا گرویدہ
ہوگیا۔ سچ یہ ہے کہ اس رسالے نے میری ذہنی
اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کردیا۔۸؎

حقیقت یہ ہے کہ محقق بریلوی کی تصنیفات کا بنظر انصاف مطالعہ نہیں کیا گیا۔ مسلکی اور اعتقادی تعصب مانع رہا اور اس طرح لوگ اپنے ہی کثیر دینی دولت کی زیارت سے محروم رہے اور عظیم معقولی ومنقولی محقق سے ناآشنا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی آپ کی محققانہ بصیرت پر طویل بحث کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا فاضل بریلوی کے عدیم النظیر
تحقیقات وتدقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو
بلاشبہ ہر انصاف پسند آپ کی عبقریت کا قائل
ہوجائے گا اور کھلے دل سے آپ کو ایشیا کا عظیم محقق
قرار دے گا۔''۹؎

درحقیقت اس مضمون کی تحریک کا سبب محقق بریلوی کے وہ اُصولیاتِ تحقیق ہیں جو آپ کی تصنیف ''حجب العوار عن مخدوم بہار'' کے صفحات پر آسمان کے تاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔ غالباً جس کی اولین رونمائی اور تعارف کا سہرا ماہر رضویات حضرت پروفیسر مسعود احمد مظہری کے سر ہے۔ جس کا تفصیلی تذکرہ آپ نے اپنے وقیع مقالہ ''امام اہلِ سنّت'' میں کیا ہے۔ تحقیق کا ایک ادنیٰ طالب ہونے کے ناطے جب ان نوادر پر میری نظر پڑی تو حیران رہ گیا اور بار بار جدید محققین کے آرا سے موازنہ کرنے لگا۔ ذیل میں ہم نے ایسے ہی بکھرے حقائق کا تقابل اور استخراج نتائج پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جدید تحقیق میں جو چیز اساسی حیثیت کی حامل ہے وہ ہے: (۱) متن اور (۲) تصحیح متن۔ اپنی فکری جولانی اور جوادِ طبعی سے کتابوں کے ڈھیر لگا دینا اور باتوں باتوں میں مضامین کے گلستان سجا دینا اور بات ہے اور تحقیق وتصحیح متن کی پابندی اور رعایت کے ساتھ کہنا اور لکھنا کارِ دیگر۔ محقق بریلوی کا کمالِ تحقیق یہ ہے کہ آپ نے معیارِ تحقیق کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور اس انداز میں آپ نے اصولوں کو برتا کہ آج آپ کی تحقیقات خود ہی معیارِ تحقیق کا درجہ رکھتی ہے۔ بازجودیکہ آپ سیکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں مگر ایک بات مستقلاً اگر کسی کتاب میں ذکر فرما دیتے ہیں اور وہی بات ضمناً کسی کتاب میں آئی ہے تو اسی شانِ احتیاط اور غیر معمولی قوتِ استقرا کے ساتھ گویا کہ بیان کی ہوئی بات کا ہر جز وکل اپنے اپنے مالہ وما علیہ کے ساتھ ہمیشہ مدنظر رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحقیقات تضاد بیانی کے عیب سے مبرا ہے اور اصول شکنی کے الزام سے منزہ ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری یوں رقم طراز ہیں:

''مولانا کثیر التصانیف عالم تھے، مگر کثیر
التصانیف ہونا فی نفسہٖ کوئی خوبی نہیں، جب تک
یہ نہ معلوم ہو کہ مصنف کا تحقیق معیار کیا ہے اور وہ
رطب ویابس بیان کرنے کا عادی تو نہیں۔ تحقیق
وریسرچ میں صحت نسخ وصحت متن کو اساسی
اہمیت حاصل ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ محققین بھی

اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اس کے مندرجات
کو بلا تامل مصنف سے منسوب کر دیتے ہیں۔
مولانا بریلوی اس معاملے میں بہت محتاط تھے۔
انھوں نے ایک مختصر رسالے میں صحت نسخ،
صحت متون، اتصالِ سند، تواتر، تداول، احتیاط،
استدلال وغیرہ پر بحث کی ہے۔''۱۰

محقق بریلوی نے جن مبادیات و مصطلحات تحقیق و تدوین کی طرف رہنمائی کی ہے اچھے اچھے دانشور اس معیار پر پورے نہیں اُترتے اور بالغ نظر محققین کی جھولی بھی ان جواہرات سے خالی معلوم ہوتی ہے۔ یہی وہ تشنگی ہے جس کی وجہ سے شدت کے ساتھ آج یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ لسانی، اُصولی اور جدید تحقیقی شعور کی بنیاد پر اردو کی ضابطہ بندی کی جائے۔ اردو کے بے لاگ محقق رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''تحقیق اور تدوین میں جو فرق ہے وہ جس طرح نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس سے ایک نقصان یہ بھی پہنچا کہ تحقیق کے مسائل اور آداب پر تو کچھ نہ لکھا گیا لیکن تدوین کو نسبتاً آسان کام سمجھ لیا گیا تھا۔ (اس وہم نے بہتوں کو گنہ گار کیا ہے) پندرہ بیس سال کے عرصے میں اس طرف بطور خاص توجہ کی گئی ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس موضوع پر کوئی ایسی تصنیف سامنے نہیں آئی ہے جس میں سارے مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہو۔''۱۱

تحقیق و تصحیح کے وسائل کی جستجو اور مسائل کے تجزیہ و احاطہ کے لیے مفکروں کی ٹیم اور محققوں کا گروہ مسلسل شب و روز مصروف عمل ہے اور اس باب میں بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ یہ ایک بہت اچھی کوشش اور خوش انجام جدوجہد ہے۔ (اگر دیانت داری سے کی جائے تو) تاہم سو برس پہلے محقق بریلوی نے اپنی ذہانت و فطانت کی بنیاد پر جو اُصول وضع فرما دیے ہیں، اس کی گہرائی کہاں سے آئے جو اس خصوص میں آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

آئیے محقق بریلوی کے مرتب کردہ اُصول و نکات کا آج کے اُصولِ تحقیق سے تقابلی جائزہ لیں اور اس روشنی میں اصل نتائج تک پہنچنے کی پاک سعی کریں۔ اجزائے تحقیق کا جس ترتیب سے اوپر ذکر آیا ہے، اسی نہج سے الگ الگ ہم سب کو پیش کرتے ہیں۔

محقق بریلوی ۔۔۔ صحتِ نسخ (۱)

(الف) کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہونا اس سے ثبوتِ قطعی کو مستلزم نہیں ۱۲۔ کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔ ۱۳

جدید محققین

اختلاف متن یا انتسابِ کلام کے تحت جس فراخ دلی کے ساتھ تذکروں میں چھپے ہوئے اشعار کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ تو اور زیادہ غیر مناسب ہے کیوں کہ بیشتر مطبوعہ تذکروں میں اشعار کے متن کا حال سب سے زیادہ سقیم ہے۔ ایسے تذکروں کو جب تک آداب تدوین کی مکمل پابندی کے ساتھ مرتب نہ کیا جائے اُس وقت تک متن کو شبہات سے محفوظ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عقیدت زود یقینی اور ان جیسی تصوف پسند اور مغالطہ آفریں خوش اخلاقیوں کی تحقیق میں گنجائش نہیں۔ ۱۴

(ب) کسی مخطوطہ قلمی نسخے یا قدیم مطبوعہ روایت میں شامل کسی متن، حصۂ متن لفظ یا عبارت کی صحت و عدم صحت کے سلسلے میں کسی قطعی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے خارجی و داخلی وسائل کی قطعی یا قابلِ اطمینان شہادت درکار ہوتی ہے۔ ۱۵

محقق بریلوی ۔۔۔ اتصالِ سند (۲)

(الف) علما کے نزدیک ادنی درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لیے مصنف تک سند مسلسل، متصل بذریعہ ثقات ہو۔ ۱۶

(ب) اگر ایک اصل تحقیق معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے یعنی اُصولِ معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادتِ احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند وہ شے ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے۔ ۱۷

جدید محققین

(الف) حوالے کا قابلِ قبول ہونا متعدد باتوں پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ واقعے اور روایت کے درمیان زمانی فصل نہ ہو کہ روایت کا تسلسل ٹوٹ جائے۔ روایت اگر ذاتی معلومات پر مبنی

ہے اور راوی غیر معتبر بھی نہیں، اس صورت میں امکان کی حد تک یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ غلط فہمی جانب داری یا ایسے کسی محرک کے اثرات تو کار فرما نہیں۔ ۱۸؎

(ب) کسی متن کو قدیم اور اصل قرار دینے کے لیے یا کسی عہد کی شخصیت سے وابستہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس کے حق میں معاصر شہادتیں کیا ہیں اور متن کے قدیم تر قلمی نسخے کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسی شہادتوں کی عدم موجودگی میں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ متن اس عہد یا اس شخص سے تعلق نہیں رکھتا۔ ۱۹؎

محقق بریلوی۔۔۔ تواتر (۳)

(الف) کسی کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ ۲۰؎

(ب) متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کیے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن ہے کہ بعض نسخۂ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا ہو اور یہ ان سے نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے ہوں۔ ۲۱؎

جدید محققین

(الف) تدوین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی متن کے جتنے اہم نسخے ممکن الحصول ہوں ان سب سے استفادہ کیا جائے۔ متعدد مجموعہ ہائے کلام کے متعلق معلوم ہے کہ ان میں الحاق کلام موجود ہے یا یہ کہ متن میں تحریف کی گئی ہے۔ تحقیق کے طلبا کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ ان کے متن کو سند اور ثبوت کے طور پر اس وقت تک پیش نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ معتبر نسخوں سے مقابلہ نہ کر لیا جائے۔ ۲۲؎

(ب) عام حالتوں میں یہ فیصلہ کہ کسی متن کی صحیح حدود کیا ہونی چاہئیں، اس کے معتبر نسخے کو سامنے رکھ کر لیا جاسکتا ہے لیکن ان حدود کے تحقیقی تعین کے لیے مختلف قلمی اور مطبوعہ نسخوں کا تقابلی مطالعہ ضروری ہے۔ اس ضمن میں مصنف کے اپنے قلمی نسخے کے علاوہ باقی نسخوں پر بھی اعتماد کلی کا اظہار کرنا ممکن ہے۔ ۲۳؎

محقق بریلوی۔۔۔ تداول (۴)

(الف) اور متاخرین نے کتاب کا علما میں ایسا مشہور و متداول ہو جانا جس سے اطمینان ہو کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی۔ اسے بھی مثل اتصال سند جانا۔ ۲۴؎

(ب) تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علما کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمح نظر رہی ہو جس سے روشن ہو کہ اس کے سارے مقامات و مقالات علما کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مانا کیے۔ زبانِ علما میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۲۵؎

جدید محققین

(الف) معلومہ قلمی نسخوں میں سب سے اہم وہ قلمی نسخے ہو سکتے ہیں جو خود مؤلف کے اپنے دست و قلم کے مرہونِ منت ہوں اور جن کے بارے میں اس امر کی کافی و شافی شہادت (داخلی و خارجی سطح پر) موجود ہو کہ یہ صاحب تصنیف کا اپنا خطی نسخہ ہے، دوسرے درجے پر ایسے قلمی نسخے رکھے جاسکتے ہیں جو مصنف کے ایما سے بڑے اہتمام کے ساتھ تیار کیے گئے ہوں یا جن کی تیاری میں اس کے کسی عزیز شاگرد، مرید یا دوست کا ہاتھ رہا ہو۔ ۲۶؎

(ب) اگر مصنف کے ہاتھ کا لکھا مخطوطہ ہاتھ لگ جائے تو گویا گنج بادآورد مل گیا۔ لیکن ایسا بہت شاذ ہوتا ہے۔ یہ طے کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ مخطوطہ مصنف کے ہاتھ کا ہے یا نہیں کیوں کہ یہ گنجائش رہتی ہے کہ کسی جعل ساز نے نسخے کا نرخ بالا کرنے کے لیے اسے مصنف کے ساتھ منسوب کر دیا ہو۔ ۲۷؎

(ج) متن کے گم شدہ سلسلوں کی بازیافت کے لیے معاصرین کی تصانیف کی طرف رجوع اور اس مجموعہ ہائے کلام کا تقابلی مطالعہ ضروری ہے۔ بالعموم ایک مصنف کے مختلف مجموعوں میں یا اس کی تالیف کے مختلف نسخوں میں متن کے حدود ایک نہیں ہوتے اور ان کے تحقیقی مطالعے سے جس طرح الحاقات و اضافات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح الحاقات کے مطالعے سے اصل متن کی بازیابی ممکن ہو جاتی ہے۔ ۲۸؎

(جاری۔۔۔)

نوخیز قلم

اسلام اور مغربی میڈیا

از: محمد دل نظر عالم رضوی*

تمام تعریفیں اس ذات یکتا و یزداں کے لئے جس نے ہمیں ہمہ خشک و تر کی خبر سے باخبر کیا کتاب عزیز سے اور رحمت کاملہ ہو ہمارے آقا مخبر صادق ﷺ اور آپ کے اصحاب عطرت پر، بعدہٗ آج کے موضوع پر حرف زنی کرنے سے قبل کچھ باتیں کلام معترضہ کے طور محتشم قارئین کے حوالہ کروں تاکہ آپ کو آج کے موضوع سخن بنام اسلام اور مغربی میڈیا سے دلچسپی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ان جاء کم فاسق بنباء فتبین یعنی اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو تم اس کو جانچ لو۔ یہ تو معاملہ ہے، فاسقوں کے ساتھ تو پھر برملا کفار و مشرکین کا کیا ہوگا۔ جو آج آکہ اخبارات پر قابض و متصرف ہو کر خبر رسانی کے نام پر برائیوں کو فروغ دے رہے ہیں اور اکثر اسلام و متعلقین کو رسوا کرنے کے لئے دنیا کے سامنے قصہ کاذبہ کو پیش کرنے میں منہمک و مصروف ہیں، اور اہل دنیا کے اخبارات کے محتاج بھی ہیں کیوں کہ وہ حصول آلۂ علم ہیں اور انسان فطرۃً جہل سے مرکب نہیں رہنا چاہتے ہیں، تو گویا کہ یہ بات انسان کی سرشت میں شامل ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے حالات سے باخبر رہنا چاہتا ہے۔ ابتدائی طور پر یہ سلسلہ شاید زبانی کلامی ہوتا تھا، لیکن بعد ازاں جب ماحول نے ترقی و تہذیب کا لبادہ اوڑھ لیا تو اخبارات اور رسائل کے ذریعہ اس خواہش کی تسکین ہونے لگی، اب دور جدید میں یہ کام میڈیا یعنی ریڈیو اور ٹی وی نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں میڈیا کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس کی وجہ سے ہر انسان دور دراز رہنے کے باوجود اپنے متعلقین سے انتہائی قریب ہو گیا ہے۔ عالم انسانی کے ایک گوشہ سے اڑی خبر آن واحد میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے، اس کے ذریعے اپنی من پسند فضا قائم کی جاسکتی ہے۔ دیکھا جائے تو جتنا ہم ان ذرائع ابلاغ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں کہیں زیادہ ہم نقصانات بھی اٹھا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج اہل مغرب نے محض میڈیا کے زور پر پوری دنیا کو مسخر کر رکھا ہے، اور وہ دنیا کے ذہن و فکر اور دماغ پر حکمرانی کرنے میں کامیاب ہیں۔

میڈیا کی غرض و غایت اور منشا صرف خبر رسانی اور عوام کو ارد گرد کے حالات و واقعات سے آگاہ کرنا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ مغربی اقوام باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت اس کو عالم اسلام کے خلاف اپنے مذموم مقاصد کو حصول کے لئے استعمال کر رہی ہے، بیشتر پروگرام اسلامی تعلیمات کے منافی ہوتے ہیں، جامعہ ازہر کے سینٹر فار اسلامک اکانومی کے ڈائریکٹر جنرل کے ایک بیان کے مطابق "اب تک ستائیس ایسے پروگراموں کا پتہ چلا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں"۔ ایک اطلاع کے مطابق اس وقت انٹرنیٹ پر ۴ لاکھ سے زائد مذہبی ویب سائٹ موجود ہیں جن میں کم و بیش دو لاکھ عیسائیوں کے قبضہ میں ہیں جن کے ذریعہ وہ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

اس وقت میڈیا پر چونکہ یہود و نصاریٰ کا تسلط ہے، لہٰذا وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے مختلف پروگراموں اور چینلوں کے ذریعے فحاشی عریانیت اور دیگر مخرب الاخلاق سرگرمیوں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ جن سے لوگوں میں جنسی بے راہ روی اور آزاد خیالی کا رجحان پیدا ہونے لگا ہے۔ نوجوان طبقہ بالخصوص ایسے پروگراموں سے اس قدر متاثر ہو رہا ہے کہ وہ دین و شریعت سے آزاد اور بے راہ رو ہو رہا ہے معاشرے میں عریانیت، بدکاری اور ایسے جرائم پروان چڑھ رہے ہیں جو حد و شمار سے ماورا ہیں۔

اسلام کے خلاف مغربی استعمار کی سازشیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں یہ اس وقت سے جاری ہیں۔ جب صلیبی جنگوں میں اہل مغرب کو اہل اسلام سے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے باقاعدہ

* متعلم: جماعت خامسہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

ایک منصوبہ بندی کے تحت اسلام اور اہل اسلام کے خلاف لائحہ عمل اختیار کیا، چنانچہ اسلام کے خلاف مغرب کی یہ جنگ پہلے علم وادب کے راستے جاری تھی، اب میڈیا کے ذریعے جاری ہے، امریکی افکار و مقاصد کو وسیع پیمانے پر لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر کے سرمائے سے ایسی مختلف فلمیں تیار کی جارہی ہیں، جن میں اسلام اور مسلمانوں کی کردارکشی کی جاری ہے اور مسلم نوجوانوں کو اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی شعوری کوششیں کی جارہی ہیں، ظاہر ہے یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا جارہا ہے کہ مذہب پرست اور دین پرست اسلامی معاشرے کو اس کی اصل راہ سے ہٹا کر دین سے بیزار کردیا جائے۔ یہ اہل مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبردست کاوشوں کا نتیجہ ہے، کہ نام نہاد مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ان کی ہمنوا بن رہی ہے، اور لاکھوں ڈالر اور پاؤنڈ کے عوض مغرب کی اخلاق وحیاباختہ فلمیں اور سی ڈیز درآمد کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کے دین وایمان کو ختم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہورہے ہیں۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی مکارانہ چالوں کو سمجھیں اور اپنے اسلامی عقائد کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے قرآن پاک کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، اور اس بات کو یقینی طور پر ذہن میں رکھیں کہ یہود و نصاریٰ کبھی اور کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے، اس لئے ہماری دعا ہے اللہ تبارک تعالیٰ سے کہ وہ ان یہود و نصاریٰ کی مکروہ فریب سے ہمیں بچا کر رکھے آمین۔ □ □ □

٭ جامعۃ الرضا کے طلباء کی ادبی سرگرمیوں پر منظوم خراج عقیدت ٭

نتیجہ فکر: محمد منان رضا انس٭

کوئی آغاز لکھنا یا کسی انجام پر لکھنا
قلم کے پاسباں تم ہو جو لکھنا معتبر لکھنا
ملی تعلیم جو تمکو نبی سے اور رسولوں سے
سبق پایا ہے جو تم نے شریعت کے اصولوں سے
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
سفر اس سمت میں ہی جاری رکھنا ہے تمہیں ہر دم
ہر اک تحریر میں اللہ بخشے گا اثر لکھنا
قلم کے پاسباں تم ہو جو لکھنا معتبر لکھنا
صحافت کے اصولوں کا بھی تم کو پاس رکھنا ہے
صداقت پر جو ہو مبنی وہی احساس رکھنا ہے
ہر اک لب پر رہے جاری جو ایسا ساز بن جانا
خلاف ظلم تم مظلوم کی آواز بن جانا
تمہیں شایاں نہیں ظالم کے حق میں چارہ گر لکھنا
قلم کے پاسباں تم ہو جو لکھنا معتبر لکھنا

صحافت کے فلک پر جامعہ میں ''نجم'' چمکے گا
تو کوئی ''صوت الحق'' و ''دعوت فکر'' آپ کو دے گا
''ادب کے اس جہاں'' میں ''انقلاب'' و ''ترجماں'' ہوگا
کہیں ''شورہ'' کہیں ''پیغام حق'' و ''ضوفشاں'' ہوگا
مجلہ کوئی ہو یا فکر لکھنا باہنر لکھنا
قلم کے پاسباں تم ہو جو لکھنا معتبر لکھنا
ملیں گے بالیقیں تاج شریعت کی دعائیں بھی
شہا عسجد رضا مخدوم ملت کی عطائیں بھی
نظر فرمائیں گے استاذ سب انداز شفقت سے
گذارش جامعہ میں ہے انس اہل صحافت سے
لکھو جو بھی اسے بے لوث لکھنا بے خطر لکھنا
قلم کے پاسباں تم ہو جو لکھنا معتبر لکھنا

حسب فرمائش: مولانا شہزاد رضا صاحب استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

٭ متعلم: جماعت سابعہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

منظومات

نعتیہ کلام

سید ابرار کا چہرہ

دکھادے یا الٰہی احمد مختار کا چہرہ
بڑا ہی خوبصورت ہے شہ ابرار کا چہرہ

یقیناً میری قسمت کا ستارہ جگمگائے گا
اگر میں خواب ہی میں دیکھ لوں سرکار کا چہرہ

عمر نے پڑھ لیا کلمہ ہوئے اسلام میں داخل
نظر سے جونہی دیکھا سید ابرار کا چہرہ

سجالو سنت سرکار کو تم اپنے چہرے پر
بنا داڑھی کے لگتا ہے بہت بیکار کا چہرہ

اگر ماں کی دعائیں لیکے اپنے ساتھ جاؤ گے
نہ دیکھو گے کسی بھی جنگ میں تم ہار چہرہ

شفاعت کے لئے سرکار جب محشر میں آئیں گے
نظر آئے گا مرجھایا ہوا غدار کا چہرہ

گرا کوہ الم سر پر مگر تھا حوصلہ زندہ
چمکتا تھا بہت ہی عابد بیمار کا چہرہ

رضا و حضرت حسان کے صدقے میں اے نعمت
چمکتا ہے میرے بھی نعتیہ اشعار کا چہرہ

از: پھول محمد نعمت رضوی
پرنسپل تیغیہ کنز العلوم، بنگل چھپرہ میگو سپلوت مظفر پور، بہار

عشقِ احمد

دریائے وادی وکہہ کیسا سب سے مختلف
ارض طیبہ کا حسیں گلزار سب سے مختلف

آیت واللیل ہے اس بات کی روشن دلیل
ہے نبی کا گیسوئے خمدار سب سے مختلف

جملہ اصناف سخن کی بھیڑ میں بھی بالیقیں
مصطفیٰ کی نعت کا معیار سب سے مختلف

غیر کی دہلیز پہ مڑکے معیار سب سے مختلف
ہیں گدایان شہ ابرار سب سے مختلف

جنکے صدقے رب نے فرمائی ہے تخلیق جہاں
وہ عرب کا ہاشمی سردار سب سے مختلف

قدسیاں رب جہاں پہونچیں سلامی کے لئے
وہ نبی کا جنتی دربار سب سے مختلف

عشق احمد کا ہے گوہر ہر ورق تازہ گلاب
ہیں رضا کے نعتیہ اشعار سب سے مختلف

از: محمد محبوب عالم گوہر
مظفر پور، بہار

مرشد حقانی شیخ لاثانی جانشین مفتی اعظم ہند

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

عاشق شاہ زماں اختر رضا خاں ازہری
علم کا کوہ گراں اختر رضا خاں ازہری

پاسبان قوم وملت صاحب فکر ونظر
علم وفن کے آسماں اختر رضا خاں ازہری

گلشن احمد رضا کا وہ مہکتا پھول ہے
دین کے ہیں باغباں اختر رضا خاں

عاشق خیر البشر ہے رحمتوں سے تر بتر
کس قدر گوہر فشاں اختر رضا خاں

علم کے شمس وقمر ہیں کیا ہی خوش قسمت بشر
فقہ وفن کے رازداں اختر رضا خاں

گوشہ گوشہ ہند کا تجھ سے شگفتہ ہو گیا
ازہر ہندوستاں اختر رضا خاں

ناز ہے اہل سنن کو جس مقدس ذات پر
وہ مربی مہرباں اختر رضا خاں

خوف کیوں موجوں سے ہو جب مل گیا ہے ناخدا
سنیوں کا بادباں اختر رضا خاں ازہری

مسلک احمد رضا کا تو امین و پاسباں
پرچم حق کا نشاں اختر رضا خاں ازہری

اہل علم وفضل جس کے در کے ریزہ خوار ہیں
تو ہے میر کارواں اختر رضا خاں ازہری

فقہ پہ جس کی سبھی اہل سنن کو ناز ہے
وہ ہے تو روح رواں اختر رضا خاں ازہری

بحر غم میں کیوں رہے نوری بھلا اب غوطہ زن
ہے زباں پر الاماں اختر رضا خاں ازہری

نتیجہ فکر: مولانا عبد القادر نوری
امام وخطیب رحمانیہ جامع مسجد ساکی وہار روڈ، پوئی، ممبئی

دولت فکر رضا اختر رضا	پیکر عشق ووفا اختر رضا
عالم اسلام کے سورج ہیں وہ	دین وملت کی ضیا اختر رضا
سیرت وصورت کے جلوے لاجواب	ایک انعام خدا اختر رضا
کر رہے ہیں فخر، عشاق نبی	اہل حق کے پیشوا اختر رضا
ان کے تیور، کفر وباطل پر شدید	ہیں عمر کی اک ادا اختر رضا
سارا عالم ہو رہا ہے فیضیاب	دست عثماں کی سخا اختر رضا
وقت کے خیبر ہیں ان سے منہدم	نائب شیر خدا اختر رضا
فکر وفن، علم وہنر میں بے مثال	صاحب صدق وصفا اختر رضا
کیا بگاڑیں گے یزیدی وقت کے	عزم شاہ کربلا اختر رضا
بیٹھتے اٹھتے فقط حق کی پکار	ہیں بلالی اک صدا اختر رضا
میں نے پوچھا کون ہے حسان وقت	بول اٹھی ساری فضا اختر رضا
ناز ہے تاج الشریعہ پر ہمیں	مرد حق، مرد خدا اختر رضا
ان کی چاہت ہے ہماری کائنات	ابتدا وانتہا اختر رضا
ہیں وہی سب اہل سنت کے امیر	راہ حق کے رہنما اختر رضا
زاہد بے مثل ہیں اس دور کے	افتخار اصفیا اختر رضا
سیرت وکردار میں ایسا جمال	قلب علم ہے فدا اختر رضا
ان کے حاسد، دائمی مغلوب ہیں	سب پہ غالب ہیں سدا اختر رضا
سنیت کی آنکھ کے تارے ہیں وہ	عشق کا اک آئینہ اختر رضا
گلشن ایماں معطر کر دیا	ہیں گل باغ رضا اختر رضا
ہے شریعت اور طریقت کا ملاپ	علم وعرفاں کی بقا اختر رضا
غیرت عشق نبی فطرت میں ہے	ہر منافق کو سزا اختر رضا
ان کی ہستی کا چمن تازہ رہے	ہیں بہار اولیا اختر رضا
اہل سنت کو ملا ان سے عروج	اک نشان ارتقا اختر رضا
ان سے روشن ہیں مرے فکری چراغ	ہیں فریدی کی جلا اختر رضا

نتیجہ فکر: مولانا محمد سلمان رضا فریدی
نوری مسجد، مسقط، عمان

خیر و خبر

"جامعۃ الرضا" بریلی شریف، میں "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے زیر اہتمام ایک اہم میٹنگ کا انعقاد:

۲۵/اگست ۲۰۱۶ء بروز جمعرات "جامعۃ الرضا" میں عالمی شہرت یافتہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی اہم میٹنگ کا انعقاد ہوا جس کی صدارت شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خان صاحب نے کی تاہم نظامت کے فرائض مولانا شہزاد عالم استاد جامعۃ الرضا نے انجام دیئے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کا اجمالی تعارف پیش کرتے ہوئے مولانا ندیم مرکزی نے کہا کہ موجودہ دور میں اہل سنت کو جماعت سے وابستہ کرنا، متحد ہو کر دین وسنیت کی حفاظت اور ترویج و اشاعت کے فریضہ سے سبکدوش ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بصورت دیگر ہمیں اپنی لاپرواہی اور بے اعتنائی کا خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ مولانا انعام میر گنج نے کہا کہ اس راہ میں گل کم خار زیادہ ہیں اور قدم قدم پر باد مخالف کے جھونکوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جس کے لئے جواں ہمت، بلند عزائم اور حوصلہ مند بننا پڑے گا۔ مولانا شہزاد نے اپنے مقالے میں علماء، عوام اور جماعت کے ذمہ داران کو ان کے منصبی فرائض سے روشناس کراتے ہوئے کہا کہ عوام علماء کی ضروریات زندگی کا بھرپور خیال رکھے اور ان کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کرے تا کہ علماء فارغ البال ہو کر خدمت دین میں مصروف عمل رہیں۔

اس کے بعد "جامعۃ الرضا" کے آئی ٹی ہیڈ جناب عتیق احمد نے کہا کہ "جماعت رضائے مصطفیٰ" کو National level پر رجسٹرڈ کرالیا گیا ہے اور اس جماعت کو ISO کے تحت Certified بھی کرالیا گیا ہے، نیز انہوں نے بتایا کہ "جماعت رضائے مصطفیٰ" کی ویب سائٹ سے آن لائن شاخیں قائم کر سکتے ہیں اور اسی سائٹ کے ذریعہ ممبر بھی بن سکتے ہیں، اس کے علاوہ "جماعت رضائے مصطفیٰ" نے ایک اینڈرائیڈ ایپلی کیشن بھی Develop کرایا ہے جو Markaz ki awaz کے نام سے گوگل پلے اسٹور پر موجود ہے۔ اس ایپلی کیشن کو گوگل پلے اسٹور سے کوئی بھی اپنے اینڈرائیڈ موبائل فون میں ڈاؤن لوڈ کر کے اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔

اخیر میں "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے نائب صدر جناب سلمان میاں صاحب نے مندوبین حضرات کا شکریہ ادا کیا اور اسلام مخالف طاقتوں کی سرکوبی کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لانے کا وعدہ کیا۔

میٹنگ کا اختتام مولانا غلام مرتضیٰ استاذ جامعۃ الرضا کی پر سوز دعاؤں پر ہوا۔ اس موقع پر جامعۃ الرضا کا اکثر اسٹاف جیسے قاری محمد کاظم رضا، مولانا محمد شکیل، مولانا عظیم مرکزی، قاری، فیض الغنی، قاری شرف الدین، قاری وسیم احمد، عبد الباری، نوید اسلم، عامل حسین، عارف علی، وغیرہ حضرات شامل رہے۔

رپورٹ: دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ (بریلی شریف)

۷۰/واں عرس امجدی:

حسب سابق امسال بھی عرس امجدی ۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۶/ اگست ۲۰۱۶ء بروز سنیچر فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز (مصنف بہار شریعت) کا عرس مبارک زیر سرپرستی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز اللہ کے مقدس کلام قرآن مجید سے ہوا، بعدہ مناظر اہل سنت قاطع شرک و بدعت حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے ۱۵/ منٹ تک حضور صدر الشریعہ اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ کے فقہی مقام کے موضوع پر زبردست تقریر فرمائی، پھر خود مفتی صاحب نے انگلینڈ سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرت مفتی زاہد حسین کو سامعین کے روبرو کرایا، موصوف گرامی قدر نے مختصر وقت میں انگریزی زبان میں غیر مقلدین وہابی دیوبندیوں کا رد کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ کی تصنیف کردہ کتاب بہار شریعت و شہزادۂ صدر الشریعہ حضور محدث کبیر کی حیات و خدمات کے تعلق سے بھرپور خطاب کیا۔ 12:30 منٹ پر قل شریف ہوا، قل شریف کے بعد ممبر آف پارلیمنٹ علامہ غلام رسول بلیاوی تشریف لائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے بہترین خطاب کیا۔ بعدہٗ جامعہ ہذا سے فارغ ہونے والے علمائے کرام، حفاظ اور قراء کی حضور محدث کبیر کے مقدس ہاتھوں سے دستار بندی کی گئی۔ حضور محدث کبیر ہی کی دعا پر اس مقدس عرس پاک کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: محمد احمد برکاتی، طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

रहे, उन्होंने इमाम अहमद रज़ा से एक मसला दरयाफ़्त किया था, जिसका जवाब उनके लिए सिराते मुस्तक़ीम साबित हुआ, बताइये वह मसला क्या था?

जवाब : ज़विल अरहाम की सिन्फ़े राबअ् का हुक्म।

सवाल न. 39 : बताइये उन्होंने यह मसअला इमाम अहमद रज़ा से दरयाफ़्त करने के क़ब्ल किस–किस से दरयाफ़्त किया था?

जवाब : देवबन्द, सहारनपुर, देहली, व दीगर तमाम इल्मी मराकिज़ से ।

सवाल न. 40 : बताइये इस मसअले का ताअल्लुक़ किस इल्म से था?

जवाब : इल्मे मीरास से।

सवाल न. 41 : मौलाना अब्दुल हई लखनवी ने नोट में सूद की तहक़ीक़ पर एक फ़तवा तहरीर किया था, बताइये इमाम अहमद रज़ा ने कितनी वजहों से रद किया था?

जवाब : 120 वजहों से।

सवाल न. 42 : मौलवी रशीद अहमद गंगोही की तहक़ीक़ यह है कि नोट इस सोने चाँदी की रसीद है जो हुकूमत के पास महफ़ूज़ है, बताइये इमाम अहमद रज़ा ने कितनी वजहो से रद किया?

जवाब : 20 वजहों से।

सवाल न. 43 : मौलवी अशरफ़ अली थानवी का फ़तवा है कि आँ हज़रत सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम के नाम पर अंगूठा चूमना नाजाइज़ है, बताइये इमाम अहमद रज़ा ने इस फ़तवे को कितनी वजहों से रद किया है?

जवाब : 30 से ज़ाइद वजहों से।

सवाल न. 44 : बाज़ औरते बुर्ज़ुगों के मज़ारात पर हाज़री देती है, बताइये उनका यह अमल आला हज़रत की नज़र मे क्या है?

जवाब : गुनाह।

सवाल न. 45 : लोगों का मज़ारात को बोसा देना आला हज़रत की नज़र में क्या है?

जवाब : अहवत मना है यानी बचना ज़्यादा अच्छा है।

सवाल न. 46 : बाज़ लोग मज़ार का तवाफ़ ताज़ीम की नियत से करते हैं इस अमल को इमाम अहमद रज़ा क्या समझते हैं?

जवाब : नाजाइज़ है।

सवाल न. 47 : बाज़ लोग क़ब्रों के ऊपर ऊद व लोबान या चिराग़ वग़ैरा जलाते हैं बताइये इस बारे में आलाहज़रत का क्या इरशाद है?

जवाब : आपने इस अमल से मना फ़रमाया है।

सवाल न. 48 : इमाम अहमद रज़ा में मुजतहिद फ़िल मसाइल की तमाम ख़ुसूसियात पाई जाती हैं। बताइये यह अलफ़ाज़ किस आलिमे दीन ने आला हज़रत की शान में बयान किये हैं?

जवाब : अल्लामा ग़ुलाम रसूल सईदी।

सवाल न. 49 : आलाहज़रत के बाज़ फ़तवे तहक़ीक़ व तदक़ीक़ के ऐसे आला मक़ाम पर फ़ाइज़ हैं जिन से इजतेहाद का रंग झलकता है। इमाम अहमद रज़ा को ख़िराजे अक़ीदत पेश करते हुए यह अलफ़ाज़ किसने अदा किये?

जवाब : मौलाना अब्दुल हकीम शाहजहाँपुरी ने।

सवाल न. 50 : बताइये फ़तावा रज़विया कितनी जिल्दों पर मुश्तमिल है?

जवाब : 12 जिल्दों पर।

सवाल न. 51 : इमाम अहमद रज़ा की फ़िक़ही मसाइल पर मुश्तमिल मारकतुल आरा तसनीफ़ का नाम बताइये?

जवाब : फ़तावा रज़विया।

सवाल न. 52 : फ़तावा रज़विया की ज़ख़ामत बताइये?

जवाब : तक़रीबन 12 हज़ार सफ़ात।

सवाल न. 53 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने सबसे पहला फ़तवा किस तारीख़ और सन् में दिया था?

जवाब : 14 शाबानुल मुअज़्ज़म, 1286 हिजरी मुताबिक़ 1869 ईसवीं।

सवाल न. 54 : बताइये मसनदे इफ़्ता पर फ़ाइज़ होते वक़्त इमाम अहमद रज़ा की उम्र कितनी थी?

जवाब : सन् ईसवीं के मुताबिक़ 13 साल और सन् हिजरी के मुताबिक़ 14 साल।

(जारी है ——)

सिलसिले में मौलाना अब्दुल बारी फ़िरंगी महली ने इस्लामी फ़िक्ह के मुसल्लमा उसूल की क्या ख़िलाफ़ वर्ज़ी की थी?

जवाब : "वायसराय हिन्द से चन्द शराइत पर सुलह कर ली थी, जिनमें से एक यह भी थी कि चूँकि मस्जिद की सतह ज़मीन से कई फ़िट बलन्द है इसलिए जिस जगह ग़ुस्लख़ाने वाक़ेअ थे वह बदस्तूर तामीर कर लिए जाएंगे लेकिन नीचे की ज़मीन पर फुटपाथ बना दिया जाएगा, ताकि लोग इस पर से गुज़र सके और यही इस्लामी फ़िक्ह के उसूलों की सरीह ख़िलाफ़ वर्ज़ी है (बाहवाला अमाल नामा, अज़सर रज़ा अली सफ़ा तीन सौ पच्चीस)।

सवाल न. 27 : बताइये

المجمل المعدد التاليفات المجدد

के मुताबिक़ फ़ाज़िले बरेलवी ने सबसे ज़्यादा किस इल्म की तहरीर फ़रमाई हैं?

जवाब : इल्मे फ़िक्ह पर।

सवाल न. 28 : बताइये इस इल्म के तहत इमाम अहमद रज़ा के तहरीर करदा कुतुब व रसाइल की कितनी तादाद लिखी गई है?

जवाब : एक सौ पचास।

सवाल न. 29 : इमाम अहमद रज़ा का एक नादिर अंग्रेज़ी फ़तवा जो 28 मई 1908 ईसवीं को रंगून (बर्मा) के एक मुफ़्ती मुहम्मद क़ादिर ग़नी के इस्तिफ़ता (मुरसला 29 मई 1908 ईसवीं) के जवाब में लिखा गया, बताइये इस फ़तवे में किस मौज़ू पर बहस की गई?

जवाब : मुतावल्ली और वक़्फ़ बोर्ड के इख़्तियारात से।

सवाल न. 30 : बताइये यह फ़तवा इमाम अहमद रज़ा पर शाय होने वाले किस मुजल्ले में शामिले इशाअत हैं?

जवाब : मारिफ़े रज़ा कराची।

सवाल न. 31 : बताइये यह फ़तवा किस फ़ाज़िले मुहक्क़िक़ के शुक्रिया के साथ शाय किया गया है?

जवाब : प्रोफ़ेसर डा. मसऊद अहमद, पीएचडी के शुक्रिया के साथ।

सवाल न. 32 : रियाज़ यूनीवर्सिटी के उस प्रोफ़ेसर का नाम बताइये, जो इमाम अहमद रज़ा के एक अरबी फ़तवे को पढ़कर उनके गाईबाना मद्दाह हो गये यानी बिना देखे ही उनकी तारीफ़ करने लगे?

जवाब : प्रोफ़ेसर अबुल फ़तह साहब।

सवाल न. 33 : इमाम अहमद रज़ा पूरे 54 बरस मसनदे इफ़ता पर फ़ाइज़ रहे, बताइये मौलाना शाह हसनैन रज़ा ख़ाँ के हिसाब के मुताबिक़ आपने औसतन फ़ी दिन कितने सफ़हात तहरीर फ़रमाए?

जवाब : छप्पन।

सवाल न. 34 : अंजुमन हिमायतुल इस्लाम लाहौर ने इमाम अहमद रज़ा से तर्के मवालात के सिलसिले में एक फ़तवा लिया था, बताइये उस वक़्त अंजुमन के जरनल सिक्रेट्री कौन थे?

जवाब : डा. इक़बाल।

सवाल न. 35 : बताइये डा. इक़बाल ने इस फ़तवे का हुसूल किसके सुपुर्द किया था?

जवाब : मौलवी हाकिम अली प्रोफ़ेसर इस्लामिया साइंस कालिज लाहौर।

सवाल न. 36 : शबे मेराज आँ हज़रत सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम के नालैन समीद अर्श पर जाने वाली रिवायत के बारे में इमाम अहमद रज़ा ने क्या तहरीर किया है?

जवाब : यह रिवायत महज़ बातिल व मौज़ू है।

सवाल न. 37 : सफ़र के आख़री चहार शंभा (आख़री बुद्ध) के मुतअल्लिक़ अवाम में मशहूर है कि इस रोज़ आँ हज़रत सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम ने मर्ज़ से सेहत पायी थी, बताइये इस बारे में आलाहज़रत का क्या इरशाद है?

जवाब : आख़री चहार शंबा की कोई असल नहीं, न इस दिन सेहतयाबीए हुज़ूर का सबूत मिलता है बल्कि मर्ज़े अक़दस जिसमें वफ़ाते मुबारक हुई उसकी इब्तिदा (शुरूआत) इसी दिन से बताई जाती है।

सवाल न. 38 : मुफ़्ती सिराज अहमद जो कि इब्तिदाई तालीम से आख़ीर तक वहाबी मसलक का प्रचार करते

सवाल न. 12 : मियाँ नज़ीर हुसैन की किताब मेअ्यारुल हक़ का रद एक और सुन्नी आलिम ने किया है, आप उस आलिम का नाम बता दीजिए नीज़ किताब भी?

जवाब : मौलाना इरशाद हुसैन रामपुरी इनतिसारुल हक़ के नाम से।

सवाल न. 13 : क़ब्र पर अज़ान देने के जवाज़ में आलाहज़रत ने एक रिसाला क़लमबन्द फ़रमाया है, बताइये उस रिसाले का नाम क्या है?

जवाब :(ईज़ानुल अजर फ़ी आज़ानेल क़ब्र)।

सवाल न. 14 : बताइये यह रिसाला कब और किस ज़बान में लिखा गया?

जवाब : 1307 हिजरी को उर्दू में।

सवाल न. 15 : बताइये जिल्द सोम फ़तावा रज़वीया कितने फ़तवों और रिसालों पर मुश्तमिल है?

जवाब : 842 फ़तवों और 27 रिसालों पर।

सवाल न. 16 : बताइये फ़तावा रज़विया जिल्द चाहारुम कितने फ़तवों और रिसालों पर मुश्तमिल है?

जवाब : 442 फ़तवों और 27 रिसालों पर।

सवाल न. 17 : बताइये किस रिसाले को देख कर बक़ौल अल्लामा अबू सालेह मुहम्मद फ़ैज़ अहमद उवैसी, अल्लामा अैनी और असक़लानी का गुमान होता है?

जवाब : (बरीक़ुल मिनार बेशुमू इल मज़ार)।

सवाल न. 18 : 1318 हिजरी 1900 ईसवीं में देहली से फ़ाज़िले बरेलवी के पास एक इस्तिफ़्ता आया था कि "क्या यह सच है कि आँ हज़रत न अपने ख़ातिमा का हाल जानते थे और न अपनी उम्मत के ख़ातमें का" बताइये इसके जवाब में उन्होंने कौन सा रिसाला तहरीर फ़रमाया था?

जवाब : انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ (इम्बाउल मुस्तफ़ा)

सवाल न. 19 : "फ़िक़्हे हनफ़ी और उसकी जुज़यात पर मौलाना अहमद रज़ा ख़ाँ को जितना उबूर हासिल है उसकी नज़ीर शायद ही कहीं मिले" बताइये यह हिन्दुस्तान के किस फ़क़ीह का एतराफ़े हक़ीक़त है?

जवाब : मौलाना अब्दुल हई लखनवी का "बा हवाला नुज़्हतुल ख़्वातिर जिल्द हशतुम सफ़ा 41"।

सवाल न. 20 : मौलाना सलामत उल्लाह रामपुरी की किताब इलामुल अज़किया के बारे में मक्का के किस बड़े आलिम ने आलाहज़रत से इस्तिफ़सार किया था?

जवाब : मुफ़्ती हनफ़िया शैख़ सालेह कमाल ने।

सवाल न. 21 : बताइये यह किसने कहा था अगर अल्लाह तआला हिन्दुस्तान में अहमद रज़ा बरेलवी को पैदा न फ़रमाता तो हिन्दुस्तान में हनफ़ियत ख़त्म हो जाती?

जवाब : मौलाना सय्यद ज़करिया शाह साहब बिन्नौरी पेशावरी ने।

सवाल न. 22 : बताइये मौलाना ज़करिया कराची के किस मशहूर आलिमे दीन के वालिद मुहतरम थे?

जवाब : मौलाना सय्यद यूसुफ़ शाह बिन्नौरी देवबन्दी के।

सवाल न. 23 : "वाक़िया मस्जिद कानपुर" के सिलसिले में मौलाना अब्दुल बारी फ़िरंगी महली ने इस्लामी फ़िक़्ह के मुसल्लमा उसूल वक़्फ़ बिल एवज़ या बिला एवज़ क़ाबिले इंतेक़ाल नहीं है" की सरीह ख़िलाफ़ वर्ज़ी की थी, जिस पर आलाहज़रत ने एक तरदीदी रिसाला तहरीर फ़रमाया था, बताइये किस नाम से?

जवाब : (इहानतुल मुतवारी)।

सवाल न. 24 : इसी सिलसिले में आलाहज़रत ने एक रिसाला और तसनीफ़ फ़रमाया था, आप नाम बताइये?

जवाब : क़ामिउल वाहियात।

सवाल न. 25 : बताइये वाक़िया मस्जिद कानपुर से क्या मुराद है?

जवाब : इम्प्रूवमैंट ट्रस्ट कम्पनी कानपुर में 3 जुलाई 1913 ईसवीं को शहर की सड़क कुशादा करने के लिए मछली बाज़ार की जामा मस्जिद के मशरिक़ी हिस्से को शहीद कर दिया था। इस पर एहतेजाज करने वाले मुसलमानाने कानपुर पर 3 अगस्त 1913 ईसवीं को गोलियाँ चलाई गयीं थी, उसे वाक़िया मस्जिदे कानपुर कहा जाता है।

सवाल न. 26 : बताइये वाक़िय' मस्जिदे कानपुर के

अहमद के आप के कौन से दो रसाइल का मुताअला करना चाहिए?

जवाब : منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین और حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین

सवाल न. 63 : बताइये उन दोनों का सने तालीफ़ किया है, नीज़ ज़बान भी बताइये?

जवाब : अलत तरतीब 1301 हिजरी और 1331 हिजरी उर्दू।

फ़िक़्हिय्यात

सवाल न. 1 : इमाम अहमद रज़ा ने नदवा के रद में एक फ़तवा तहरीर फ़रमाया था, जिस पर उलमाए मक्का ने अपनी तक़रीज़ात लिखी थी, बताइये यह फ़तवा कब तहरीर किया गया था?

जवाब : 1316 हिजरी को।

सवाल न. 2 : यही फ़तवा मय तर्जमा के बम्बई से भी छपा था, बताइये कब?

जवाब : 1317 हिजरी को।

सवाल न. 3 : आलाहज़रत ने जब अपनी जिन्दगी का सबसे पहला फ़तवा तहरीर किया था तो बाताइये आपके वालिद ने आपको बतौर इनाम क्या दिया था?

जवाब : एक रुपया मिठाई खाने के लिए।

सवाल न. 4 : बाज़ हज़रात ने सियाह ख़िज़ाब का दाढ़ी में इस्तेमाल जाइज़ बताया था। इसके जवाब में आलाहज़रत ने एक रिसाला तसनीफ़ किया था, क्या आप उस रिसाले का नाम बता सकते हैं?

जवाब : (حک العیب فی حرمة تسوید الشیب)
(हक्कुल अैब फ़ी हुर्मते तसवीदि श्शैब)।

सवाल न. 5 : बताइये यह रिसाला कब तसनीफ़ किया गया था, नीज इसकी ज़बान भी बताइये?

जवाब : 1307 हिजरी उर्दू।

सवाल न. 6 : बाज़ लोग आज़ाए वुज़ू पोछने से सवाब जाते रहने का फ़तवा देते हैं, आलाहज़रत ने इसके जवाब में एक रिसाला क़लमबन्द फ़रमाया है, बताइये किस नाम से?

जवाब : تنویر القنادیل فی اوصاف المندیل
(तनवीरुल क़िन्दील फ़ी औसाफ़िल मिन्दील)।

सवाल न. 7 : बताइये आलाहज़रत के किस रिसाले के बारे में मौलाना अबू सालेह मुहम्मद फ़ैज़ अहमद उवैसी ने लिखा है कि ''क्या अर्ज़ करूँ ख़ौफ़े तवालत इजाज़त नहीं देता, वरना आलाहज़रत के सिर्फ़ इसी एक रिसाले पर बहस करूँ तो बेफ़ज़्लिही तआला ''फ़तावा रज़वीया जिल्द अव्वल'' जितनी सही तहरीर पेश कर दूँ और फिर भी आख़ीर में यही लिखना पड़ेगा कि ''हक़ तो यह है कि हक़ अदा न हुआ''

जवाब : بارق النور فی مقادیر ماء الطہور
(बारेक़ुन नूर फ़ी मक़ादीरे माइत तहूर)।

सवाल न. 8 : बताइये फ़तावा रज़विया जिल्द दोम कितने फ़तवों और रसाइल पर मुश्तमिल है?

जवाब : 388 फ़तवों और सात रसाइल पर।

सवाल न. 9 : बताइये आलाहज़रत के किस रिसाले को देखकर अल्लामा अबू सालेह मुहम्मद फ़ैज़ं अहमद उवैसी ने फ़रमाया था कि ''असलाफ़ (पिछले ज़माने के उलमा) में से किसी ने उस मौज़ू पर क़लम नहीं उठाया, और अख़लाफ़ (आने वाले ज़माने के उलमा) से तो क्या उम्मीद हो सकती है?

जवाब : (जमानुत ताज फ़ी बयानेस सलाते क़ब्लल्मेराज)।

सवाल न. 10 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जो मियाँ नज़ीर हुसैन की तसनीफ़ ''मेअ्यारुल हक़'' का रद है?

जवाब : حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین
(हाजिज़ुल बहरैन)।

सवाल न. 11 : बताइये यह किसने कहा था कि अगर उस वक़्त (गैर मुक़ल्लिद) मियाँ नज़ीर हुसैन जिन्दा होते और उनके दिल में ख़ुदा का ख़ौफ़ होता तो आलाहज़रत के क़दम चूम लेने को अपनी सआदत मंदी समझते?

जवाब : अल्लामा अबू सालेह मुहम्मद फ़ैज़ अहमद उवैसी।

(किस्त–6)

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा क्विज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची
पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाज़ार संदल खां, बरेली शरीफ

सवाल न. 52 : बताइये यह तसनीफ़ कब और किस ज़बान में तहरीर फ़रमाई?

जवाब : 1312 हिजरी उर्दू में।

सवाल न. 53 : 1312 हिजरी में हिन्दुस्तान के बाज़ शहरों में सख़्त क़हत पड़ा और वबा का हमला हुआ। लोगों ने ख़ैरात व सदक़ात के ज़रिये इस मुसीबत से छुटकारा हासिल करने की तदबीरें कीं, लेकिन बाज़ हज़रात ने इस अमले ख़ैर को ग़ैर मुस्तहसन क़रार दिया, जिसके जवाब में आलाहज़रत ने बज़बान उर्दू 28 अहादीस पर मुशतमिल एक रिसाला तसनीफ़ फ़रमाया, आप नाम बता दीजिए?

जवाब : (رد القحط والوباء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء)

सवाल न. 54 : आलाहज़रत के उस रिसाले का नाम बताइये जिसमें सैकड़ों हदीसों से साअ, मुद, रितल, इसता व मिसक़ाल के औज़ान (वज़न) बताए गये हैं?

जवाब : (بارق النور فی سفاریر برساء الطهور)

सवाल न. 55 : बताइये आलाहज़रत की किताब (हयातुल मवात) (रुहों की दुनिया) में कितनी अहादीस पेश की गई हैं?

जवाब : तीन सौ से ज़ाइद।

सवाल न. 56 : बताइये अमामा बांधने के मसाइल व फ़ज़ाइल के मौज़ू पर आलाहज़रत से किस बलन्द पाया मुहद्दिस ने आपसे एक सवाल पूछा था और जिसके जवाब में आपने बीस से ज़्यादा अहादीस बयान फ़रमाई थी?

जवाब : हज़रत वसी अहमद मुहद्दिसे सूरती ने।

सवाल न. 57 : हम मौलाना अनवर शाह कशमीरी शैख़ुल हदीस दारुल उलूम देवबन्द से दौराए हदीस पढ़ रहे थे कि दौराने सबक़ किसी तालिबे इल्म ने हाज़िर व नाज़िर के मुतअल्लिक़ बहस छेड़ दी, इस पर मौलाना साहब इन्कार के दलाइल देने लगे, इस पर किसी तालिब इल्म ने कहा कि बरेली के मौलवी अहमद रज़ा तो हाज़िर व नाज़िर के मुस्बित पहलू के क़ाइल हैं। मौलाना कशमीरी ने फ़रमाया "पहले अहमद रज़ा तो बनों, फिर यह मसला ख़ुद व ख़ुद समझ में आ जाएगा" बताइये यह रिवायत किसकी है?

जवाब : फ़ाज़िल देवबन्द मौलाना क़ाज़ी अल्लाह बख़्श लियाक़त पुरी की (वाज़ेह रहे कि क़ाज़ी साहब देवबन्दी अक़ाइद के मुबल्लिग़ हैं और लियाक़तपुर रहीम यार ख़ाँन में मुक़ीम हैं) गोया तादमे तहरीर बक़ैदे हयात हैं।

सवाल न. 58 : आलाहज़रत ने सनदे हदीस मुसलसल तीन वास्तों से हासिल की थी, बताइये उसका मुफ़स्सल ज़िक्र किस किताब में मिलता है?

जवाब : الاجازة الرضويه में सफ़ा 62 से 85 तक।

सवाल न. 59 : बताइये आलाहज़रत ने कितनी मुख़्तलिफ़ सनदें तहरीर फ़रमाई हैं जो साहिबे इजाज़त के नाम और मरतबा के लिहाज़ से मामूली तरमीम व इज़ाफ़ा के साथ इनायत की जाती थीं?

जवाब : सात।

सवाल न. 60 : बताइये हरमैन शरीफ़ैन के कितने साहिबाने इल्म व फ़ज़्ल को आलाहज़रत ने इजाज़तनामे मरहमत फ़रमाए थे?

जवाब : तक़रीबन बत्तीस साहिबाने इल्म व फ़ज़्ल को।

सवाल न. 61 : क्या आप ज़बानी इजाज़त पाने वालों की तादाद बता सकते हैं?

जवाब : जी नहीं उनकी तादाद का इल्म नहीं है।

सवाल न. 62 : अगर इमाम अहमद रज़ा की इल्मे हदीस में वुस्अते इल्मी देखनी हो तो बक़ौल मुफ़्ती सिराज

the unanimous meaning of خاتم النبیین by considering it to be the thought of laymen (illiterate) and to say again emphatically to support the refutation as:...

کہ تقدم و تاخر زمانی مین بالذات کوئی فضیلت نہیں

"That being early or late in time has no virtue in person"

And then, to raise the Preamble that:

کہ اگر بالفرض آپ کی زمانہ میں آپ کی بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔

"Suppose if should any Nabi be confirmed in the age of His Holiness (The Prophet) or thereafter, even then it won't affect the Finality of (Syedna) Muhammad in Prophet-hood (Khatamiat e Muhammadi)"

The Author must declare whether the personal probability (Imkaan-e-Zaati) is pronounced in this very way or is it the occurring likelihood? And if it is the occurring ikelihood (Imkaan-e- Waqooi) and indeed it is, so how could the statement by the author be right whereby he mentions that all 'agree about the actual result' (i.e. whereas the deobandis are not agreeing by way of their clear reje- ction as we have already explained and will further explain)

By him saying that all agree means that سب اس کو ممتنع بالغیر مانتے ہیں everyone considers that it is Mumtina bil Ghair (impossible).

The author had admitted previously in his article as follows: "Muhammad is not the father of any of your men, but the Messenger of Allah and the Seal of the Prophets. Where the word Khatam or Seal in Arabic, when anne- xed (mudaf) to a series, as in the expression "Seal of the Prophets", can only mean the final member of that series through which it is complete and after which nothing may be ad- ded. This is the only possible lexical sense of the word in the context". (Page: 20)

Is this not a clear admission that no other meaning of "Khatam al Nabieen" is possible? So bearing "Khatam al Nabieen" in mind, what is the capacity of the authors words which he has said before: "Though hypothetically possible (Jaiz aqli),"

Regardless with the meaning of "Khatam al Nabieen", suppose there should be an escape from the infidelity charge, but which believer is supposed to ignore the meaning of "Khatam Al Nabieen"? Hence, the meaning of "Khatam al Nabieen" is regarded and exists in the mind and heart of every Momin all the time. So in spite of this, how could it be considered as intellectually possible?

The author after declaring the possible meaning of "Khatam al Nabieen" is saying as follows: "Were there any doubt about this, it is also unanimously agreed upon by scholarly consensus (ijma') and explicitly stated by the Prophet himself (Allah bless him and give him peace) in many rigorously authenticated (Sahih) Hadiths, such as that in the

would have been a Nabi or should he say that the Prophecy wasn't related to Nabi صلی اللہ علیہ وسلم, so in all cases he will be Kaafir and it is obvious that there is no difference between both conditions whether should he wish by mouth or by heart. (Al Ailam Pg 26) I (Sayyidi Akhtar Raza) have to say that saying "obvious" here doesn't mean that there is likelihood of any other aspect, so at this place, the technical sense is not intended by saying obvious, but the literal meaning which is prono- unced in the state of certainty is inte- nded, i.e. this issue is so clear that it never needs expression].

This comprehensive phrase includes many issues in brief. In the meantime, it expressed that meaning of the said phrase of "Al Iqtisad" which was well grounded (discussed in detail) by "Al Iqtisad". Hence, it must be admitted by the author and it is indeed an agreement against him as "Al Iqtisad" is a reliable book to him.

If the author has not looked, then he must look now that "Al Iqtisad" mentioned so many interpretations to the meaning of "خاتم النبیین" which seems apparently to be acceptable, however "Al Iqtisad" totally rejected all of them. Then how may the said interpretation by Nanotvi be regarded as accep- table? Again, is it interpretation or is it a conversion?

How could it be right to consider it as an interpretation, whereas, the suppo- sed interpretation is not understanda- ble in any way through the meaning of "خاتم النبیین"? Again through his improper interpretation, not even (i.e. not only) the refutation of finality of Prophecy, and the refusal of evident Ahadith, and the rejection of coalition takes place, but the refusal of the Prophe- thood of the previous Prophets as well comes to light, because Qasim Nano- tvi himself wrote the summary of this interpretation as saying that, He (Peace be upon him) is a Nabi perso- nally and others are crosswise (Bil Arz) Nabi. Is it not the clear sense through this word that "Ambia" are not attributed with Prophecy really; it is a crosswise attribute to them. The Author must declare whether the crosswise quality is an attributive adjective of the person or that the person is not attributed really to that quality, like in the case of the cross- wise movement of a person sitting in a sailing boat, as the movement in actuality is in the boat and the sitting person seems moving. So why then is Qadyani charged with infidelity, whereas Deobandis remain Muslim, although both are refuters of the Quran and Hadith, deniers of coaliti- on, and both are disbelieving the Pro- phecy of other Prophets?

The author declared the likelihood in person very emphatically, but is it the very same likelihood in person which is used to refute

Part (7)

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: HUZOOR SAYYIDI TAAJUSH SHARIAH ALLAMA MUFTI
Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

(Cont..........)

And he must declare the ruling of Shariah regarding himself in sight of this phrase. (In other words, according to this, amongst which group (sect - Firqa) he is? Hence, both the views are contrary, so how could it be right to say: "These are right and those are right as well"? And what sign and trace of intrinsic possibility (اِمکان ذاتی) bearing the meaning of "خاتم النبیین" does he have in mind? That is why Imam Ahmed Raza has written in his knowledgeable book" المستند المعتمد":

وهو معدوم بلحاظ خاتم أى إمكانا وقوعيا، ففيه الكفر لتكذيب النص وإنكار ما هو من ضروريات الدين، أما الذاتى فلا يحتمل الإكفار بل هو ههنا صحيح، وإن بطل فى تعدد خاتم النبيين لأن الآخر بالمعنى الموجود ههنا لا يقبل الاشتراك عقلا. ص 120

That is inexistent, bearing the "Khatam's" meaning in the mind i.e. the occurrence of possibility is inexistent as the infidelity is because of the refutation of the verse, and refusal of what is counted among the Essential Islamic Principles. However, the possibility in person never has the likelihood of the infidelity charge, but it is right (correct) here, even if it is false in sight of "خاتم النبیین" because the mea- ning of the word "last" which has to be regarded here does never accept participation into intellect.

In order to support the statement of "Al Iqtisad", we are just quoting here one phrase from the book written by Imam Ibn Hajr Makki called "Al-Ailam":

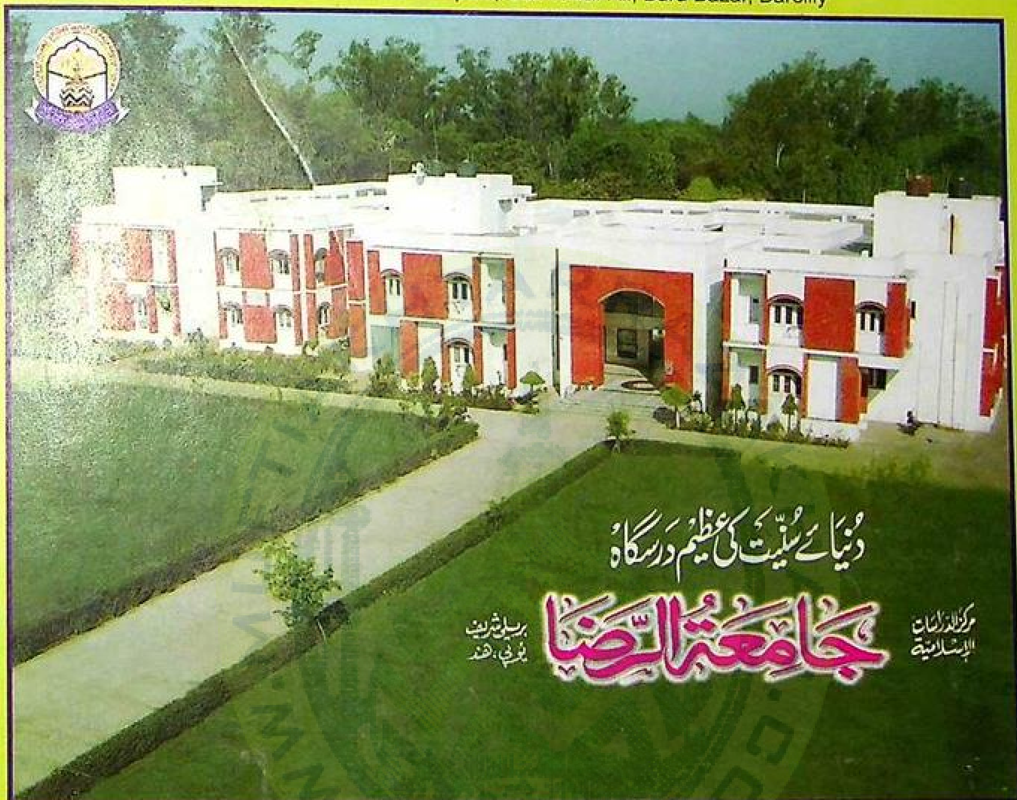
ومن ذلك أيضا تكذيب نبى أو نسبته تعمد كذب إليه أو محاربته أو سبه أو الاستخفاف به، ومثل ذلك كما قاله الحليمي ما لو تمنى فى وقت نبى من الأنبياء أنه هو النبى دون ذلك النبى، أو فى زمن نبينا أو بعده أن لو كان نبيا أو أنه صلى الله عليه وسلم لم تكن النبوة به فيكفر فى جميع ذلك، والظاهر أنه لا فرق بين تمنى ذلك باللسان أو القلب)الإعلام :ص26)

It is included in the very issues, which are considered to be infidelity to refute any Nabi or to blame him for telling a lie knowingly, or to fight with him or swear him or to belittle him, and it is similar to this as Haleemi stated: "Someone wishes in the time of a Nabi that he would have been a Nabi instead of that Nabi, or should he say during the life time of our Nabi, or there after that he

Mahnama
Sunni Duniya
82, Saudagran, Bareilly -234003 **Editor: Asjad Raza Khan**

Title Code : UPMUL00639
RNI Ref. No. 1279986
Sep.- 2016
Rs. 20/-

United Printers Hamidi Complex, Gali Wazir Ali, Bara Bazar, Bareilly



اہم خوش خبری

ہمیں تمامی قارئین سنی دنیا کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی سرپرستی اور علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا قادری کی ادارت میں شائع ہونے والا ''ماہنامہ سنی دنیا'' ہر مہینے انٹرنیٹ پر ہماری مرکزی ویب سائٹ www.aalaahazrat.com پر پڑھ سکتے ہیں۔

Under Management | **باہتمام**

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲، سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

اکتوبر ۲۰۱۶ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف



اسلامی

نیا سال مبارک ہو

مدیرِ اعلیٰ مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

محمد قمر الزماں

یادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ القوی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

مجلس ادارت

مجلس مشاورت

شمارہ نمبر ۱۰

جلد نمبر ۱

فی شمارہ ۲۰/ روپے

زر سالانہ ۲۴۰/ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش ۱۰۰۰/ روپے

دیگر ممالک ۳۵/ امریکی ڈالر

لائف ممبرشپ (اندرون ملک) ۵۰۰۰/ روپے

پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش ۱۰۰۰۰/ روپے

لائف ممبرشپ (دیگر ممالک) ۵۰۰/ امریکی ڈالر

اکتوبر ۲۰۱۶ء / محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دو پہر ۱ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

موبائل نمبر 9259089193
9411090486

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

○

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲/ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.)

Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون

E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com

nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے یونائیٹیڈ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

اشاریہ

التماس

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر رسالہ میں کوئی شرعی یا ادبی خامی نظر آئے تو موبائل نمبر 9411090486 پر مدیر رسالہ کو ضرور اطلاع فرمائیں

اداریہ

اسلامی سال نو! مبارک ہو

عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

قارئین کرام! سب سے پہلے صمیم قلب سے ہم آپ کو اسلامی سال نو کی ڈھیر ساری مبارک بادیاں پیش کرتے ہیں۔

قارئین! اس وقت ۱۴۳۷ھ ہم سے رخصت ہو رہا ہے اور اسلامی سال نو ۱۴۳۸ھ کی آمد آمد ہے، شوسل میڈیا پر اسلامی سال نو کی مبارک بادیوں کی نوع بنوع خوشنما گریٹنگس دیکھ کر دل کو تسلی ہو رہی ہے کہ کم از کم ہمیں اسلامی ماہ و سال یاد تو ہیں، ورنہ انگریزی سال نو کی خوشیاں منانے میں ہم ایسے مگن ہیں اور انگریزی ماہ و سال اور تاریخیں ایسی ہماری زندگی کا لازمہ بن گئیں ہیں کہ ہم اپنے ماہ و سال اور تاریخوں کو لگ بھگ بھول سے گئے ہیں، ہم میں سے کتنے ایسے لوگ ہیں جنھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ کون سن ہجری ہے؟ کون سا مہینہ اور کون سی تاریخ ہے؟ انھیں عمل میں لانا تو دور کی بات ہے۔

مانا کہ حکومتی اداروں اور دفاتر کے ساتھ ہی ہماری روزمرہ کی زندگی میں انگریزی ماہ و سال کا چلن اس قدر عام ہو گیا ہے کہ اس سے مفر محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے پھر بھی ہم اپنے یہاں اپنے اداروں، تنظیموں، کتابوں، رسالوں، دعوت ناموں، پمفلٹوں اور پوسٹروں میں تو اسلامی ماہ و سال اور تاریخ کا التزام کر ہی سکتے ہیں، جب اہل علم و قلم اور ادارے اس کا اہتمام کرنے لگیں گے تو رفتہ رفتہ عوام میں بھی بیداری آئے گی، اس طرح اسلامی ماہ و سال اور تاریخ بھی ہماری روز مرہ کی زندگی میں شامل ہو جائے گی اور اس طرح ہم معدوم ہو رہی ایک اسلامی شناخت کو بچانے میں کامیاب ہو سکیں گے، جو دراصل بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری بھی ہے، آئیے ہم یہ عہد کریں کہ ہم اپنے تمام معمولات میں جہاں تاریخوں کا اندراج ہوتا ہے، لازمی طور پر اسلامی ماہ و سال اور تاریخوں کا خصوصی التزام کریں گے۔

قارئین کرام! رخصت ہو رہا یہ اسلامی سال ہمیں گزشتہ دنوں کے احتساب کا پیغام بھی دے رہا ہے کہ ہم نے اس سال کیا کھویا اور کیا پایا؟ کیسی کیسی عظیم ہستیاں ہم سے رخصت ہوئیں، کون کون سی عبقری شخصیات کا نمود ہوا، اور کیسے کیسے مہلک فتنوں کا ظہور ہوا؟ ہم نے کون کون سی ترقیاں اور بلندیاں حاصل کیں اور کہاں کہاں تنزلی اور نقصانات کے شکار ہوئے۔

اس وقت ہمیں کن کن امور پر غور و خوض اور کون کون سا محاسبہ کرنا چاہیے، صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ الہادی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیں، ارشاد فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے ہمیں اپنی دینی حالت پر نظر ڈالنی ہے کیوں کہ ہر حیثیت سے دین ہمارے لئے ہر چیز پر مقدم اور سب سے زیادہ ضروری ہے، دین ہی کی وجہ سے ہم مسلمان کہلاتے ہیں، معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو کوئی حال ہو، وہ مسلمانوں کا حال نہیں اور اس کو مسلمانوں کی ترقی یا تنزلی نہیں کہا جا سکتا، مسلمانوں کی ترقی وہی ہو سکتی ہے جو مسلمان رہ کر حاصل کی جائے، اس لئے سب سے پہلے اسی پر نظر ڈالنی ہے کہ نعمت دین کی ہم نے کیسی قدر کی اور ہم اپنے پہلوں سے اس میں کہاں تک سبقت لے گئے۔

پچھلی صدی کے مسلمان بالعموم راسخ العقیدہ تھے، ان کے کان دین کے خلاف ایک ادنیٰ سی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے...... ان میں دینی غیرت و حمیت تھی، کیسی ہی ضد ہو، کیسے ہی اشتعال کا وقت ہو، کیسا ہی جوش غضب ہو، خدا اور سول کا نام سنا، دین کا کوئی حکم کان میں پڑا یا کسی عالم صالح یا درویش کی شکل دیکھی اور سر جھک گیا...... غیظ و غضب کے طوفان خیز سمندر میں سکوت کا عالم ہو گیا، استغفار پڑھنے لگے، جاہل عالموں سے، بدنیکوں سے، چھوٹے بڑوں سے شرماتے تھے ...... علما و مشائخ کی وہ کمال عزت کرتے تھے، حافظوں اور نیکوں کا ان کے دل میں احترام تھا، حاجیوں کی زیارت موجب ثواب جانتے تھے، اہل اللہ کی خدمت سعادت سمجھتے تھے، عالم کی زبان سے نکلا ہوا

کلمہ ان کے لئے ناقابل انکار سند ہوتا تھا، ان کی بحثیں ایک عالم کے قول پر ختم ہو جاتی تھیں...... بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں کی محبت ان کی خصلت تھی، والدین کی فرماں برداری، ہمسایوں اور اہل محلہ کے ساتھ ہمدردی ضروری سمجھتے تھے.......... عورتوں کے لئے پردہ فرض اور اپنی عزت جانتے تھے۔

دوسری اقوام پر مسلمانوں کی دینداری کا یہ اثر تھا کہ وہ ان کے دین کا احترام کرنے کے لئے مجبور تھے، ممکن نہ تھا کہ ہندو کسی مسجد کے سامنے باجہ بجا سکتے یا شور مچا سکتے...... دنیاوی حیثیت میں بھی وہ ہمسایہ قوموں پر امتیاز رکھتے تھے، زمینداری تقریباً کل کی کل مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی......... نخوت دغرور اور تکبّر کو وہ ناپسند کرتے تھے، دولت مند ہو کر بھی غریبوں کے ساتھ شرکت اور محبت وہمدردی کا برتاؤ ان کا طریقہ تھا...... ان کی دیانت وراست بازی شہرۂ آفاق تھی، یہ ضرب المثل تھا کہ یہ بات مسلمان نے کہی ہے، اس لئے ضرور سچی ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ گزشتہ صدی کے مسلمانوں سے موجودہ صدی کے مسلمان ہر حالت میں فائق ہوں کیوں کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور پچھلی نسلیں پہلوں سے بہتر ہوتی چلی جاتی ہیں مگر افسوس! مسلمان اس کے خلاف ہر حیثیت سے پستی ہی میں گرتے چلے گئے، ترقی کے شور تو بہت مچائے، ترقی ترقی کے راگ تو بہت گائے مگر راہ عمل وہ اختیار کی کہ تباہ ہوتے چلے گئے...... اپنے آپ کو دین وملت اور تہذیب وانسانیت کے قوانین سے باہر نکالنے اور خارج کر دینے کو حریت وآزادی کہنے لگے پھر جو کچھ انھوں نے کیا، اس کا انجام تباہی وبربادی کے سوا، اور کیا ہو سکتا تھا...... پہلے مسلمانوں کا دوسری اقوام پر رعب تھا، اس زمانہ کے مسلمانوں نے اپنے طرزِ عمل سے انھیں مسلمانوں پر جری کر دیا......... اسلام اور مسلمانوں کے حق میں غیر مسلم پریس نہایت دریدہ دہنی اور بے باکی سے دل آزار الفاظ لکھنے کا عادی ہے، روزانہ پرچے غیظ وغضب کے شعلہ بن کر نکلتے ہیں اور غیر مسلموں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلاتے ہی...... حضور پر نور سرور انبیا سید عالم ﷺ کی اہانتیں کی جاتی ہیں.... ذبیحہ گاؤ کو موقوف کر دینے کی تدبیروں میں وہ مصروف ہیں...... غیر مسلموں کی یہ تمام حرکات اس صدی کے مسلمانوں کی بے دینی اور بے غیرتی کا نتیجہ ہیں..... غرض اس صدی کے مسلمانوں کے طریق عمل نے مسلمانوں کو اس پستی میں پہنچا دیا کہ ہندوستان میں رہنا دشوار ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دین سے بے اعتنائی برت کر موجودہ صدی کے مسلمانوں نے دنیوی ثروت کس قدر حاصل کر لی اور وہ دنیا جس کے عشق میں دین سے بغاوت گوارہ کی تھی، ان کے پاس کتنی آ گئی؟ اور پچاس سال ترقی کی کوششیں کر کے انھوں نے کتنی ترقی کر لی، اس کا حال ظاہر ہے کہ باپ دادا کی چھوڑی ہوئی جاگیریں اور جائدادیں سب ہاتھ سے نکل گئیں، ان کا پچاسواں حصّہ بھی باقی نہ رہا، جو بڑی بڑی جاگیروں کے مالک اور بڑے زمین دار تھے، اب انھیں رہنے کے لئے ایک جھونپڑہ بھی میسر نہیں.... اسی کا نام حریت ہے اسی کو آزادی کہتے ہیں کہ پیسہ پاس نہ رہے، نان شبینہ کے محتاج ہو جائیں، عادتیں اس قدر خراب ہوئیں کہ باہم محبت وہمدردی بھول گئے، بہت سے ایسے کم نصیب ہیں جنھیں مسجد میں حاضر ہونا تو عمر بھر میسر نہ آیا ہوگا...... شراب، کوکین اور نشہ کی عادتوں نے صحت وتندرستی بھی خراب کر دی ہے، اچھے خصائل اور نیک عادات جوان کا طرۂ امتیاز تھے، ان سے جدا ہو گئے......... صحبتیں خراب، مطالعہ کے لئے کتابیں مخرب اخلاق، مشاغل تباہ کن، افعال ناقص۔

اس صدی کے (ہمارے) طرزِ عمل سے جو نتائج پیدا ہوئے، ان کا یہ ایک مختصر نقشہ ہے جو اس مقصد کے لئے سامنے لایا گیا ہے کہ ہر مسلمان اس پر غور کرے کہ موجودہ صدی میں جو ہمارا طرزِ عمل رہا وہ نہایت مضر ہوا، اب ہمیں اس سے سبق لینا چاہئے اور پچھلے مسلمانوں کے قدم بقدم چل کر اپنے آپ کو ان مصائب وآفات سے بچانا چاہئے اور دین اسلام پر اس سرعت سے سر جھکانا چاہئے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ہماری حالت کم از کم تیرھویں صدی کے مسلمانوں کی مثل ہو جائے۔،، ملخصاً۔

(یادگار رضا، بابت ماہ ذی الحجہ ومحرم ۱۳۴۹ و ۵۰ھ، ص ۹ تا ۱۶)

حضور صدر الافاضل کے مبنی بر حقیقت یہ الفاظ ہمیں بار بار غور وخوض کی ترغیب دے رہے ہیں کہ آج ہم نے ترقی کے نام پر اس مذہب بیزاری اور اصول شکنی سے کیا حاصل کیا؟ قدم قدم پر ہم نے اپنے مذہبی احکامات کو پس پشت ڈالا کہ کسی طرح ہمیں دنیوی جاہ وحشمت مل جائے، اپنی شناخت اور اصولوں سے سمجھوتہ کیا کہ ہمیں غیروں کی خوشنودی حاصل ہو جائے، (**بقیہ صفحہ نمبر ۴۱ پر**)

بہار حدیث

فضائل علم اور علماء احادیث کی روشنی میں

پیشکش: نبیرۂ مفسر اعظم ہند، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ ابو حامد محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا

اللہ رب العزت نے علما کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، قرآن مقدس میں متعدد مقام پر علم اور علما کی عظمت و برتری بیان کی گئی ہے اور اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی علم اور علما کی شان و عظمت کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

انھیں سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ یعنی ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد عورت) پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسے خنزیر یعنی سور کے گلے میں جواہرات، موتی اور سونے کا ہار پہنا دیا ہو۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"یعنی شارحین حدیث نے فرمایا کہ علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کا حاصل کرنا بندہ کے لئے ضروری ہے جیسے خدائے تعالیٰ کو پہچاننا، اس کی وحدانیت اس کے رسول کی نبوت کی شناخت اور ضروری مسائل کے ساتھ) نماز پڑھنے کے طریقے کو جاننا اس لئے کہ ان چیزوں کا علم فرض عین ہے اور فتویٰ و اجتہاد کے رتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے۔"

(مرقاۃ جلد اول ص ۲۳۳)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"مراد بعلم دریں جا علمے ست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً بہ نبوت رسول اللہ ﷺ وجز آں از انچہ صحیح نیست ایمان بے آں وچوں وقت نماز در آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچوں رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم، وہر گاہ مالک نصاب، گردید واجب شد تسلیم احکام زکوٰۃ واگر پیش ازاں مرد تعلم نہ کرد عاصی نہ باشد وچوں زن خواست علم حیض ونفاس وجز آن از انچہ متعلق باحکام زن وشوے ست واجب گردد علیٰ ہذا القیاس۔ یعنی علم سے مراد اس حدیث میں وہ علم ہے کہ جو مسلمانوں کو وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو جاننا واجب ہو گیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہو گیا کہ جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا واجب ہو گیا اور جب ماہ رمضان آ گیا تو روزہ کے احکام کا سیکھنا ضروری ہو گیا اور جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہو گیا اور اگر مالک نصاب ہونے سے قبل مر گیا اور زکوٰۃ کے مسائل کو نہ سیکھا تو گنہ گار نہ ہوا اور جب عورت کو (عقد میں) لایا تو حیض و نفاس وغیرہ جتنے مسائل کا زن و شوہر سے تعلق ہے جاننا واجب ہو جاتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔"

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۶۱)

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ علم (یعنی قرآ... حدیث کو جاننا) دین ہے۔ لہٰذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ ... سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ وال... کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ایک ان میں سے عابد تھا دوسرا عالم، تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر پھر حضور نے فرمایا کہ لوگوں

کو بھلائی سکھانے والے پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز زمین و آسمان کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔

غور فرمائیے، کتنا عظیم مرتبہ عطا ہو رہا ہے کہ علما خود تو اپنے مشاغل میں مشغول ہیں لیکن زمین و آسمان کے فرشتے اور دیگر مخلوق خدا ان کے لئے دعائے مغفرت کر رہی ہے۔

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا تو ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اے ابوالدرداء بے شک میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ طیبہ سے یہ سن کر آیا ہوں کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور میں کسی دوسرے کام لے لئے نہیں آیا ہوں، حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ میں نے رسول اکرم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لئے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لئے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور علماء انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں، انبیائے کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں، انہوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے دریافت کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے کہ جسے آدمی حاصل کرلے تو فقیہ یعنی عالم دین ہو جائے تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت تک پہنچانے کے لئے دینی امور کی ۴۰ حدیثیں یاد کرلے گا تو خدائے تعالیٰ اسے قیامت کے دن عالم دین کی حیثیت سے اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہ ہوں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ سے جو باتیں میں نے معلوم کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر صدی کے خاتمہ پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نکھارتا رہے گا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ علما کو اٹھائے گا تو فرمایا جائے گا: اے گروہ علما میں نے تم میں اپنا علم اس لئے رکھا کہ میں تمہیں جانتا تھا، میں نے تم میں اپنا علم اس لئے نہ رکھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شک علما انبیا کے وارث ہیں اور بروز قیامت علما کے قلم کی سیاہی شہدائے کرام کی خون سے تولی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ نبوت سے بڑھ کوئی اور رتبہ نہیں اور اس رتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرافت نہیں۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل علم اور اہل جہاد درجۂ نبوت کے قریب ہیں، اہل علم تو اس لئے کہ انھوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے تھے اور اہل جہاد اس لئے کہ انھوں نے انبیائے کرام کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لئے اپنی تلواریں چلائیں۔

یہاں علما سے مراد علمائے ربانی ہیں نہ کہ آج کل کے نام نہاد عالم نما جاہل، جو رات کو سوئے اور صبح اٹھے تو عالم، فاضل، مفتی، محدث اور نہ جانے کیا کیا بن بیٹھے، علم کے ''عین'' سے واقفیت نہیں مگر تمکنت ایسی جیسے سارا علم انھیں کے چوغے میں ہو، فقہ و افتا کی تعریف تک نہیں جانتے مگر مفتی کہلانے پر بضد ہیں۔

آج کل ایسے نیم ملاؤں پر جنون ہمہ دانی کا بھوت سوار ہے اور وہ اس جنونی کیفیت میں نہ جانے کیا کیا اول فول بک رہے ہیں، سچ کہا ہے کسی نے ''نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرۂ ایمان'' یہ تو نیم حکیموں اور نیم ملاؤں کا حال ہے اور جو بالکل ہی علم و حکمت سے عاری ہوں وہ تو یقیناً جان و ایمان کو ہلاک کر کے ہی دم لیں گے۔

اللہ رب العزت ایسے مفت کے مفتیوں اور علم سے کورے عالموں کے شر سے اہل سنت کو محفوظ و مامون فرمائے، آمین۔

حضور تاج الشریعہ کے قلم سے...

فقہیات

فتاویٰ مرکزی دار الافتاء

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) قاضی شہر کیسا ہونا چاہئے؟ اوران کو مقرر کرنے کا کسے حق ہے؟

(۲) شہر کے عوام وخواص مل کر ایک شخص کو مقرر کر سکتے ہیں جبکہ وہ پابند ہو؟ کیا اس کے لئے حکومت ہند یا اوقاف کی اجازت ہونا لازم ہے؟

(۳) ایک قاضی شہر جس کے پاس اوقاف اور حکومت کی طرف سے اجازت بھی ہے یہ شخص متقی پرہیز گار تھا۔ مگر اب وہ چند سالوں سے وہ شرابی اور سود خور بن گیا ہے تو اس کو قضاءت سے بھی نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔ والسلام

المستفتی: غلام محمد فضل الرحیم
مومن مسجد، ہاسپیٹ، کرناٹک

الجواب:

(۱) سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل مرجع فتویٰ شرعاً قاضی ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو جامع شرائط ہو اور لوگ اس کی طرف حوادث میں رجوع کرتے ہیں اور وہ مطابق شرع فیصلہ کرتا ہے وہ شرعاً وعرفاً قاضی ہے کسی کے مقرر کرنے کا محتاج نہیں تو کسی کی اجازت لازم نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہاں وہ مستحق عزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زید کے ان اشعار کے بارے میں جن کے متعلق زید نے اپنا مافی الضمیر بھی ذیل میں درج کر دیا ہے۔ شعر ۱

حرم کی راہ میں اے شیخ جی بُرا کیا ہے
جو اس صنم کو بھی میں رام رام کرتا چلوں

زید شاعرانہ انداز میں شیخ سے پوچھتا ہے کہ حرم کی راہ میں اگر اِک صنم (دنیاوی محبوب) کو رام رام (سلام) کرتا چلوں تو کیا بُرا ہے۔ شیخ جی کا جواب اور زید کا وہ عمل کہ اس نے دنیاوی محبوب کو سلام کر لیا شعر سے ثابت نہیں ہوتا۔ رام رام صنم کی رعایت سے لکھا گیا اور صنم کو پوجنے کی بات نہیں پوچھی گئی۔ زید کے خواب وخیال میں بھی صنم اور رام کی عقید تمندانہ اہمیت نہیں۔ شعر ۲

نظر جی میری قرآن پر نہ گیتا پر
کسی کے رخ کی مقدس کتاب کے آگے

زید کے مافی الضمیر میں مدینۃ العلم سرکار دوعالم کا چہرۂ مقدس ہے چہرے کو کتاب سے تشبیہ دی گئی ہے، قرآن شریف مسلمانوں کی اور گیتا ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے، زید ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو بتاتا ہے کہ رحمت للعالمین محبوب ارحم الراحمین کا رُخ انور اتنا مقدس اور حقیقت آفریں ہے کہ اس کے سامنے میری نظر دنیا کے کسی مذہب کی بڑی سے بڑی اہم کتاب پر نہیں جی۔ شعر ۳

ہمارے دور کے بھارت کو وہ نصیب کہاں
بھرت نے رکھی تھی جو رام راج کی عزت

زید کے ذہن میں محض ہندوستانی سیاست ہے آج کل کے نیتا رام راج لانے کی بات کرتے ہیں لیکن ملک میں بدامنی بڑھ رہی ہے زید اسی بات کو نظر میں رکھ کر ملک کی حالت پر تنقید کرتا ہے کہ موجودہ ہندوستان میں وہ امن وسکون نہیں جو بھرت کے چودہ سالہ راج میں تھا جب رام کو بن باس [illegible] گیا تھا۔

زید مذہبی عالم نہیں محض [illegible] ہے اور اللہ واس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہے اگر [illegible] بالا اشعار سے زید کے ایمان اور عقیدے پر ذرا بھی آنچ آتی ہے [illegible] زید ان اشعار کو مسترد کر کے حکم شریعت پر عمل کرنے کا خواہشمند ہے۔ فقط۔

سائل: خادم العلماء انور بیگ
محلہ شاہ آباد، بریلی

الجواب:

تاویلات دوساز کار ملاحظہ ہوئیں۔ رام رام تحیت کفار ہے اور کفری بولی بولنا کفر۔ ہدیۃ المہتدین جلبی میں ہے: "موافقة الكفار فى اقوالهم وافعالهم وايامهم الخاصة بهم كفر"

(ہدیۃ المہدیین جلبی)

اور کفر کی تحسین خود کفر اور وہ اس کے قول "بُرا کیا ہے" سے ظاہر اور قرآن اور گیتا کو ایک پلے میں رکھنا اس کے مصرعہ اولی سے ظاہر ہے اور یہ پہلوئے کفر ہے اور کافر تو کافر ہے فاسق کی ستائش بھی حرام ہے اور تیسرے شعر میں وہ کافر کی ستائش اور صریح تعظیم عہد کفر کا مرتکب ہوا۔ زید پر حکم شرعی یہ ہے کہ توبہ وتجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

(۱) جو شخص یہ کہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ دنیا ہی میں ہوجاتا ہے مرنے کے بعد کچھ نہیں، سب باتیں صرف کہنے کی ہیں جس کا عقیدہ ایسا ہو وہ مسلمان رہا یا نہیں؟ اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ جتنے مولوی آتے ہیں وہ نئے نئے قانون نکالتے ہیں ابھی تک اردو کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور اب اردو کا خطبہ پڑھنا بالکل بند کردیا۔ عربی میں ہم کیا سمجھیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اردو کا خطبہ کیسا ہے پڑھنا چاہئے یا نہیں اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس نے یہ لکھا وہ مولوی عالم نہیں ہوں گے جواب سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط

المستفتی: محمد سلیمان رضوی

امام مسجد راجپور کلاں ڈاکخانہ خاص، بریلی شریف

الجواب:

(۱) مرنے کے بعد زندہ ہونا اور اعمال کا حساب اور جزا وسزا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ضروری دینی کا منکر کافر ہے وہ شخص تجدید ایمان کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہ شخص علماء کی توہین اور ان پر بہتان کا مرتکب ہے۔ علماء جو کچھ بتاتے ہیں وہ اللہ ورسول کا حکم ہوتا ہے اسے نئی بات کہنا مستلزم کفر ہے اور خطبہ خالص عربی میں ہر زمانے میں مسلمانوں کا معمول رہا ہے لہٰذا اس میں دوسری زبان ملانا مکروہ ہے اور عدم فہم کا عذر بیجا ہے اس عذر سے نماز بھی اردو میں پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ: زید کہتا ہے کہ وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت وغیرہ کو کافر نہ کہنا اچھا ہے کیونکہ وہ بھی کلمہ کا شریک ہے اور زید کا یہ بھی قول ہے کہ حرمین شریف کے مفتی حضرات کا بھی وہی عقیدہ ہے جو عقیدہ دیوبندی وہابی تبلیغی کا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ حرمین شریفین کے مفتی نے کہا ہے کہ میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو تبلیغی دیوبندی وہابی کا ہے کیا واقعی مفتیان حرمین کا وہی عقیدہ ہے اور زید کا قول صحیح ہے یا غلط۔ جواب مرحمت فرمایا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ریاض الحق

سنی جامع مسجد، دھاری، امریلی، گجرات

الجواب:

زید کا قول غلط وشنیع ہے دیوبندی اہانت خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتکب اور ضروریات دین کے منکر ہوکر علمائے حرمین شریفین ومصر وہند وسندھ سے اپنے کفر کا فتویٰ پاچکے اور ایسے کافر مرتد بے دین قرار پائے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے دیکھو حسام الحرمین والصوارم الہندیہ تو زید بھی انہی کی رسی میں بندھا ہوا ہے اور یہ اس کا زعم باطل ہے کہ جو کلمہ کا شریک ہوا گرچہ کیسا ہی منکر ضروریات دین ہوا سے کافر نہ کہنا چاہئے یہ زعم خود قرآن عظیم کا انکار ہے قرآن عظیم نے ان وہابیہ دیابنہ کے پیشرو منافقین کو جب انہوں نے وہابیہ زمانہ کی طرح نبی علیہ السلام کے متعلق بکا کہ "ما يدريه الغيب" کہ محمد علیہ السلام کو غیب کی کیا خبر، کفر کا فتویٰ سنایا اور ان کا عذر نہ سنا حیث قال: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ -الآية﴾ [سورۂ توبہ آیت-۶۶]

اور نجد کے وہابی ضرور دیابنہ وتبلیغی جماعت کے ہمخیال ہیں اوران کے شیخ پر علامہ زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ بمکۃ المحمیہ نے کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ اپنے رسالہ "الاعلام بامراء بلد الله الحرام" میں فرماتے ہیں : "والحاصل ان المحقق عندنا من اقواله وافعاله مایوجب خروجه من القواعد الاسلامية قطعا لاستحلاله۔الخ"

اور آج کل حرمین شریفین پر انہیں کا تسلط ہے زید کا انہیں مفتی بتانا فریب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید بریلوی ہے اپنی تقریر میں قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جن کتابوں میں وہابیوں نے اللہ ورسول و بزرگان دین کی توہین کی ہے مثلاً جہل المقال میں لکھا ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، ظلم کر سکتا ہے، سورہ فتح میں حضور کو گنہگار ثابت کیا ہے۔ کلام پاک اور کتابیں دکھاتا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ دیوبندی اور غیر مقلد وغیرہ کو بُرا کیوں کہتے ہو ان کا نام تقریر میں کیوں لیتے ہو ان کی حمایت میں جھگڑا کرتا ہے پبلک کو بھڑکاتا ہے سنی بریلوی جماعت کو منتشر کر دیا ہے، بکر کے لئے حکم شرع کیا ہے جو لوگ بکر کا ساتھ دیں ان کے لئے کہتا ہے کہ ہمارا نام کیوں لیتے ہو اور واقف حال ہوتے ہوئے بھی غیر مقلد جماعت اسلامی دیوبندی وغیرہ کو پکا مسلمان جانتا ہے کیا ایسا انسان بریلوی سنی ہو سکتا ہے زید کا یہ عمل اچھا ہے یا بُرا؟ قرآن وحدیث کی ضیاء میں جواب مرحمت فرمائیں بکر اور اس کے ساتھی اتنا چڑھتے ہیں کہ بدعقیدہ لوگ بھی اتنا نہیں چڑھتے۔ فقط

پیر محمد، کانکرکھیڑا، سلطان پور دوست، مراد آباد، یوپی

الجواب:

زید کا عمل درست و مستحسن ہے اور زید ماجور ومثاب ہے اور بکر کا فعل قبیح ہے اور وہ ہرگز سنی مسلمان نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید صاحب طریقت بزرگ بکر کا مرید ہے جو ہوش وحواس میں رہ کر پنجگانہ نمازوں کو ادا کرتا ہے نیز فریضۂ حج بھی ادا کر چکا ہے اس کے بیوی بچے بھی ہیں اور وہ کاروباری بھی ہے اپنے احباب اپنے بال بچوں اپنے رشتہ داروں نیز اپنے کاروباری بھائیوں میں باقاعدہ ہوش وشعور کی گفتگو کرتا ہے اور ہر معاملہ کو بڑی سوجھ بوجھ سے حل کرتا ہے لیکن اپنے پیر کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہیں : "اللہ تعالیٰ دل کی بات جانتا ہے میرے حضرت (پیر) بھی میرے دل کی بات جانتے ہیں۔ اسلئے یہ میرے اللہ اور میں ان کو اپنا اللہ مانتا ہوں" عند اللہ شرعی احکام سے جلد نوازیں ایسے شخص سے میل محبت رکھنا کیسا ہے؟ اور مندرجہ بالا الفاظ جو زید نے ادا کئے ہیں شریعت کی نظر میں کیا ہیں اور قرآن وحدیث کے اس پر کیا احکام ہیں۔ جواب تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

المستفتی : خلیق الزماں، چمن گنج، کانپور

الجواب:

زید اپنے پیر کو اللہ کہکر مان کر کافر مرتد بے دین ہو گیا۔ اللہ اسم خاص بہ خدائے یکتا ومعبود برحق ہے۔ کسی کو اللہ کہہ دینا ہی کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے : "قال لواحد من الجبابرة یا الله اویا الٰھی کفر اقول وانما قید یکونه من الجبابرة لانه یکفر مع انه من ارباب الاکراہ فغیره بالاولیٰ"۔ [الروض الازھر شرح فقه اکبر، ص۲۳۸، باب التسمية بعبد النبی فظاھرہ کفر، مکتبہ تھانوی]

کسی مخلوق کو اگرچہ نبی ہو اگرچہ فرشتہ ہو کیونکر کفر نہ ہوگا۔ بلا شبہ یہ کفر ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا قطعی اجمالی کافر ہے۔ زید پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح (اگر شادی شدہ ہو) فرض ہے جب تک وہ ازسرنو کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو جائے اس سے ہر واقف حال کو قطع علاقہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

□ □ □

تعزیہ کی تاریخی و شرعی حیثیت

از: مولانا انیس عالم سیوانی *

عربی لغت میں ع۔ز۔ی۔ تعزیہ کے حروف اصلیہ ہیں۔ عزی۔ یعزی۔ عزآء کا معنی مصیبت پر صبر کرنا جب کہ اسی کو ثلاثی مزید استعمال کریں ''تعزیہ'' بروزن تفعلۃ تو اس صورت میں اس کا معنی تسلی دینا، صبر کی تلقین کرنا ہے۔ تعزیہ ثلاثی مزید متعدی ہے۔ فارسی میں تعزیت بولتے ہیں وارثان میت سے اظہار افسوس و اظہار ہمدردی کو۔

ہمارے یہاں تعزیہ کا ایک خاص مفہوم ہے، وہ یہ کہ عشرۂ محرم الحرام میں اکثر شیعہ، بعض علاقوں میں کچھ سنی اور کہیں کہیں ہندو بانس کی کھپچیاں اور رنگین کاغذ کے استعمال سے ایک خاص شکل بناتے ہیں، جس میں متعدد خانے اور برجیاں ہوتی ہیں، اوپر کی شکل گنبد نما اور اسفل سے اعلیٰ کی شکل مینار کی طرح ہوتی ہے، کہیں کہیں شیشے کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

نوابین شیعہ اس کے بنانے میں بے حد اہتمام کرتے تھے، اس میں سونے چاندی کا بھی استعمال ہوتا تھا۔

دیار ہند میں تعزیوں کو بڑی عقیدت و احترام سے شیعہ سجاتے اور سنوارتے ہیں، قیمتی تعزیوں کو امام باڑوں میں محفوظ رکھتے ہیں جب کہ عموی تعزیے دفن کر دیئے جاتے ہیں اور کچھ توڑ پھوڑ کر کوڑوں میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔

رسم تعزیہ داری کا شرعی طور پر قرآن و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن عقیدت و محبت میں تعزیہ داری اتنی رچ بس گئی ہے کہ مسلمانوں کو اس سے بچانا بڑا مشکل ہو گیا ہے، محرم آتے ہی فرض و واجب کی طرح شیعہ تو شیعہ بعض ناخواندہ سُنّی بھی اس کی تعمیر و تزئین میں تن، من، دھن سے لگ جاتے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ خالص ایک غیر شرعی فعل ہے اور سنت کا مخالف بدعت مذمومہ ہے۔ تعزیہ اور اس کے دیگر مراسم اسلامی معمولات کے برخلاف ہندوانہ رسم و رواج کے زیادہ قریب ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر تعزیہ بنانا جائز ہوتا تو سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنتا، حضرت فاطمہ زہرا کا بنتا، حضرت علی و امام حسن کا بنتا اور رہی میدان جنگ میں شہادت کی بات تو حضرت امیر حمزہ کا تعزیہ خود رسول پاک بنواتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس قسم کے امور سے شرع مطہر نے منع ہی فرمایا۔

عقلاً بھی یہ باتیں غیر شعوری معلوم ہوتی ہیں کہ ہر سال از خود کسی کو پیدا کرنا، پھر مارنا، قبر کھودنا اور دفنانا حماقت اور بیوقوفی کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضا و خوشنودی اتباع سنت و شریعت میں ہے نہ کہ رونے دھونے، سر پیٹنے اور ڈھول بجانے میں۔

اگر یہ چیزیں جائز ہوتیں تو پوری زندگی رونے پیٹنے اور تعزیہ سازی ہی میں ختم ہو جاتی، اس لئے کہ تمام انبیا و مرسلین، صحابہ، اہل بیت سب کے لئے تعزئے بنتے اور بگڑتے، پھر آدمی اپنے باپ دادا کے لئے تعزیے کیوں نہ بنواتا، اس طرح پوری زندگی تعزیہ ہی کی نذر ہو جاتی۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے تعزیہ داری سے متعلق متعدد کتب و رسائل لکھ کر عوام کو مروجہ بدعات و خرافات سے منع کیا اور اس عمل کو خلاف سنت و شریعت قرار دیا اور اس میں صرف ہونے والی دولت کو فضول خرچی بتایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کے خلاف حکم فرمایا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے مستفیض خاص حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم ابو العلا امجد علی اعظمی نے بہار شریعت میں مروجہ تعزیہ کے ناجائز ہونے کے فتوے تحریر فرمائے۔

شریعت میں تعزیہ کی اصل

تعزیہ اگر حضرت سرکار امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی ہو بہو شبیہ بنا کر حصول برکت کے لئے رکھی

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے صدر اور اہلسنّت کے معروف قلم کار ہیں۔

جائے، جس طرح کعبہ مقدسہ، روضۂ اطہر اور دیگر مساجد ومقابر بزرگان دین کی تصویریں بطور تبرک رکھتے ہیں تو جائز۔

اس کا گھمانا، کپڑے سے ڈھانکنا، اسے حضرت امام حسین خیال کرنا اور سلام کرنا، نذریں چڑھانا، منتیں ماننا یہ سب ناجائز ومنع ہیں۔

جن جگہوں پہ یہ چیزیں مروج ہیں، وہاں سرعام منع کرنا مناسب نہیں بلکہ حکمت عملی سے آہستہ آہستہ لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ دفعۃً منع کرنے سے لوگ باز تو نہیں آتے بلکہ چڑھ کر اور خرافات کرنے لگتے ہیں۔ بعض تو سنی عالم ہی کو وہابی سمجھنے لگتے ہیں اور بعض ان سب سے بددل ہو کر سنیت ہی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

تعزیہ: — امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقا کی مظلومانہ شہادت کی یادگار کے طور پر لوگ بناتے ہیں۔

اس کی ابتدا گریہ وزاری، سینہ کوبی اور بال نوچنے سے ہوئی۔ رفتہ رفتہ ایک خارجی شکل اختیار کرگئی۔

تعزیہ کی قسمیں: — علم، تابوت، ضریح، دُلدُل وغیرہ۔

تعزیہ رکھنے کی جگہیں: — امامباڑہ، چبوترہ، چوک، عزا خانہ سے تعبیر کی جاتی ہیں۔

مذہب اہل تشیع میں شیعہ بننے کے بعد سب سے محمود ومقبول عبادت اور ذریعہ نجات عمل کا نام تعزیہ داری، گریہ، آہ وزاری، ماتم، سینہ کوبی مرثیہ خوانی اور ایام محرم میں کالا لباس پہننا ہے، یہ باتیں ایک متدین شیعہ کے لئے ضروری ہیں۔

تعزیہ داری کی شروعات

حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی شارح صحیح مسلم نے پوری تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم کے جلد اول میں اس مسئلے پر بحث فرمائی ہے۔

آپ کی مفصل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ تعزیہ کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی، آپ کے اعضا الگ الگ کر دیئے گئے، آپ کا کلیجہ چبایا گیا، اس سے سرکار کو بے حد صدمہ پہنچا، اس جنگ میں دوسرے صحابہ بھی شہید ہوئے، سرکار نے رونے کی آواز سنی کہ کچھ عورتیں اپنے رشتہ داروں کی موت پر آنسو بہا رہی تھیں، یہ سن کر سرکار اقدس نے ارشاد فرمایا، لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں ہے، یہ سن کر سعد بن معاذ اور اسید ابن حضیر نے بنی عبدالاشہل کی عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھیج دیا، جنہوں نے حضرت حمزہ پر ماتم کیا۔

یہ روایت تعزیہ داروں کی دلیل ہے کہ اگر ماتم کرنا اور مرنے والوں پر گریہ کرنا ناجائز ہوتا تو سرکار منع فرما دیتے، آپ کا نہ منع کرنا اثبات کی دلیل ہے، آپ کا یہ فرمانا کہ حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں، اس سے ہرگز ہرگز ماتم ونوحہ خوانی ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ کلمہ تو سرکار نے حضرت حمزہ کی شہادت کے غم میں کہا، لیکن سننے والوں نے یہ خیال کیا کہ شاید سرکار اقدس کی مرضی یہ ہے کہ حمزہ پر نوحہ خوانی ہو، یہ ان کی اپنی سمجھ تھی، سرکار دوعالم کا حکم نہیں تھا، یا یہ کہ آنے والی بنی عبدالاشہل کی عورتوں نے صرف آنسو بہائے ہوں جو کہ جائز ہے، سینہ زنی، بال نوچنا وغیرہ منع ہے، یا پھر یہ کہ یہ ابتداء میں رہا ہو بعد میں ممانعت آئی ہو جیسا کہ ابتداء شراب منع نہیں تھی بعد میں منع کی گئی۔ اسلام کے فوراً بعد نماز فرض نہ ہوئی بلکہ کئی سالوں بعد فرض ہوئی اسی طرح روزہ اور زکوۃ ۲ھ میں فرض ہوئے۔

دوسری روایت شہادت سیدنا امام حسین کے بعد حضرت عباس بن علی کی ماں ام البنین جنۃ البقیع جاتی تھیں اور اپنے چاروں بیٹوں کو یاد کر کے روتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور رونے لگتے تھے، ام البنین کے چاروں بیٹے حضرت امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اسی طرح امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے اہل بیت محرم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگواری کرتے۔

اسی طرح کی کچھ اور بھی روایتیں ملتی ہیں، جنہیں تعزیہ کے حمایتی دلیل بناتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ تعزیہ داری سے ان روایتوں کا کوئی لینا دینا نہیں۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری تک اسی صورت میں محرم الحرام منایا جاتا رہا۔ آہستہ آہستہ اس میں ترقی ہوئی اور تیسری و چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات کربلا کو عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفریں طریقوں سے بیان کیا جانے لگا۔ اس سے شیعہ و

سنی اس درجہ متاثر ہوئے کہ سنیوں میں یہ رواج سا پا گیا اور شیعوں میں عبادت کا درجہ اختیار کرلیا۔

چوتھی صدی ہجری ۳۵۳ھ / ۹۶۳ء میں بغداد میں جب دیلمیوں کا مکمل تسلط ہوا تو انہوں نے بازار کو حکماً بند کرایا، مردوں کو حکم دیا گیا کہ نوحہ کریں اور عورتوں سے جلوس عزا نکلوایا گیا، سرکاری طور پر غم منانے کا یہ پہلا واقعہ ہے۔

۳۶۶ھ / ۹۷۷ء عزیز باللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا، فوجی انقلاب سے قبل مشہد راس الحسین مصر میں اکابر علماء عوام حتی کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ سبز چادر مزار پر چڑھانے جاتے اور غم مناتے تھے۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، شبیہ یا تمثیل رائج ہے، عراق میں بھی تعزیے کا رواج نہیں، عَلَم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو موکب کہتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں ملک اہل تشیع کے لئے مرکز کا درجہ رکھتے ہیں، شیعوں کی دنیا میں سب سے بڑی تعداد ایران اور عراق میں ہی پائی جاتی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مروجہ تعزیہ داری اور اس موقعہ پر برتی جانے والی رسومات ہندوستانی پیداوار ہیں۔ نیا دور لکھنؤ شمارہ مارچ ۱۹۹۶ء اودھ آئینۂ ایام میں ڈاکٹر اختر بستوی کا ایک مضمون "تہواروں کی مشترکہ تہذیبی نوعیت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: تعزیہ ہندوستانی چیز ہے، اس کی ایجاد ہندوستان میں ہوئی اور اسی ملک میں اس کو مقبولیت ملی، کہتے ہیں کہ بادشاہ تیمور ہر سال محرم کے موقعہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دیا کرتا تھا، جب اس نے ہندوستان پر حملہ کیا تو جنگ کے دوران ہی محرم کا چاند نمودار ہوا، چونکہ اس وقت اس کے لئے مرقد حسین پر پہنچنا ممکن نہیں تھا، اس لئے اس نے اپنے مشیروں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے امام حسین کے روضہ کی شبیہ بنوائی اور اس کے سامنے سوگ منا کر اپنی عقیدت مندی کو تسکین دی، تیمور نے جو شبیہ بنوائی تھی وہ روضۂ حسین کی ہو بہو رہی ہوگی، لیکن آگے چل کر اس کی شکل وصورت میں تبدیلی آئی اور اس کی ساخت میں ہندوانہ طرز نمایاں ہوگیا۔

بقول پروفیسر جعفر رضا "شمالی ہند میں تبرکات عزا کے طور پر عَلَم حسینی برآمد کرنے کا سلسلہ حضرت شاہ اشرف جہانگیر سمنانی سے شروع ہوتا ہے، انہوں نے پہلی بار محرم کے موقع پر عَلَم حسینی برآمد کیا اور اس کے زیر سایہ قیام کیا، ان کا دستور تھا کہ سبزوار کے طریقے پر عَلَم اور زنبیل تیار کرتے، زنبیل کے ساتھ سادات اور متقی و پرہیزگار لوگوں کو اطراف وجوانب میں بھیجتے، بسا اوقات یہ فرض اپنے خلیفۂ ارشد حضرت شاہ سید علی قلندر کے سپرد کرتے، حضرت شاہ سمنانی ۱۳۸۰ء میں ہندوستان تشریف لائے، ان کے ملفوظات میں درج ہے کہ موصوف درمیان عشرۂ محرم اچھا لباس زیب تن نہیں کرتے تھے، کسی تقریب مسرت میں شریک نہیں ہوتے تھے، آٹھویں اور دسویں محرم کی تاریخوں میں آرام ترک کردیتے تھے، تیس برس تک خواہ سفر میں یا حضر میں غم حسین سے غافل نہیں ہوئے۔

(نیا دور کا اودھ آئینۂ ایام میں ص ۲۷۵، مارچ ۱۹۹۶ء)

مولانا غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم کے جلد اول میں مشہور صوفی بزرگ حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچ شریف کا تعزیہ اور باون ڈنڈوں والے سیتاپور کے تعزیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان تعزیوں کی نسبت پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہے، اودھ میں عزاداری کی شروعات بابری مسجد کے چبوترے سے ہوئی، عشرۂ محرم کے دوران مسجد کے چبوترے پر تعزیہ بنا کر رکھا، جس کے بعد فیض آباد میں تعزیہ داری شروع ہوگئی، لیکن باقاعدہ رواج فیض آباد میں اس وقت ہوا جب نواب صفدر جنگ کی اہلیہ صدر جہاں بیگم نے شہر کے مشہور موتی باغ کے عقب میں ۱۷۴۲ء میں امام باڑہ تعمیر کرایا، نواب شجاع الدولہ کو تعزیہ داری سے بڑا شغف تھا، حد تو یہ ہے کہ ایام جنگ میں بھی تعزیے بنتے اور رسوم ادا ہوتے۔

نواب آصف الدولہ کو بھی تعزیہ داری سے بڑی محبت تھی، آصف الدولہ نے اودھ کی راجدھانی کو فیض آباد سے جب لکھنؤ منتقل کیا تو عزاداری کی رونق سمٹ کر لکھنؤ آ گئی، حالانکہ بہو بیگم کی موجودگی کی وجہ سے فیض آباد میں بھی عزاداری حسب معمول جاری رہی، لکھنؤ میں آصف الدولہ نے نہال عزاداری نصب کر کے اسے خوب سیراب کیا یہاں تک کہ یہ ایک تناور درخت بن گیا۔

دوسرے اضلاع میں بھی عزاداری کے فروغ کے لئے

آصف الدولہ نے جائدادیں وقف کیں، عزاداری حیدر آباد دکن، رامپور، دہلی متعدد شہروں میں دھوم دھام سے منایا جاتا مگر لکھنؤ کو اس میں امتیازی مقام حاصل تھا اور ہے، آج بھی لکھنؤ کے اماباڑے گزشتہ دنوں کے احوال موجودہ ماحول میں بیان کرتے نظر آتے ہیں، لکھنؤ میں شاہی اماباڑے، امرا اور رؤسا کے اماباڑے، بیگمات کے اماباڑوں کے علاوہ عوامی طور پر فرداً فرداً گھروں میں اماباڑے اور تعزیے آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

(نیا دور لکھنؤ شمارہ مارچ ۱۹۹۶ء)

آگرہ کے قلعے سے مغل تعزیہ کے نام سے برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے ہیں، عالمگیر کے عہد میں بھی تعزیہ اور جلوس تعزیہ کا رواج تھا، شاہان دہلی تو اس قدر اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں محرم تک رسمیں ادا کرنے لگے، اس طرح تعزیہ داری کا سلسلہ تیرہویں صدی ہجری/اٹھارہویں صدی عیسوی تک پورے ملک میں عام ہو گیا، ہندو مسلم، شیعہ سنی سبھی اپنے اپنے طور طریقے کے مطابق منانے لگے (علامہ سعیدی شرح صحیح مسلم ج اول) تعزیوں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیعہ نوابین لاکھوں روپے صرف کرکے سونے چاندی اور موم کی ضریحیں بنواتے، انہیں ایام محرم میں خوب آراستہ کیا جاتا، مجلسیں ہوتیں، مراثی نگار مرثیہ پڑھتے، اس موقع پر کربلا کے واقعات کو سنکر غم واندوہ کا ماحول ہوتا، سینہ کوبی ہوتی، چیخ و پکار، آہ وفغاں اس طرح کہ شاید واقعہ کربلا چودہ سو سال پہلے نہیں ہوا بلکہ آج کل کی بات ہے، شاہان وقت تجوریوں کے منہ کھول دیتے، قیمتی سے قیمتی تعزیے اماباڑوں میں نصب کراتے، مرثیہ خوانوں کو انعام واکرام سے نوازتے، ۱۷۹۴ء اور ۱۷۹۵ء میں تعزیہ داری اتنی ترقی کر گئی کہ ۲۸ رذوالحجہ سے لے کر ۱۳ رمحرم تک یہ سلسلہ چلتا۔

نواب وزیر علی بخش بن آصف الدولہ کو انگریزوں کی مدد سے بے دخل کر کے جب نواب شجاع الدولہ کی دوسری بیوی کے بیٹے سعادت علی خاں کو نواب وزیر کا درجہ دیا گیا، تو نواب سعادت علی خاں کے عہد میں بھی جہاں فنون لطیفہ اور شعر و شاعری میں لکھنؤ کو مرکزیت حاصل ہوئی وہیں تعزیہ داری بھی پروان چڑھی، سعادت علی خاں کا دور تعزیہ داری کے تعلق سے اس لئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس زمانے سے لکھنؤ میں چہلم کی ابتدا ہوئی، اس سے پہلے عشرۂ محرم کے بعد عزاداری ختم ہو جاتی تھی، اس دور کے ایک مرثیہ خواں میر احسان علی نے عشرۂ عزا کی توسیع کرکے چہلم کی ابتدا کی، غازی الدین حیدر نے نجف اشرف لکھنؤ میں روضۂ حضرت علی کی شبیہ کے طور پر ایک اماباڑہ بنوایا، غازی الدین حیدر نے شاہ نجف میں عزاداری کے لئے کافی دولت وقف کی، ایک خطیر رقم ایسٹ انڈیا کمپنی میں جمع کردی تاکہ سال بہ سال یہ سلسلہ جاری رہے۔

غازی الدین حیدر کے بیٹے نصیر الدین حیدر کے دور میں بادشاہ بیگم اہلیہ غازی الدین حیدر کے اختیارات کافی بڑھ گئے، انہوں نے کچھ نئی رسمیں تعزیے کی ایجاد کیں اور تعزیہ داری کو ۸ ربیع الاول تک کردیا، نصیر الدین حیدر کی حکومت کے پہلے ہی سال میں ایک فرمان جاری کرکے چہلم تک تقریب مسرت کرنے پر پابندی عاید کردی گئی، انگریز ریزیڈنٹ نے مداخلت کی جس کے سبب نصیر الدین حیدر نے ماتم داری کو اختیاری قرار دے دیا، لیکن اس وقت تک عزاداری و ماتم داری کی جڑیں اودھ میں اتنی مضبوط ہو چکی تھیں کہ عوامی زندگی میں داخل ہو گئی تھیں، ہر خاص وعام برضا ورغبت چہلم تک خوشی کی نہ کوئی تقریب کرتا اور نہ اس میں شرکت کرتا۔

الغرض تعزیہ داری اور دیگر مراسم کو عام کرنے میں شیعہ حکمرانوں کا اہم رول رہا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ چیزیں زمانہ قریب کی پیداوار ہیں اور اس کے رائج کرنے میں دولت وتغلب کا اہم رول رہا ہے۔

تاریخ تعزیہ داری کے حوالے سے جو باتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں وہ علامہ غلام رسول سعیدی، پروفیسر جعفر رضا، ڈاکٹر اختر بستوی اور ڈاکٹر نیر مسعود کے مضامین سے ماخوذ ہیں۔

اہل سنت و جماعت کا موقف اس سلسلے میں یہ ہے کہ مروجہ تعزیہ داری جائز نہیں ہے، ماتم کرنا، بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا، آگ پر چلنا، مہدی وغیرہ کا جلوس یہ سب منع ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، شیر بیشۂ سنت علامہ حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی اور موجودہ دور میں اہل سنت و جماعت کے قابل افتخار عالم دین فقیہ اسلام حضور تاج الشریعہ مفتی محمد

اختر رضا خاں قادری ازہری وارث علوم اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اور فتاوے تعزیہ کے خلاف ہیں۔

قول فیصل: تعزیہ سے متعلق اہل سنت وجماعت کے مقتدر اور قابل اعتماد علما وفقہائے دین وملت کا موقف یہ ہے کہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام اور شیعوں کی ایجاد کردہ ہے، شریعت اور دین میں اس کا کوئی اصل نہیں، عقل بھی ان لایعنی افعال کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ جو امور تعزیہ وغیرہ سے متعلق برتے جاتے ہیں ان کا تعلق زیادہ سے زیادہ غیر مسلمین کے طور طریقوں سے قریب تر ہیں، رہی یہ بات کہ حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی اور سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہما علم حسینی اور تعزیہ برآمد کرتے تھے، ممکن ہے کہ یہ روایتیں شیعہ حضرات نے اہل سنت کو تعزیہ کی طرف راغب کرنے کے لیے گڑھی ہوں یا عوام الناس میں بکثرت تعزیہ داری کے سبب مصلحتاً ان حضرات نے ایسا کیا ہو، اس خوف سے کہ کہیں سلاطین اور امرا جو تعزیہ داری کے حامی تھے ان حضرات کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف نہ گردانیں اور عوام ان کی باتوں میں پڑ کر ان حضرات کی دعوت وتبلیغ سے دور ہوجائے۔

☆☆☆

(---بقیہ ص ۱۷/ کا) اور جب تم اپنی بیوی کے پاس جاتے ہو اس لئے ان فرشتوں سے حیا کرو اور ان کی عزت کرو۔

اس دنیا میں ہمارا وجود عارضی اور چند روزہ ہے، یہاں کی رنگینیاں محض چند روزہ ہیں، ابدی زندگی صرف آخرت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔ (القرآن، آل عمران، آیت ۱۸۵)

ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا نفس، نفس مطمئنہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفس کی لغزشوں، شرارتوں اور شیطان کی چالوں سے محفوظ رکھے، ہماری غلطیوں پر پردہ ڈال دے اور خطاؤں کو درگزر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

(---بقیہ ص ۳۰/ کا)

نمبر شمار	کتاب	صفحہ
۲۰	جحب العوار عن مخدوم بہار	۵
۲۱	امام اہل سنّت	۴۹
۲۲	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۱۳۸
۲۳	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۸۲،۸۱
۲۴	جحب العوار عن مخدوم بہار	۸،۷
۲۵	امام اہل سنّت	۵۰،۴۹
۲۶	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۲۷
۲۷	تجزیے	۷۱
۲۸	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۹۳
۲۹	جحب العوار عن مخدوم بہار	۶
۳۰	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۱۸
۳۱	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۲۱
۳۲	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	۱۸

☆☆☆

سود کی وبا اور بے حیائی! مطلب عذابِ الٰہی کو دعوت

از: حافظ محمد ہاشم رضوی*

حضرت آدم علیہ السلام صرف پہلے انسان ہی نہیں بلکہ وہ خدا کے اولین پیغمبر بھی تھے۔ آپ کو خالق کائنات نے انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ بذریعہ وحی سکھایا۔ تب سے آج تک کچھ عمل وہ ہیں جو حرام قرار دئے گئے ہیں، جنہیں محرمات ابدیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً قتل، زنا، شرک، سود وغیرہ ان محرمات میں شامل ہیں۔ روز اول سے آج تک سود حرام رہا ہے۔ کسی دور میں کبھی بھی کسی پیغمبر نے کسی قوم کے لئے سود کو حلال قرار نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ کی آخری کتاب جو سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے نظام زندگی کے طور پر آخری نبی سید المرسلین کے اوپر نازل فرمائی گئی۔ اس میں ربٰو (سود کو عربی میں ربٰو کہا جاتا ہے) سود کی حرمت ہمیشہ کی طرح برقرار رکھی گئی۔ بلکہ قرآن مجید میں تو اس قدر ہولناک وعید ہے کہ سود خور طبقہ کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ کا الٹی میٹم دے دیا گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی سخت تنبیہ کے باوجود یہود نے مختلف خوبصورت الفاظ میں سود کو عملاً حلال کر لیا تھا۔ اس لئے آخری نبی پر جو کلام الٰہی نازل ہوا، اس میں ہمیشہ کے لئے غضب خداوندی، لعنت اور جنگ جیسی سخت وعیدیں وارد ہیں جنہیں پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ترجمہ: اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ (سورہ البقرہ، آیت ۲۷۹،۲۷۸)

اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضور ﷺ نے عرب کے ان قبیلوں کو جو سود کھاتے تھے، آگاہ کر دیا کہ اگر وہ سودی کاروبار اور لین دین سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ بعض فقہا نے لکھا ہے، جو سود خوری اور اس کے کاروبار سے باز نہ آئے تو اس کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ بعض فقہا نے لکھا ہے، اسے قید رکھا جائے جب تک وہ سودی کاروبار سے باز نہ آجائے۔ سودی خرابیوں کا ذکر قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔ ہر طرح کے سود سے منع کیا جا رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سود کا یہ رواج عام تھا کہ جب ادائیگی کی مدت آجاتی اور ادائیگی ممکن نہ ہوتی تو زیادہ سود کے ساتھ مدت بڑھا دی جاتی، یہاں تک کہ وہ رقم دوگنی تین گنی سے بھی زیادہ ہو جاتی جسے سود مرکب کہا جاتا ہے، یعنی موجودہ Compound Interest جو پوری رقم پر لاگو ہوتا ہے۔ اس ظالمانہ نظام کو اسلام نے ختم کر دیا اور حکم دیا، اگر اس سے باز نہ آئے تو اس عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے جو کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے، دنیا کے لوگ دولت کی فراوانی کو کامیابی سمجھتے ہیں اور جائز، وناجائز، حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر، حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں، مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے اس میں فلاح نہیں، فلاح متقی بننے یعنی خدا کے خوف میں ہے، سودی خرابیوں سے بچنے کے لئے زبردست تاکید ہے اور احادیث وقرآن میں اس کی خرابیوں اور وبال سے آگاہ کیا گیا ہے۔ شرک کے بعد سود خوری کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جس لب ولہجے کا استعمال کیا گیا وہ کسی اور گناہ کے متعلق نہیں کیا گیا، اعلان جنگ کی بات کوئی معمولی بات نہیں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اگرچہ مختلف مراتب کے ہیں مگر نتیجۃً گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں۔ (مشکوۃ، مسلم، ۲/۲۷)

سود کا وبال:

سود کے وبال ۷۳ رقسم کے ہیں۔ سود کی خرابیوں کی ۷۳ قسمیں ہیں۔ ان خرابیوں میں سے ادنیٰ اور کمتر قسم ایسی ہے جیسے کوئی شخص (معاذ اللہ) اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا (زنا) کرے۔ (المستدرک ۲/۳۷)

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور کے خطیب وامام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں سود کے بارے میں سخت وعید کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ایک درہم کوئی سود حاصل کرے، اللہ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود ۳۳ بار زنا کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی ۳۹۲: ۴/۴)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو سات ہلاک و برباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سات چیزوں میں (۱) شرک (۲) جادو (۳) قتل ناحق (۴) میدانِ جنگ سے فرار (۵) تہمت لگانا (۶) یتیم کا مال ناحق کھانا (۷) سود خوری کا ذکر صراحت سے فرمایا۔

(بخاری جلد اول، حدیث ۳۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائے گا۔ (۱) عادی شرابی (۲) سود کھانے والا (۳) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

(المستدرک ۲: ۳۷/۲)

سود کے ۷۲ گناہ ہیں، ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے اور ایک درہم سود کا گناہ ۳۰ زنا سے زیادہ بدتر ہے۔ حضرت حنظلہ (شہید اسلام، غسیل الملائکہ، جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا) کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے ۳۶ مرتبہ زنا سے زیادہ شدید (بڑا) جرم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو سود کھانے والا نہ ہو اور اگر کوئی سخت احتیاط کرے گا بھی کہ سود اپنے اختیار سے نہ کھائے تب بھی سود کے غبار اور اثر سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ (رواہ احمد، ابوداؤد ونسائی)

چودہ سو سال پہلے اللہ کے بھیجے ہوئے بشیر و نذیر نبی ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی آخر کار وہ گھڑی آن پہنچی کہ آج روئے زمین پر (کچھ ہی متقی لوگوں کو چھوڑ کر) پوری اولاد آدم اس لعنت میں گرفتار ہے، عالمی تجارت کی بنیاد سودی بینک پر منحصر ہے، تجارت ہو، زراعت ہو یا صنعت یا مزدوری ہو، اس سود سے کسی نہ کسی پہلو سے ضرور ہی غبار آلود ہے، تجارت کا کوئی شعبہ بھی بغیر سودی بینک کے سہارے آگے نہیں بڑھتا، کھلے سودی کاروبار کے علاوہ یہود اور اہرمن نے گھٹ جوڑ کر کے اس سود کو ایسے حسین لفظوں میں ڈھال کر میٹھی گولی کی شکل دے دی ہے جیسے قتل اولاد کو خاندانی منصوبہ بندی، پریوار کلیان یا فیملی پلاننگ کی پرفریب اصطلاحوں میں چھپا کر نہ صرف اس بدترین درندگی کو گوارا کرلیا ہے بلکہ اسے ترقی اور روشن خیالی کا نام دے دیا گیا ہے اور پوری دنیائے انسانیت ظھر الفساد فی البر و البحر کی چکی میں پس رہی ہے اور کراہ رہی ہے۔

سود اور بدکاری قہر الٰہی کا موجب:

Indian Centre for Islamic Finance کے مطابق آج دنیا ایک معاشی اور مالیاتی بحران سے دوچار ہے، لندن، پیرس، نیویارک، ہانگ کانگ، سنگاپور اور سوئٹزرلینڈ و امریکہ میں حاشیہ پر زندگی گزارنے والے عوام نے اپنی ضرورتوں اور مکانوں کے لئے قرضہ لیا اور پھر ان پر سود در سود کی ادائیگی میں ناکامی کے پیچیدہ عمل نے بڑے بڑے سرمایہ دار اداروں اور بینکوں کو دیوالیہ ہونے کے دہانے پر کھڑا کردیا ہے۔ اس بحران نے ایک طرف جدید معاشی سودی نظام کے منفی اثرات اور نقصاندہ نتائج کو دنیا کے سامنے ابھار کر پیش کردیا ہے اور دوسری طرف اس نے اسلامی نظام معیشت جو کہ بلاسودی طریقہ پر مبنی ہے، پوری دنیا کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کا دعویٰ پیش کیا ہے۔

سود کی بے برکتی اور نحوست کے وبال کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ سود کو ہلاک (مٹاتا) کرتا ہے اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہے، پسند نہیں کرتا ہے ہر ناشکرے گنہگار کو۔ (القرآن، البقرہ آیت ۲۷۶)

سود اور صدقہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صدقہ میں اپنا مال دوسرے کو دیا جاتا ہے اور سود میں دوسرے کا مال بلامالی معاوضہ

کے لے لیا جاتا ہے۔ صدقہ کی غرض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت ہوتی ہے جبکہ سود کی غرض اللہ کے غضب سے نڈر ہو کر اپنی دولت بڑھانے کا لالچ ہوتا ہے۔ نتیجہ کا فرق قرآن بتاتا ہے۔ اللہ سود سے حاصل ہونے والے مال و دولت کی برکت و خیر کو ختم فرما دیتا ہے جبکہ صدقہ کرنے والے کے مال کو اور اس کی برکت کو بڑھا دیتا ہے، سود خور محروم کر دیا جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: سود کا مال اگرچہ بڑھ جاتا ہے مگر اس کا انجام ہمیشہ بے برکتی اور کمی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ کیوں کہ سود حرام ہے اور حرام میں برکت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال گرچہ کم ہو لیکن اللہ نے اس میں برکت رکھی ہے۔

بے حیائی کا وبال:

بے حیائی اور زنا سے سو طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، خاندان و معاشرہ برباد ہوتا ہے، مرد اور عورت کے تعلقات میں تناؤ اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے، نسل و نسب کی خرابی پیدا ہوتی ہے، آزادانہ بے حیائی، زنا کاری سے جو بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں وہ کینسر سے بھی خراب ہوتی ہیں، AIDSاور HIV کے بیمار در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، خاندانی رشتہ دار بھی ان سے ڈر اور خوف کی وجہ سے منھ موڑ لیتے ہیں کہ کہیں وہ اس کے شکار نہ ہو جائیں۔

ارشاد رب العزت ہے: زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے بہت بڑا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ ہے۔

(القرآن سورہ بنی اسرائیل، آیت ۳۲)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے، اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے، اور مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ (القرآن سورہ نور، آیت ۳۰)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہو جائیں تو وہ خود کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتی ہیں، آج بھی صورتحال ہمارے سامنے ہے، سود کے لین دین اور بدکاری کے فروغ نے Whatsapp، فیس بک وغیرہ جس میں ۸۰ فیصد سے زیادہ ننگی تصویریں دیکھی جاتی ہیں (حالیہ اخباری رپورٹ کے مطابق)۔ اس کا اثر سماج میں دیکھا جا رہا ہے، ہر روز ریپ کیس اخبارات اور ٹی وی میں سنے اور دیکھے جا رہے ہیں، اچھے اور نیک لوگوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، عام لوگوں کے لئے یہ روز کی روٹین میں شامل ہو گئی ہے، ہماری انہیں بداعمالیوں کا نتیجہ قدرتی آفات کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے، احادیث کی صراحت کے مطابق کسی قوم، خطے اور معاشرے پر اجتماعی آفت و عذاب کے آنے کا ایک بنیادی سبب سودی کاروبار، سودی لین دین اور بے حیائی و بے شرمی، زنا کاری کا عام چلن ہوتا ہے، اس وقت پوری دنیا میں فحاشی کا جو سیلاب بلاخیز آیا اور چھایا ہوا ہے وہ قرب قیامت کی علامت ہے جس کی پیشن گوئی احادیث مبارکہ میں جا بجا فرمائی گئی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی عورتیں کثرت سے ہوں گی جو بظاہر لباس میں ہوں گی مگر لباس اتنا باریک ہوگا اور چست ہوگا کہ اس سے جسمانی خدوخال اس درجہ نمایاں ہوں گے کہ درحقیقت وہ برہنہ ہوں گی، وہ خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو بھی اپنی جانب مائل کریں گی، ایسی عورتیں جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دی جائیں گی۔ (مسلم جلد اول/ ۳۹۴)

یہی وجہ ہے کہ بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کی لعنت اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی ہے، اسلام نے حیا اور پردہ کا معقول نظام انسانیت کو دیا ہے اور ہر راستہ بے حیائی کا بند کر دیا ہے، قرآن مجید نے زنا کو صاف الفاظ میں بے حیائی کا عمل اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے، بے حیا انسان کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیا اور ایمان کے درمیان گہرا رشتہ ہے، بے حیا مومن نہیں ہو سکتا اور مومن بے حیا نہیں ہو سکتا۔ (الادب المفرد للامام بخاری، باب الحیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرم و حیا کے بغیر انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے چھلکے کے بغیر لکڑی حیا کے بغیر یعنی انسان بالکل ننگا اور بے پردہ ہو کر رہ جاتا ہے، بہت ساری برائیوں میں پڑنے سے روکنے والی چیز حیا ہوتی ہے، حیا ایمان کا حصہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے پردہ ہونے سے بچو، یقیناً تمہارے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو تم سے صرف اس وقت الگ ہوتے ہیں جب تم قضائے حاجت کے لئے جاتے ہو

(بقیہ ص ۱۴ پر۔۔)

تیسری قسط

نقد و نظر

مسئلۂ اذانِ ثانی کا تاریخی پس منظر

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی *

الفاظ کا آلہ: ’مجسٹریٹ سوال کرتا ہے، الفاظ کی صحت اور عدم صحت کا کیا معیار ہے؟ صدر الافاضل جواب دیتے ہیں کہ آپ کے یہاں دودھ تو آتا ہی ہوگا۔ آپ کس طرح تمیز کرتے ہیں کہ یہ خالص دودھ ہے یا پانی کی آمیزش ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس آلہ ہے۔ جس سے فوراً پتا چل جاتا ہے کہ دودھ خالص ہے یا پانی ملا ہوا ہے۔ صدر الافاضل فرماتے ہیں: جس طرح دودھ کا آلہ ہے۔ اسی طرح الفاظ صحیح و غلط کی تشخیص کا بھی آلہ ہے اور وہ ’لغات‘ ہیں۔ ان سے پتا چل جائے گا کہ یہ لفظ صحیح ہے یا نہیں۔ چنانچہ لغت کی کتابیں پیش ہوتی ہیں اور الزامات خارج ہو جاتے ہیں۔

منہاری روایت: ’سد الفرار‘ میں ایک لفظ یہ ’منہاری روایت‘ تھا۔ ’جوابِ شافی‘ کا مصنف عبد الواحد ذات کا منہار تھا۔ جج نے اس پر سوال اور جرح کیا کہ ’منہاری روایت کا کیا کچھ معنی ہیں؟ صدر الافاجل نے جواب دیا: دل سے گڑھی ہوئی [بات]، من کی طرف منسوب۔ عدالت نے پھر اس کا ثبوت طلب کیا ہے؟ صدر الافاضل نے جواب دیا: پنہاری، پانی پلانے والی، پانی بھرنے والی کو کہتے ہیں۔ پنساری اس عورت کو کہتے ہیں، جو گیہوں وغیرہ پیسے۔ اس بات سے عدالت کی تشفی ہو گئی‘۔ [۴۱]

ملک العلما: کمرۂ عدالت میں مستغیث سخاوت حسین کے وکیل ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین رضوی سے جرح کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو مشہور عالم، مدرس، مفتی، مناظر کہا ہے، اس کا کیا ثبوت ہے؟ ملک العلما جواب دیتے ہیں کہ یہ دیکھو۔ ایک یہ کہ یہ استفتا میرے پاس امریکہ سے آیا ہے۔ جس کا جواب مجھے وہاں بھیجنا ہے۔ کیا اپنے نام یہ لفافہ عدالت میں پیش کروں؟ دوم ۱۹۱۱ء میں جب ملک معظم جارج پنجم دہلی دربار آئے۔ تو اس میں ہندوستان بھر کے اعاظم و مشاہیر علما مدعو تھے۔ ان شاہی مہمانوں میں مَیں بھی تھا۔ نواب فتح علی خان قزلباش، لاہور اور شفاء الملک حکیم اجمل خان دہلی کا دعوت نامہ میرے پاس موجود ہے۔ حاضرِ عدالت کرتا ہوں۔ سوم: بادشاہِ ہند عالم شاہ کے وقت کا مدرسہ ’خانقاہِ سہسرام ناصر الحکام‘ کا افسرِ اعلیٰ ہوں۔ میرے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ کی سند انگریز گورنمنٹ بھی ایم اے اور بی اے کے برابر مانتی تسلیم کرتی ہے۔ چالیس کتابوں کا مصنف ہوں۔ اس قدر ثبوت کافی ہے یا اور دوں؟ یہ سن کر عدالت کے مجسٹریٹ نے کہا کہ بس، یہی بہت کافی ہیں۔

اس کے بعد جرح کا رخ پھیرتے ہوئے ایک دوسرا سوال کیا گیا کہ مولانا احمد رضا خان نے اب تک کس کس سے مناظرہ کیا ہے؟ ملک العلما نے جواب دیا: کسی بے دین بد مذہب مخالفِ شرع کو آج تک اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔ مخالفین کے مقابلہ میں سوالات لکھ کر بھیج دیئے یا شائع فرما دیئے۔ مگر اب تک کسی میں جواب دینے کی نہ ہوئی، نہ اب اور کوئی ان سوالوں کا جواب دے سکتا ہے۔ مثال کے لئے دیکھئے: فتحِ خیبر، سوالاتِ حقائق نما، ظفر الدین الجید، قہر الدیان وغیرہ۔

شعر کا شاعر: سد الفِرار، میں ایک شعر یہ درج تھا:

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے
کہ عدو کے سینے میں غار ہے

اس شعر کے متعلق ملک العلما سے پوچھا گیا کہ اس شعر کا شاعر کون ہے۔ ملک العلما نے عدالت کے کمرے میں جواب دیا کہ نہ میں شاعر ہوں، نہ شعراء کے دیوان دیکھنے کی فرصت۔ ہاں! اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ شعر اس شاعر کا ہے۔ جن کا تخلص رضا ہے۔ مولانا رضا علی صاحب بنارسی ہوں یا مولوی برکت علی صاحب رضا لکھنوی یا رضا سندیلوی یا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب

* مقالہ نگار ممبئی میں مقیم مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

بریلوی یا کوئی اور شاعر، جس کا تخلص رضا ہو۔[۴۲]

الغرض تاریخ پر تاریخ اور ہزار جرح وقدح، مطالعہ ومواخذہ اور بحث وتمحیص کے بعد جج ومجسٹریٹ نے ۲؍مارچ ۱۹۱۷ء کو مقدمہ کے چاروں دعوؤں کو غیر مضبوط دلیلوں کی بنیاد پر خارج کر دیا اور کنور جگدیش پرساد آئی پی ایس مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ برسر اجلاس سنا دیا اور مدعا علیہم کو باعزت بری کر دیا۔ جس کی رپورٹ معاصر اخبار 'ذوالقرنین' نے اپنی اشاعت ۷؍مارچ ۱۹۱۷ء میں تفصیل سے شائع کی۔[۴۳]

حق کی فتح: جب یہ مقدمہ خارج ہوا، تو سب سے پہلے ہفت روزہ 'دبدبہ سکندری' رام پور نے یہ خوش خبری سنائی۔ اخبار مذکور 'علمائے بریلی وبدایون کے مقدمہ میں حق کی فتح' کے زیر عنوان لکھتا ہے: 'راقم دبدبہ سکندری کے ایک شفیق رقمطراز ہیں کہ بریلی وبدایوں کے علما میں، جو مسئلہ اذان پر مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا بدایوں فوجداری کی کچہری میں چل رہا تھا، وہ ۲؍مارچ کو خارج ہو گیا اور اس طرح علمائے بریلی کو ایک خاص کامیابی حاصل ہوگئی۔ گویا حق کو فتح نصیب ہوئی۔ سچ ہے: الحق یعلو ولا یعلی'۔[۴۴]

فتح کی مبارک باد: جیسے ہی یہ مقدمہ خارج ہوا اور مدعا علیہم کو باعزت بری کیا گیا۔ عام اہل سنت میں، جو بے چینی تھی، وہ یک لخت دور ہوئی اور ہر چہار جانب خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی۔ شہر بریلی میں مبارک باد پیش کرنے والوں کی بھیڑ اور قطار لگ گئی۔ پھولوں، گجروں اور گلدستوں کے ڈھیر لگ گئے۔ یہ مبارک باد دینے والے صرف بریلی، رام پور، پیلی بھیت، بدایوں، شاہ جہاں پور، مرادآباد ہی نہیں، بلکہ پورے ملک سے مبارک بادیوں کے خطوط آنے لگے۔

منشی محمد حسین: 'فاضل بریلوی کو کامیابیٔ مقدمہ کی مبارک بادیاں' کے عنوان سے منشی محمد حسین صاحب صابری ریلوے اسٹیشن بریلی لکھتے ہیں: 'اعلیٰ حضرت فخر ملت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قادری مدظلہ کی ذات ستودہ صفات پر عدالت بدایوں میں ازالہ حیثیت عرفی کا جو مقدمہ دائر تھا، اس کے خارج ہونے کی اطلاع ہفتہ ماسبق کے اخبار دبدبہ سکندری سے ہو چکی ہے۔

یہ امر خاص طور پر قابل گذارش ہے کہ جس کو سن کر حضرت کو بے حد مسرت ہوگی کہ یہاں بریلی میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کے یہاں ان کے مریدین اور معتقدین کی طرف سے مبارک بادیاں عجب شان وشوکت سے آتی ہیں۔ مولود خواں حضرات گروہ در گروہ ہو کر نعتیں پڑھتے ہوئے بازاروں سے گذرتے ہیں۔ مبارک بادی کا سامان خوانوں میں سجا ہوا ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے ایک عجب شان پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ حضرت کی عظمت لوگوں کے قلوب پر گہرا اثر کرتی ہے۔

نہایت دھوم دھام سے مریدین پیلی بھیت مبارک باد لائے۔ شہر کے لوگوں میں اس رسم کے ادا کرنے کے موقع پر خاص جوش اور گہرے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمان بھشتیوں نے اس خلوص کا اظہار کیا کہ اگر سو بار انہیں آفریں ومرحبا کہیں، تو مناسب ہے۔ یعنی عام طریقہ سے ان لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ ہم لوگ فلاں دن اپنی مبارک باد لے جائیں گے۔ اس میں ان سب لوگوں کو، جن کے یہاں پانی ہم بھرتے ہیں، ہمارے جلوس میں شریک ہونا ہوگا اور جو شریک نہ ہوں گے، ہماری برادری سے کوئی ان کے یہاں کا پانی نہ بھرے گا۔ اس اعلان پر ایک جم غفیر امنڈ آیا تھا اور بلا مبالغہ ان لوگوں کا جلوس سب سے زیادہ شاندار اور پر شکوہ تھا۔

آج کل بریلی میں بچہ بچہ کی زبان پر اعلیٰ حضرت کی مبارک بادی ہے اور یہ بلاشبہ تسخیر روحانی اور فضل ربانی ہے۔ ہر جلوس میں دس تا پانچ ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ دعا ہے اعلیٰ حضرت کو یہ کامیابی مبارک ہو اور وہ ہمیشہ اسی طرح کامیاب رہیں'۔

ایڈیٹر: اپنے اور اپنے خاندان کی جانب سے مبارک باد گذارش کرتا ہے'۔[۴۵]

جشن کا سماں: جب مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے بحمد اللہ تعالیٰ نمایاں کامیابی عطا فرمائی، تو تمام روہیل کھنڈ، خود بدایوں وبریلی میں جشن کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ کچھ دن پہلے سراسیمگی کی فضا تھی۔ آج فتح وکامرانی اور مسرت وشادمانی کا سماں تھا۔ ایک سنت سنیہ کے احیا واشاعت اور ترویج ونفاذ کے لئے، جو محنت کی گئی تھی اور جس اذیت سے گذرنا پڑا تھا، آج اللہ کریم نے اس کا انعام دے دیا تھا۔ جب جگدیش پرساد مجسٹریٹ نے فتح وظفر کا فیصلہ سنایا، تمام وکلائے حق اور حضار وزوار کے چہرے پھول کی طرح کھل

اٹھے۔ ہیرے کی طرح چمک اور دمک اٹھے۔ کچہری سے نکلتے ہی مبارک بادیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

جب یہ فاتح وغالب قافلہ بریلی پہنچا، تو بریلی اسٹیشن پر اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ جب اعلیٰ حضرت نے یہ خبر سنی، تو بطور شکر الٰہی کے سید ضمیر الحسن اور سید سراج کو انگرکھا عنایت فرمایا۔ عمامے اور مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ مولانا حشمت اللہ خان وکیل خصوصی دعاؤں سے نوازے گئے۔ اب جسے دیکھو، مبارک بادی دینے چلا آرہا ہے۔ ہاروں، پھولوں، گجروں اور گلدستوں کا انبار لگ گیا ہے۔ نعت خوانی ہورہی ہے۔ نظمیں پڑھی جارہی ہیں۔ ہر محلہ اور ہر برادری والے اپنے اپنے طور پر نئے نرالے انداز سے حمد وثنائے الٰہی، نعتِ رسول مقبول، محامد وقصائدِ اعلیٰ حضرت، تحسینیت وتبریک اور مبارک بادیوں کے نت نئے ڈھنگ سے جلوس نکالے جارہے ہیں۔

ساداتِ بریلی نے حافظ سید سعادت علی عرف سدن صاحب کی قیادت میں نہایت شان وشوکت کا جلوس نکالا۔ ہدایت یار خان قیس نے تمام رودادِ مقدمہ کو منظوم کیا اور جلسہ وجلوس میں پڑھا گیا۔ خان، پٹھان، شیخ، قصاب، قریشی، بھشتی، مچھیرے، غرض ہر طبقہ وپیشہ کے افراد نے اپنے طور پر اظہار مسرت اور مبارک بادی پیش کی۔ مچھیروں نے زندہ تازہ مچھلی دریا سے پکڑ کر اور خوان میں سجا کر مبارک باد دینے آیا اور مچھلی پیش کی۔ گل فروشوں نے گلوں اور پھولوں کی ٹٹی اور چادر بنائی، گلدستے بنائے اور پتوں اور پنکھڑیوں کی بارش کرتے ہوئے جلوس نکالا۔ آتش بازوں نے اظہارِ عقیدت میں قمقموں اور روشن دانوں کی روشنیں قائم کیں۔ گولے داغے اور آسمانی چھوڑتے ہوئے جلوس نکالا۔ کرتب بازوں نے کرتب دکھاتے ہوئے جلوس اٹھایا۔ یہ سلسلہ ہفتوں اور مہینوں چلا۔

غرضیکہ شہر بریلی مسرت بداماں تھا اور ہر گلی کوچہ فرحت بردوش تھا۔ جب دیکھئے۔ جدھر دیکھئے۔ پیلی بھیت سے، رام پور سے، مرادآباد سے، سنبھل سے اور نہ جانے کہاں کہاں سے علماو عمائدین، مشائخین ومخدومین صوفیا وسالکین، مدرسین ومتعلمین، مریدین ومعتقدین، جوق در جوق، گروہ در گروہ، کشاں کشاں چلے رہے ہیں۔ پھولوں، ہاروں، گلوں، گجروں، گلابوں، گلدستوں سے اعلیحضرت کا جسم ناز، گلوئے اقدس، دستہائے خیر وبرکت، لباس، سر، عمامہ، کرسی، پلنگ، بستر، دیوان عام وخاص، سب بھر جاتا ہے۔ کئی کئی آدمی اٹھاتا اور صاف کرتا ہے۔ مگر پھر ڈھیر کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ خصوصاً شام کے اوقات رات دیر گئے تک یہ منظر دیدنی ہوتا تھا اور نعت ومناقب وقصائد کا ماحول شنیدنی رہتا تھا۔

یہ وہ انعام، اکرام، اعزاز تھا، جو واقعی قابل رشک تھا۔ یہ اس حرص، خلوص اور عقیدت کا کرشمہ تھا، جو انہوں نے ایک سنت کو زندہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس سلسلہ میں دوستوں سے بھی مدد چاہی اور مخالفوں سے بھی اعانت کے طلبگار ہوئے۔ بڑے تو بڑے تھے۔ اپنے سے کمتروں سے اس احیائی تحریک کے لئے جس الحاح وزاری سے انہوں نے گذارش کی، وہ ان کی تابندہ زندگی کا درخشندہ پہلو ہے۔ اے کاش! یارانِ وقت ان کے خلوص، ایثار، اجرائے سنت، ترویج دین کی تحریک کو کما حقہ سمجھ پاتے۔

اعلیٰ حضرت نے کڑے سے کڑے وقت میں بھی کبھی کورٹ، کچہری، پولیس کی طرف پھوٹی آنکھ سے نہیں دیکھی۔ جب پکارا، یا اللہ پکارا۔ جب کہا، یا رسول اللہ کہا۔ حسبنا اللہ نعم الوکیل و نعم المولیٰ نعم النصیر کا ہی ورد کیا۔ ہر کڑے وقت اور آزمائشی دور میں جب استغاثہ کیا، اپنے مشائخ کرام کی ارواحِ پر فتوح سے کیا، سرکار غریب نواز، سرکارِ بغداد غوثیت مآب سے کیا، آقا مولائے کائنات حضور رسالت مآب سے کیا، بارگاہِ رب العزت میں انتہائی تضرع، تذلل، تخشع، آہ وزاری، آیات وآحادیث میں وارد دعاؤں پر کامل یقین رکھتے ہوئے، عبدیت ومعبودیت کے شدید احساس کے ساتھ حاضری دی اور ان کی بگڑی بن گئی۔ کئی دفعہ اس نوعیت کے واقعات ومقدمات پیش آئے۔ ہر بار اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی پناہ، امان، حصن حصین میں رکھا، کورٹ، کچہری تو دور کی بات، کسی پولیس، افسر کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔ اس تمام جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحمد اللہ آج سارے ہندو پاک وغیرہ میں یہ اذان خارج مسجد ہوتی ہے، جو سنت کے عین مطابق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ انعام خاص ہے۔ اعلیٰ حضرت کی سعی رائیگاں نہیں گئی، سعی مشکور ثابت ہوئی۔

اس بحث کی صداقت اور ثقاہت تک رسائی کے لیے خاکسار چند دستاویزی شواہد پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا

ہے۔ چوں کہ یہ بحث تمام ہندو پاک و بنگلہ دیش میں گونج رہی تھی۔ جس کی گونج بغداد معلیٰ ہوتے ہوئے حرمین شریفین تک پہنچ چکی تھی اور عالم اسلام سے امام احمد رضا کے مؤقف کی حمایت ہی میں صدائے حق بلند ہو رہی تھی۔ اس سلسلے میں ہزاروں ہزار فتاوے اور تحریری شہادتیں موجود ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے یہاں دو چند ہی پیش کی جاتی ہیں۔ جن حضرات و افراد کو مکمل تفصیل درکار ہو، وہ خاکسار کی کتاب 'مسئلہ اذان ثانی: ایک تحقیقی مطالعہ' کا مطالعہ کریں۔

مدنی فتوی نمبر: ۱۱ از فضیلۃ الشیخ السید احمد الجزائری الحسینی قدس سرہ مفتی مالکیہ مدینہ منورہ

وصلی الی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما، فقہار حمہم اللہ تعالیٰ احکام شریعت اور حدیث کے اقسام کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ فقہا نے صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہر دو اذان اول و ثانی کا سنت ہونا احادیث شریف سے ثابت کیا ہے اور اذان ثانی زیادہ مؤکد ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھی۔ جب آدمی زیادہ ہو گئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری اذان زیادہ کی اور اس پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے موافقت کی اور جاری ہوا عمل اہل حجاز اور مصر اور شام وغیرہم کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل اذان پر مسجد کے مکبریہ میں، اس حال میں کہ خطیب منبر پر ہو اور جاری ہوا۔ عمل اہلِ مغرب کے شہر والوں اور دیہاتوں کا بتمامہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعلِ اذان پر منارہ پر اور وہ اصوب ہے۔ اس واسطے فعل اذان فی المسجد کا کچھ فائدہ نہیں، ان لوگوں کو، جو مسجد سے خارج ہیں۔ تاکہ ذکر اللہ کی طرف سعی کریں اور بیع کو چھوڑیں اور اس چیز کو، جو نماز کی مانع ہے اور حاضرین مسجد کے لئے اذان کی حاجت نہیں ہے اور مکروہ پہچانا ہے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فعل اذان کو مسجد میں اور کہا بعض نے بدعت مضیعہ [ضائع ہونے والی یعنی بدعت بے کار] ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لکھا اس کو فقیر احمد الجزائری الحسینی مفتی المالکیۃ بمدینۃ خیر البریۃ

[مہر][۴۶]

مدنی فتویٰ نمبر: ۱۲ از فضیلۃ الشیخ العلامۃ محمد توفیق الایوبی الانصاری الحنفی قدس سرہ مدرس حرم نبوی مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ

امابعد! یہ حدیث، جس کو روایت کیا ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام شافعی اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے اور امام بخاری نے روایت کی ہے، جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہا: تھی اذان اول جمعہ کے دن جس وقت کہ امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان دی جاتی تھی، جس وقت کہ آپ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تھے مسجد کے دروازے پر اور اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ خلافت میں، پس جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت آیا اور لوگوں کی کثرت ہوئی، تو آپ نے اذان ثالث زیادہ کی زوراء میں [یعنی مدینہ منورہ کے بازار زوراء میں یہ اذان دی جاتی تھی] پس ثابت ہو گیا یہ امر، جزء سابع سبیل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد سے جو علامہ محمد عبد السندی ثم المدنی کی ہے اور یہ کتاب کتب خانہ المحمودیہ باب السلام میں ہے اور اسی طرح تصریح کی ہے، ایک روایت میں طبرانی کی اور یہ تصریح دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ سنت ثابتہ عہد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ ہے کہ اذان دینا مسجد کے دروازے پر ہی ہے اور متبادر امر یہ ہے کہ اذان کارض مسجد ہے، نہ داخل مسجد اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے، جو نقل کیا گیا ہے مالکیہ اور حنفیہ کا قول داخل مسجد اذان کی کراہت میں اور اگر حرف 'علی' کو استعلاء حقیقی کے معنی میں لیا جائے، تو پس ہوگی اذان فوق الباب اور یہ بھی بعید نہیں ہے، کیوں کہ اذان کا فوق الباب ہونا اولیٰ ہے، اس واسطے کہ اسماع اور اعلام اذان دروازے پر [فوق الباب] اتم ہے، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وھو ولی التوفیق۔

لکھا اس کو فقیر محمد توفیق الایوبی الانصاری الحنفی نے، جو مدرسین حرم شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک مدرس ہے۔ [مہر] [۴۷]

(جاری ہے۔۔۔)

حجابِ تصوف میں بھیانک چہرہ

از: مفتی راحت خان قادری*

ایمان واعتقاد سے کھلواڑ کر کے شریعت مطہرہ کی قدروں کو پامال کرنا، کیا معاذ اللہ! اسی بھونڈی اور مسخ شدہ صورت کا نام "تصوف" ہے؟ معبودِ حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے جھکنے والی پیشانیوں کو اپنے قدموں پر صورت سجدہ میں رکھوانے والے، مداہنت جن کے دلوں میں پیری ہوئی ہو کیا وہ تصوف کے علم بردار ہو سکتے ہیں؟ نہیں نہیں ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا تصوف تو اس پاکیزہ ومقدس اور عالی فکر کا نام ہے جو انسان کو کمال تک پہونچا کر اس کے قد کو نہایت بلند اور اونچا کر دیتی ہے۔ ہاں اس نورِ بے مثال کو تصوف کہتے ہیں جس سے سارا عالم جگمگا جاتا ہے، جی تصوف تو محض اسی روحانی سفر کا نام ہے جو شریعت کی مقدس راہوں سے ہوتا ہوا معرفت وحقیقت کی منزل پر تمام ہوتا ہے۔ جو اس تصوف کے جامع ہوں حقیقت میں وہی "صوفی" کہلانے کے اہل ہیں اور جو شریعت مطہرہ بلکہ ایمان وعقائد کا بھی معاذ اللہ! پاس ولحاظ نہ رکھتے ہوں وہ ابلیس رجیم کے کھلونا تو ہو سکتے ہیں صوفی ہر گز نہیں ہو سکتے۔

تصوف: تصوف کا تعارف پیش فرماتے ہوئے عارف باللہ سیدی شیخ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ (م ۹۷۳ھ) نے فرمایا ہے:

"التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة۔ یعنی تصوف وہ تو احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔" (الطبقات الکبریٰ جلد اول، ص:۴)

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن خفیف ضبی قدس سرہٗ (م ۳۷۱ھ) فرماتے ہیں: "التصوف تصفية القلوب واتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الشریعة۔" (ایضاً ص/۴) یعنی تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کر کے شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

"علم التصوف تفرع من عين الشريعة۔" (ایضاً ص ۴) یعنی علم تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی تھیلی ہے۔

ان دونوں بزرگوں کے اقوال سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی انسان اس وقت تک صوفی ہو ہی نہیں سکتا ہے جب تک کہ وہ شریعت مطہرہ کی بجا آوری میں کامل نہ ہو جائے اور جب شریعت کی بجا آوری میں کامل ہو جائے گا اس وقت اس کو اللہ تعالیٰ کی سچی توجہ حاصل ہو گی جیسا کہ علامہ احمد بن احمد برنسی مغربی المعروف بہ "زرّوق" (م ۸۹۹ھ) فرماتے ہیں:

"وقد حدّ التصوف ورسم وفسر بوجوه تبلغ نحو الالفين، مرجع كلها لصدق التوجه الى الله تعالىٰ۔ یعنی تصوف کی حدّ ورسم تقریباً دو ہزار کے قریب بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا مقصود وصول الی اللہ ہے۔" (قواعد التصوف ص:۱۳)

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی حضور غوث اعظم قدس سرہ (م ۵۶۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

"اقرب الطرق الى الله تعالىٰ لزوم قانون العبودية والاستمساك بعروة الشريعة۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ تھامے رہنا ہے۔" (بہجۃ الاسرار ص:۵۰)

معاصر حضرت جنید بغدادی، حضرت سیدی ابو العباس احمد بن محمد الآدمی قدس سرہٗ (م ۳۰۹ھ) فرماتے ہیں:

"من الزم نفسه آداب الشريعة نور الله تعالىٰ قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبيب صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى اوامره وافعاله واخلاقه۔ یعنی جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرلے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن فرمادے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام وافعال اور عادات سب میں حضور

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

ہی کی پیروی کی جائے۔" (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۵)

ان اقتباسات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ کی اتباع و پیروی کرنا یہ حصول تصوف کے لیے شرط اول ہے اور احکام شرع پر عمل یہ موقوف ہے جب تک ایمان نہ ہو اس وقت تک احکام شرع پر عمل درآمد ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں ہے اسی طرح سے ایمان کے بعد جب شریعت مطہرہ کی پیروی نہ ہو اس وقت تک منازل تصوف کے حصول کا بھی کوئی معنی نہیں ہے جیسا کہ علامہ احمد بن احمد برلسی مغربی المعروف بہ "زروق" (م ۸۹۹ھ) فرماتے ہیں:

"صدق التوجه مشروط بكونه من حيث يرضاه الحق تعالى وبما يرضاه، ولا يصح مشروط بدون شرطه، {وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ}(الزمر ۷/۳۹) فلزم تحقيق الايمان{وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ}(الزمر ۷/۳۹) فلزم العمل بالاسلام۔ یعنی تصوف کے لیے سچی توجہ اس جانب کے جو حق تعالیٰ کو پسند ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، یہ شرط ہے، اس شرط کے بغیر تصوف صحیح نہیں ہوگا (یعنی تصوف پایا ہی نہیں جائے گا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: [اور اپنے بندوں کا کفر کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں] تو وجود تصوف کے لیے ایمان لازم وضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: [اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے۔]

تصوف کی آڑ میں شریعت کی مخالفت

شیطان صرف صوفیائے کرام کے افکار ونظریات ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کا ہی کھلا ہوا دشمن ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔" (سورۂ یوسف ۱۲/۵)

اسی لعین ہی نے تو بارگاہ ایزدی میں انسانوں کے لیے یہ قسم کھائی تھی کہ میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا، ان کو بہکا دوں گا اور خواہشات میں مبتلا کر دوں گا۔ یہی وہ لعین ہے کہ جس نے حضرت آدم (علیٰ نبینا و علیہم افضل الصلوات والتسلیمات) کے جی میں خطرہ ڈالا تھا اور خدا کی جھوٹی قسم کھا کر ان سے خیر خواہی کا ڈھونگ کیا تھا۔ شیطان ہمہ وقت اسی فراق میں ہی سرگرداں ہے کہ کسی طرح انسان کو گناہوں میں ملوث کیا جا سکے بقول صوفیائے کرام "کبھی کبھی وہ نیک کام کے لیے ننانوے (۹۹) دروازے کھولتا ہے تا کہ انسان سے ایک گناہ کا کام کروا سکے۔"

صوفیائے کرام اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے ہیں اور صوفیائے کرام دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کے لیے بلاتے ہیں اور اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں، ان کا مقصود عند اللہ محمود و محبوب ہوتا ہے۔ شیطان بھی کبھی کبھی دوسروں کو طاعت و بندگی کی جانب بلاتا ہے اور اس کے لیے کوشاں رہتا ہے، لیکن اس کا مقصود عند اللہ مذموم و مبغوض ہوتا ہے جس کا اندازہ صاحب مثنوی کی بیان کردہ اس حکایت سے بخوبی ہوتا ہے:

"امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن صبح کے وقت سوتے رہ گئے تو شیطان نے آ کر حی علی الفلاح کہا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ظاہری حکم کے مکر وفریب کو سمجھ لیا۔

ارشاد فرمایا: اے شیطان! تُو تو گناہ کا ہی حکم دیتا ہے، پھر تو مجھے اطاعت الٰہی کا حکم کیسے دے رہا ہے؟ اس تعجب خیز معاملے کا سبب کیا ہے؟ کیونکہ تجھ جیسے سے ایسی توقع نہیں۔ شیطان نے کہا: تم کو بیدار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تم نے فجر کی نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ باجماعت نہیں پڑھ پائی تھی تو تم کو اس پر بہت افسوس و شرمندگی ہوئی، تو تمہارے لئے اس اطاعت سے زیادہ اجر وثواب لکھا گیا جس کی تم بجا آوری کرتے تھے، اسی وجہ سے میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں تم دوبارہ سوتے ہوئے نہ رہ جاؤ اور تم کو پھر وہی اجر وثواب حاصل نہ ہو جائے۔"

(مثنوی شریف دفتر دوم ص ۶۳)

جس طرح سے شیطان نے نماز کی ہمدردی کا جھوٹا ڈھونگ کیا اسی شیطان کی طرح ہی ہندوستان میں کچھ افراد ایسے ہیں جو تصوف کا راگ الاپتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنی ہی زبان سے دنیا کا بہت بڑا صوفی کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ ہندوستان سے لے کر دیگر ممالک تک اپنی فرضی صوفیت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے

ہیں تا کہ عوام اہل سنت متنفر ہو کر ان سے دور نہ ہو جب کہ حقیقت یہ کہ وہ قولاً، فعلاً پاکیزہ تصوف کے کھلے ہوئے سخت دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کی سیرت و کردار اور ان کی تحریریں عوام اہل سنت کے لیے محض "منظر راہ" کی حیثیت رکھتی ہیں، خوف خدا اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عاری کچھ لوگوں نے جب شہرت طلبی، شکم پروری اور حصول دنیا کے لیے جب اپنے دوسرے حربوں کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے محض انہیں خسیس و رذیل دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے اور اپنے گھناؤنے چہرے کو چھپانے کے لیے تصوف کا لبادہ اوڑھنا بھی شروع کر دیا اور حجابِ تصوف میں اپنے اس بھیانک بدنما چہرے کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

آئیے ذرا اب ان کے رخ سے نقاب اٹھا کر ان کو بے نقاب کیا جائے تا کہ ان شیطان صفت بناوٹی چہروں سے دوسرے بھولے بھالے سچے سنی مسلمان بھی باخبر ہو سکیں۔

اس فرضی گروہ صوفیہ کے سرغنہ جن کے یہاں اضطراری کیفیت کے ساتھ "خوک دخر" اور "پروفیسر اختر" وغیرہ "ناصر" وہم فکر کی حیثیت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں ان کو ان کے متبعین وساجدین "داعی اسلام شیخ ابو سعید احسان اللہ محمدی صفوی" اور "ابو میاں" کہتے ہیں لیکن جب آپ ان کے افکار و نظریات کو پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ویسے ہی "شیخ" ہیں جیسا ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کو دیابنہ و وہابیہ "شیخ" کہتے ہیں بلکہ "ابو میاں" کی سرپرستی میں شائع ہونے والے کتابی سلسلہ "الاحسان" میں بھی ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ کی مدح سرائی کی گئی ہے اور ان کو "شیخ" وغیرہ معظم الفاظ سے کیا گیا ہے۔

ذیل میں گروہ صوفیہ کے مذکورہ سرغنہ یعنی "ابو میاں" کے ان افکار و نظریات کو ذکر کیا جاتا ہے جو ان کی سرپرستی میں شائع کی جانے والی کتابوں میں مذکور ہیں قارئین کرام بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ "ابو میاں" کا راستہ بزرگان دین، اولیائے کرام، علمائے ذوی الاحترام اور مجتہدین امت (رحمہم اللہ) کے راستے سے کتنا الگ ہے۔

ابو میاں کے بعض افکار و نظریات

(۱) "اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہنامہ خضر راہ مئی ۲۰۱۳ء ص ۱۳:)

(۲) "ان (ابو میاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن و کافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر و فقیر، عالم و جاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں۔" (نغمات الاسرار ص ۱۱:)

(۳) "وہ (ابو میاں) حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں۔"

(نغمات الاسرار ص ۱۱:)

(۴) "حضرت (ابو میاں) کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ و افتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔"

(نغمات الاسرار ص ۶:)

(۵) "حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ "قرأت خلف الامام" کے قائل صرف اس لیے تھے کہ ان کے پاس حدیث تھی یہاں انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قولِ رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلے میں آج بھی چلا آرہا ہے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصدِ شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، ضرورت و حاجت کے تحت یا روحانی کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں اس کے باوجود مقلد ہی کہے جائیں گے۔" (الاحسان، شمارہ ۱، ص ۲۵۰:)

(۶) "اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی اور شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم برحق کہتے ہو، بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق حقی نہیں ہے؟" (الاحسان ۳ / افادات ابو میاں، ص ۲۳:)

سوادِ اعظم کی مخالفت

پہلا اقتباس: دیابنہ و وہابیہ، رافضی و چکڑالوی اور اہل حدیث وغیرہ کون سا فرقہ ایسا ہے جو اپنے غلط افکار و نظریات کی موقع پڑنے پر تاویل نہیں کرتا؟ لیکن "ابو میاں" کے زیر سایہ شر نکلنے والے رسالے میں صاف کہہ دیا گیا:

"اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔" (ماہنامہ خضرِ راہ کوشامی مئی ۲۰۱۳ء ص ۱۳:)

وہ فرقہائے باطلہ جو کہ بدمذہب ہیں اور ان کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے ان پر تو علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل سنت وجماعت بلکہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی جانب سے ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے۔ تو "ابومیاں" کی جانب سے علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل سنت وجماعت بلکہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی کھلی مخالفت نہیں تو کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں۔" (نغمات الاسرار ص ۱۱:)

فیصلہ قارئین کے حوالے کہ وہ مذکورہ عبارت کو پڑھ کر خود غور کریں کہ "ابومیاں" کی یہ روش درست ہے یا نہیں؟

صحبت وقربت کفار سے بچنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کو منع فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مقدس میں یوں ارشاد فرمایا:

"وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ"۔ (سورۃ انعام ۶/۶۸) اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رب تبارک وتعالیٰ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوں مدح سرائی فرماتا ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ"۔ (سورۃ فتح ۴۸/۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

تفسیر مدارک میں مذکورہ آیت کے تحت یوں ہے:

"وبلغ من تشددهم على الكفار أنهم كانوا يحرزون من ثيابهم أن تلزق ثيابهم ومن أبدانهم ان تمس أبدانهم"۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شدت کفار پر اس درجہ تھی کہ وہ حضرات اپنے کپڑوں کو بھی کافروں کو چھونے سے بچاتے تھے اپنے جسموں کو بھی کافروں کے جسموں سے مس ہونے سے دور رکھتے تھے۔

قارئین کرام! غور کیجیے ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی، شیعہ، دیوبندی وغیرہ تمام فرقہائے باطلہ سے اتحاد واختلاط کرنا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہے یا نہیں؟

ابومیاں کی خانقاہ مرکز اختلاط بدمذہباں

دوسرا اقتباس: "ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں"۔ (نغمات الاسرار ص ۱۱:)

کیا اس عبارت میں اس بات کا کھلا ہوا اعلان نہیں کہ ابومیاں سب سے اختلاط رکھتے ہیں؟ نیز اس میں عوام کو سب سے اختلاط رکھنے، میل جول اور رشتہ قائم کرنے کی کھلی ترغیب نہیں ہے؟ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہاں شریعت مطہرہ کے خلاف بدمذہبوں سے کھلم کھلا اختلاط رکھا جاتا ہے۔ جب کہ علمائے دین واولیائے کاملین نے بدمذہبوں سے دور ونفور رہنے کا حکم دیا ہے۔

بدمذہبوں کے ساتھ بزرگانِ دین کا عمل

یہ جعلی تصوف کے جھنڈابردار "ابومیاں" کی بارگاہ کا معاملہ تھا اب رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین کا بدمذہب کے ساتھ برتاؤ ملاحظہ ہو:

"عن اسماء بن عبيد قال دخل رجلان من اهل الأهواء على ابن سيرين فقال يا ابابكر نحدثك بحديث، فقال لا، قالا فنقرأ عليك آية من كتاب الله؟ قال لا، لتقومان عني أو لاقومن قال فخرجا۔ (سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۴۰۰) "اسماء بن عبید سے روایت ہے کہ دو بدمذہب حضرت امام محمد بن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی اے ابوبکر! ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں، ان دونوں نے عرض کی قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھیں؟ فرمایا نہ، یا تو تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں چلا جاؤں گا،

آخر وہ وہاں سے دونوں نکل گیے۔

بدمذہبوں کے متعلق شرح مقاصد میں یوں ہے:

"أن حکم المبتدع البغض والاهانة والرد والطرد۔"

(شرح المقاصد، ج:۲، ص:۲۷۰) یعنی بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا، اسے ذلت دینا، اس کا رد کرنا اور اسے دور ہانکنا ہے۔

سیدالاولیا سندالاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"وأن لا یکاثر أہل البدع ولا یدانیہم ولا یسلم لأن امامنا امام أحمد حنبل رحمة الله علیہ قال من سلم علی صاحب البدعة فقد أحبہ لقول النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم افشوا السلام بینکم تحابوا ولا یجالسہم ولا یقرب منہم ویہنیہم فی الأعیاد وأوقات السرور ولا یصلی علیہم اذا ماتوا ولا یترحم علیہم اذا ذکروا بل یبایہم ویعادیہم فی الله عزوجل معتقدا بطلان مذہب أہل البدعة محتسبا بذلک الثواب الجزیل والأجر الکثیر۔ اور اہل بدعت کے ساتھ مباحثہ، مبالغہ اور ان کے ساتھ اختلاط نہ کرنا چاہیے، نہ ان کو سلام کرے کیوں کہ ہمارے پیشوا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو سلام کیا گویا اس سے دوستی کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اپنے آپس میں کرو تا کہ باہم ربط و اتحاد زیادہ ہو اور بدعتیوں کے ساتھ نہ بیٹھو، نہ ان کے پاس جاؤ اور خوشی کے دنوں اور عید میں مبارک باد نہ کہو اور جب وہ مریں ان کا جنازہ نہ پڑھو اور جب ان کا ذکر ہو تو مہربانی و شفقت کے کلمے ان کے حق میں نہ کہو بلکہ ان سے دور رہو اور دشمنی رکھو اللہ تعالیٰ کے لیے اس اعتقاد سے کہ اہل بدعت کا مذہب جھوٹا ہے اور ان کی دشمنی سے ہم کو ثواب حاصل ہوگا۔"

(غنیة الطالبین، الجزء الأول، ص۱۵۰)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم ست بجہاد کفار و غلظت بایشاں امر فرمود۔ معلوم شد کہ غلظت بایشاں داخل خلق عظیم ست۔ یعنی اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں کافروں سے جہاد اور ان پر غلظت فرمانے کا حکم دیتے، معلوم ہوا کہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ غلظت وشدت برتنا خلق عظیم میں داخل ہے۔"

(مکتوبات مجدد الف ثانی، ج:۱، مکتوب نمبر ۱۶۳، ص ۱۶۵:)

دوسرے مقام پر یوں ہے:

"اجتناب از صحبت مبتدع لازم ست وضرر مبتدع فوق ضرر کافرست۔ یعنی بدمذہب کی صحبت سے بچنا لازم ہے اور بدمذہب کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔"

(مکتوبات مجدد الف ثانی، ج:۱، مکتوب نمبر ۵۴، ص ۵۴:)

ابومیاں کی تقلید سے بیزاری

تیسرا اور چوتھا اقتباس: "وہ (ابومیاں) حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں۔"

(نغمات الاسرار ص:۱۱)

(۴) "حضرت (ابومیاں) کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔"

(نغمات الاسرار ص:۶)

کیا اس اقتباس میں تقلید کے اوپر چھینٹا کشی کرنے کے ساتھ ساتھ "مولوی اسماعیل دہلوی" کی ذہنیت کی بو نہیں آتی ہے؟ کیا اس میں مقلدین کو طعن وتشنیع نہیں کی گئی ہے؟ (علما، اولیا، صلحا، صوفیہ اور اتقیا بلکہ سیدالاولیا، سندالاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہ تمام) مقلدین کو کوتاہ بین نہیں کہا گیا؟ ان کی تقلید پر جمود کا الزام نہیں لگایا گیا ہے؟ کیا اس اقتباس سے ان کی غیر مقلدانہ اور وہابیہ نواز ذہنیت آشکارا نہیں ہوتی؟

کائنات تصوف وسلوک کی عظیم ہستی "حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی" قدس سرہ کے ایک مبارک اقتباس کو اس نیت سے نقل کیا جاتا ہے کہ شاید وہ "ابومیاں" کے کام آئے اور ان کے دل کا اندھیرا دور ہو:

"شریعت وطریقت میں اپنے آپ کو محض مقلد سمجھیں اور ان دونوں دل پذیر طریقوں میں اپنے دعویٰ اجتہاد سے دور سے دور تر رہیں۔"

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص:۴۱)

بغرض اصلاح ''ابومیاں'' کو مشورہ ہے کہ شریعت وطریقت دونوں میں ہی اپنے آپ کو ائمہ فقہ وطریقت کے تابع رکھیں اور ائمہ و اسلاف کرام کے افکار ونظریات کو یکسر نظر انداز کر کے زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش نہ کریں ورنہ آپ تو بہت چھوٹی چیز ہیں ان علم والوں کے لیے کہ جن کو علم تو ہے لیکن علم فقہ میں درک نہیں رکھتے حضرت امام سفیان بن عیینہ قدس سرہ (م ۸۱۵ھ) نے یوں فرمایا ہے:

''الحدیث مضلة الا للفقهاء۔ یعنی حدیث شریف فقہائے کرام کے علاوہ کے لیے گمراہ کرنے والی ہے۔''

جس طرح سے قرآن مقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا۔ یعنی بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔'' (سورہ بقرہ، ۲/۲۶)

گمراہ ہونے والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوال اسلاف کرام کو چھوڑ کر فہم قرآن کے دعوے دار ہیں، لہٰذا اب خود ہی غور کیجیے اور سوچیے کہ علما و فقہا، اتقیا وصوفیہ کا راستہ بہتر ہے یا گمراہوں کا وہ راستہ جو آں جناب نے اختیار کر رکھا ہے۔

فقہ حنفی اور احناف پر بہتان

پانچواں اقتباس: (۵) ''حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ ''قرأت خلف الامام'' کے قائل صرف اس لیے تھے کہ ان کے پاس حدیث تھی یہاں انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قول رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلے میں آج بھی چلا آرہا ہے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، ضرورت و حاجت کے تحت یا روحانی کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں اس کے باوجود مقلد ہی کہے جائیں گے۔'' (الاحسان، شمارہ ۱، ص: ۲۵۰)

مذکورہ اقتباس کو دوبارہ ملاحظہ کیجیے اور دیکھیے کہ اس عبارت سے یہ مطلب بالکل واضح مفہوم ہوتا ہے کہ جو لوگ تقلید کرتے ہوئے قول امام پر عمل کرتے ہیں وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور قول امام پر کوئی حدیث نہیں بلکہ حضرت امام اعظم قدس سرہ کا قول حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ کیا یہ ہم مقلدین حضرت امام اعظم قدس سرہ پر بہتان والزام نہیں ہے؟ ع

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے

مذکورہ قول کے متعلق مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب مبارک پور کئی اعتبار سے تنبیہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

''اس کا صاف مطلب یہ کہ جو لوگ قول امام پر عمل کر رہے ہیں وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور قول امام کی تائید میں حدیث نہیں۔ یہ تو فقہ حنفی اور احناف پر بہت بڑا الزام ہے پھر یہ بات آپ حصر کے ساتھ کہہ رہے ہیں اس پر اور زیادہ تعجب ہے اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قول رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا۔ جب کہ خود احناف کے نزدیک بھی حدیث رسول کے مقابلے میں قول امام کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ قول امام حدیث کے مقابل آسکتا ہے۔ قول امام تو اس وقت قابل عمل ہوتا ہے جب وہ کسی حدیث سے مستنبط ہو، یا کوئی شرعی حدیث نہ ہو تو قیاس امام پر عمل ہوگا اور اگر محض قول امام حدیث کے مقابلے میں ہو تو اس کو ترک کرنا اور حدیث پر عمل کرنا نہ صرف یہ کہ زیادہ بہتر ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ خود ہمارے امام اعظم نے فرمایا: اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔ اس کی پوری بحث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی معرکہ آرا کتاب ''الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی'' میں ملاحظہ کی جائے۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ جس وجہ سے بھی قرأت خلف الامام کے قائل رہے ہوں مگر اس کی بہتر حال صحیح طریقے سے نہیں کی گئی پھر آگے چل کر کشف کو بھی بنیاد بتایا گیا ہے اگر کشف پر اعمال کا دارو مدار رکھا جائے تو پھر جتنے کشوف ہوں گے اتنے مسالک جنم لیں گے۔ کیوں کہ کشف دوسرے کے لیے حجت نہیں اور خود اپنے لیے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتا، لہٰذا اس کی وجہ سے قول امام کو رد نہیں کیا جا سکتا اور اولیاء اللہ نے کشف کو فقہیات میں بنیاد بھی نہیں بنایا اور نہ بتایا۔

''صوفی حکیم ہوتا ہے اور مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے۔'' یہ جملہ بھی اس بات کا غماز ہے کہ گویا ائمہ مجتہدین حکیم نہیں ہوتے اور ان کی نظر مقاصد شریعت پر نہیں ہوتی جب کہ یہی فقہا و مجتہدین کا طرۂ امتیاز ہے اللہ کی طرف سے انہیں یہی قوت ملتی ہے

کہ وہ اجتہاد کے عمل میں کامیاب ہوتے ہیں اور مجتہدین کرام خود بھی صاحب کشف تھے مگر کہیں بھی نہیں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے کشف کی بنیاد پر کسی مسئلے کا استنباط کیا ہو۔"

(انتہیٰ ملخصاً، الاحسان، شمارہ ۲، ص ۳۹۱: ۳۹۲)

علمائے احناف پر نفاق حقی کا الزام

چھٹا اقتباس: ''اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی اور شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق حقی نہیں ہے؟"

(الاحسان کتابی سلسلہ ۴، افادات ابومیاں، ص: ۲۳)

حنفی شافعی کی اقتدا میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے؟ اس متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور دیگر علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقامات اختلاف میں احتیاط کی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے ورنہ نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

"جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف۔ یعنی حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقامات اختلاف میں محتاط ہو۔"

(مجمع الانہر جلد ۱، ص: ۱۲۹)

ردالمحتار میں ہے: "قال کثیر من المشائخ ان کان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز والا فلا۔" (ردالمحتار جلد ۱، ص: ۶۱۶) یعنی اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقامات اختلاف میں احتیاط کی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے ورنہ نہیں۔"

بحرالرائق میں ہے:

"حاصله ان صاحب الهداية جواز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منه ما یمنع صحة صلاته فی رأی المقتدی۔ یعنی حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتدا کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی رائے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے۔"

(بحرالرائق جلد ۲، ص: ۴۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

''اگر شافعی طہارت ونماز میں فرائض وارکانِ مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل اور اگر حال رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورت اول ودوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو، اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶، ص: ۵۵۸)

''حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرے جہاں اس کی اقتدا جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آبِ قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خونِ فصد وریم زخم وقے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہوکر باوصف یادِ فائتہ و وسعتِ وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶، ص: ۲۰۷)

حرمین شریفین پر وہابیوں کے تسلط سے قبل چاروں فقہی مذاہب کے مصلے تھے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ اس کی برائی کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

''چار مصلے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کیے گئے ہیں لاریب امر زبوں (برا) ہے"۔ (سبیل الرشاد ص: ۳۲)

(جاری ہے۔۔۔)

دوسری اور آخری قسط

محقق بریلوی اور جدید اُصولِ تحقیق

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

محقق بریلوی۔۔ احتیاط نقل و استدلال (۵)

(الف) علما نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے نسخے سے ملے، اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخے سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔۲۹

(ب) اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل مصنف یا اور ثقہ نے کیا وسائط زاید ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات سے ہونا معلوم ہو، یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخے کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔۳۰

جدید محققین

تاریخ ادب کی کتابیں لغات، انتخابات، نصابی کتابیں، ان کتابوں میں اور ان جیسی کتابوں میں قدیم و جدید شاعری کا کلام اور نثر کے اجزا محفوظ ہیں۔ چونکہ یہ معلوم ہے کہ ایسی بیشتر کتابوں میں نقل در نقل سے کام لیا گیا ہے اور یہ بھی کہ عام طور پر ایسے مجموعوں میں بے احتیاطیوں کی کارفرمائی پائی جاتی ہے اور ان کے مرتبین نے تحقیق اور تدوین کی پابندی نہیں کی ہے، اس لیے صحت انتساب اور صحت متن کی حد تک ان کو مستند ماخذ کی حیثیت حاصل نہیں ہوں گی۔۳۱

(ب) یہ اُصول بھی قاعدہ کلیہ کے طور پر کام نہیں آسکتا کہ صرف ان روایتوں کو لیا جائے جو ایک سے زیادہ نسخوں میں ملتی ہیں۔ محض یہ صورت کہ ایک روایت ایک سے زیادہ نسخوں میں موجود ہے، اس کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سب نسخے ایک روایت پر مبنی ہوں۔ ایسی صورت میں اساسی طور پر ان کو ایک ہی نسخہ مانا جائے گا، کئی نسخے نہیں۔ جب تک کہ اس کے برعکس نتیجے تک پہنچنے کے لیے قابلِ وثوق شواہد یا قرائن موجود نہ ہوں۔ اسی طرح پر ایک نسخہ ہو یا اور نسخے ہوں ان کے صحت وسقم پر غور و تامل اور تحقیقی تنقید ضروری ہے۔۳۲

بغیر کسی تبصرے کے ہم نے محقق بریلوی اور جدید محقق کے اقوال و آرا نقل کردیے ہیں، محض مطابقت کی کوشش میں کہیں کہیں تو بڑے بڑے پیراگراف کی نقل سے بھی ہم نے گریز نہیں کیا ہے، پھر بھی صحت و سقم کے اعتبار سے ان دونوں میں جو امتیاز ہے وہ اربابِ نقد و نظر اچھی طرح معلوم کرسکتے ہیں، میرے فہم ناقص میں جو چند باتیں آئیں وہ یہ ہیں:

(۱) محقق بریلوی کے یہاں ایجاز و اختصار ہے اور جدید محققین کے یہاں گراں نظر شرح و بسط۔

(۲) محقق بریلوی کے یہاں جامعیت و مانعیت کی ہم آہنگی ہے اور جدید محققین کے یہاں طول کلامی اور تشنہ بیانی۔

(۳) محقق بریلوی کے یہاں ضابطہ بندی کے اصول کے تحت چھوٹے چھوٹے جملوں میں وسیع المفاہیم پیرا بندی ہے اور جدید محققین کے یہاں بڑے بڑے ذہن کو بوجھل کرنے والے جملوں کی کارفرمائی۔

(۴) محقق بریلوی کے مرتبہ آئین میں قوت گرفت و گزاشت اور بست و کشاد کی فراوانی ہے اور جدید محقق کے یہاں اس کی کمی معلوم ہوتی ہے۔

(۵) محقق بریلوی کی نظر دفعات کے جز و کل پر حاوی ہے اسی لیے بہت دور تک تعاقب کا تصور ملتا ہے اور جدید محققین کے یہاں کیف و کم کی ژولیدگی کی وجہ سے کوشش تسلی بخش نہیں۔

(۶) محقق بریلوی کے یہاں یقین و اذعان کی بوقلمونی ہے۔ اور جدید محققین کے یہاں شک و ارتیاب کی حکمرانی۔ امام احمد رضا

* مضمون نگار کٹک اڑیسہ میں مقیم مشہور و معروف اسلامک اسکالر ہیں۔

نے یہ اُصولِ تحقیق اس وقت تحریر فرمائے ہیں جب باضابطہ طور پر اردو زبان میں تحقیقی و تدوینی اُصول پر کوئی جامع کتاب موجود نہیں تھی۔ اس طرح تحقیقی اُصول کے بھی پیشوا امام احمد رضا ثابت ہوتے ہیں۔ محقق بریلوی جدید محققین کے جھرمٹ میں مثل آفتاب و ماہتاب درخشاں نظر آرہے ہیں۔ آپ کی بخشی ہوئی روشنی سے تحقیق کے تاریک گوشوں کو چمکایا جاسکتا ہے اور اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آئین کی تدوین وتزئین پر جس کی نظر اتنی گہری ہو، اس کے تحقیقی رشحات کا معیار کتنا بلند ہوگا اور اس نے تحقیقی تخلیقات اور دیگر علمی تصنیفات کی حلقہ بندی میں کیسی جگر کاوی کی ہوگی۔ یہی وہ آپ کی فکری آگہی اور فنی بلند نگاہی ہے جس نے عرب و عجم کو ششدر کر رکھا ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی جدید محققین کا کشکولِ فکر آپ کے پیش کردہ بعض نکات سے خالی ہی نظر آتا ہے۔ پروفیسر مسعود احمد مظہری تحریر فرماتے ہیں: امام احمد رضا کے مطالعہ و تحقیق کا معیار بھی بہت بلند ہے۔ انھوں نے کبھی لکھی لکھائی اور سنی سنائی بات پر تکیہ نہ فرمایا۔ بلکہ اصل متون کا خود مطالعہ فرمایا۔ اور جب تک خود مطمئن نہ ہوتے حوالے نہ دیتے۔ ان کے پایۂ تحقیق کا اندازہ "جبب العوار عن مخدوم بہار" کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ جس میں انھوں نے متن کتاب کی تحقیق سے متعلق وہ نکات و اُصول بیان فرمائے ہیں جو دورِ جدید کے محققین کے وہم و خیال میں بھی نہیں۔ اور دنیا کا کوئی محقق متن کے لیے یہ اہتمام نہیں کرتا جو امام احمد رضا اہتمام فرماتے تھے۔ ۳۲؎

جدید تحقیق کے جو اُصول و ضوابط آج تحقیقاتی اِداروں اور ان اِداروں کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والی کتابوں میں موجود ہیں، یہ جدید تحقیقاتی اُصول اب کے ہیں اور متعدد دانشوروں کے ہیں۔ امام احمد رضا نے تنہا ان مروجہ اُصول سے بہت پہلے نہ صرف یہ کہ اپنی کتابوں میں ان کو برتا ہے بلکہ جہاں جہاں پیش کش میں شبہات کی گنجائش نکل سکتی تھی، ان تمام مقامات کے لیے آپ نے تحقیقی اُصول خود مرتب و مدوّن فرما کر جدید محققین کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اب کسی کی مجال نہیں ہے کہ غیر معتمد اور غیر ثقہ حوالوں کا سہارا لے کر اپنی تخلیقات کو تحقیقات کی مسند پر بٹھا سکے۔ امام احمد رضا کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار کتابیں ہیں مگر ان کتابوں میں آپ نے تحقیقی اُصول، تدوینی ضابطے، احتیاطی نکات کا ایسا لحاظ و خیال رکھا ہے کہ ہزار اختلاف کے باوجود اب تک کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کی کسی تصنیف، تالیف، تدوین، مضمون یا مقالہ، ملفوظ یا مکتوب کو تحقیقی معیار سے ذرا بھی ہٹا ہوا ثابت کردے۔ یہ تحقیقی اُصول کی پابندی، تصنیفی ضابطے کا لحاظ، تدوینی احتیاط کی پاسداری و خیال کا نتیجہ ہے کہ اس سو سال کے اندر ہزاروں تصانیف مختلف مکاتبِ فکر کی سامنے آئیں مگر جن کی تصانیف کو کل کی طرح آج بھی بالادستی حاصل ہے وہ صرف امام احمد رضا کی تصنیف ہے۔

حوالے

نمبر شمار	کتاب	صفحہ
۱	کلام رضا	۵
۲	کلام رضا	۹۶
۳	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۱۲
۴	؍؍ ؍؍ ؍؍؍	۱۲
۵	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	۱۵
۶	قاری دہلی کا امام احمد رضا نمبر	۳۵۸
۷	نزہۃ الخواطر	۴۱
۸	امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات	۴۰۲
۹	؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۰۹
۱۰	امام اہلِ سنّت	۴۸
۱۱	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۹۳،۹۲
۱۲	جبب العوار عن مخدوم بہار	۳
۱۳	امام اہلِ سنّت	۴۸
۱۴	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۱۱۸،۱۷۷
۱۵	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۱۷۸
۱۶	جبب العوار عن مخدوم بہار	۵
۱۷	امام اہلِ سنّت	۴۹
۱۸	ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ	۱۶
۱۹	اُصولِ تحقیق وترتیب متن	۱۰۲

(بقیہ ص ۱۴ پر۔۔)

تعزیرات قلم

سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

ذاکر نائک اور گستاخانِ رسول کی حمایت واتحاد کی دعوت دینے والی فکر کو بے نقاب کرتی ایک چشم کشا تحریر

از: وسیم احمد رضوی*

سوشل میڈیا پر ذاکر نائک کی حمایت کی آڑ میں جماعت اہل سنت پر بہتان والزام تراشی سے بھرپور ایک تحریر گشت کر رہی ہے، نہ اس کا محرر کوئی معروف ومعلوم شخص ہے اور نہ ہی اس تحریر کا کوئی مرکزی نکتۂ نظر واضح ہوتا ہے، لگتا ہے کسی غیر معروف شخص نے اپنی تشہیر کے لیے جو سمجھ میں آیا لکھ مارا ہے اور کبھی یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ یہ تحریر معاشرے کے کسی ایسے کمزور طبقہ کی آواز ہے جو اپنی شناخت اور پہچان بھی ظاہر کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

مذکورہ غیر متوازن تحریر کے پس پردہ ہمیں وہی شیطانی کھوپڑی کی شرانگیزی معلوم ہوتی ہے جو اپنے چہرے پر اتحاد بین المسلمین کا خوبصورت نقاب لگائے سرکاری درباری معاملات میں اہل سنت کے خلاف مالی وسیاسی محاذ قائم کیے ہوئے ہیں، چوں کہ مذکورہ تحریر سماج کے کمزور ترین طبقہ نے تیار کر کے عام سنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے فرضی نام سے پھیلائی ہے اور اسی کمزور ترین طبقہ کے لوگ اسے سوشل میڈیا پر پھیلا کر عوام اہل سنت کو گمراہ کر رہے ہیں، اس لیے ہماری اس تحریر کے مخاطب بھی اُسی کمزور طبقہ کے عوام وخواص ہیں۔

اہل سنت اور الحاج محمد سعید نوری کو کمزور کہنے والوں کو اتنی جرأت بھی نہیں ہوئی کہ اپنی مردانگی اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شناخت اور پہچان کو واضح کرتے تا کہ ان کی تحریر کو کچھ اعتبار کے قابل تو سمجھا جاتا؛ مگر اس کمزور طبقہ کے بے بس عوام بھی کیا کرتے اسی بغیر ماں باپ کی تحریر کو لے کر اچھل کود کرنے پر مجبور ہیں کیوں کہ ان کے ذمہ داران میں یہ ہمت ہی نہیں کہ اپنے من کی بات اپنے نام اور جماعت کے ساتھ کہہ سکیں۔

موصوف کو بڑا دکھ ہے کہ آج قوم مسلم کے لیے ہندوستان میں زمین تنگ کی جارہی ہے ہمارے خاتمے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں اور اس کی وجہ موصوف کے نزدیک صرف مسلکی اختلاف ہی ہے جس کی بناء پر آج مسلمان ہر شعبہ ہائے حیات میں پریشان ہیں، مگر مجھے موصوف کی فکری یتیمی پر افسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ اللہ ورسول کے فرمان سے روگردانی کی بجائے کچھ اور ہی بتارہے ہیں، کیا انہیں فرمان رسول علیہ السلام کا علم نہیں کہ ان خوارج اور بدمذہبوں کے بارے میں ہمیں پہلے ہی تعلیم دے دی گئی ہے کہ:

"ولا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم ولا تخالطوھم ولا تعودوا مرضاھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم۔ یعنی اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو اور میل جول نہ کرو اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور مر جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔" (ابن حبان ۱۱/۲۷۷)

مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں ہم موصوف سے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جناب جب اپنے آپ کو سنی بتارہے ہیں تو اگر آپ میں کسی بدمذہب جب کہ اس کی گمراہی ثابت ہے اس سے اظہار نفرت کی جرأت نہیں کرسکتے تو کم از کم اس کی حمایت سے تو باز رہتے مگر نہیں صاحب انہوں نے قلم اٹھایا اور اپنے قلم سے وہابیوں کی بولی بولنے لگے جوش تحریر میں موصوف وہابیوں کی اس دہشت گردانہ ومنافقانہ باتیں بھی لکھ گئے جس سے ان کی فکری وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب ہندو تنظیمیں سنیوں کے دفاتر کو دھماکے سے اڑائیں گی تب یہی وہابی جماعتیں یہ کہیں گی کہ جناب ابھی ان کے کچھ اثرت

* مضمون نگار "نوری مشن" مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

ابھی باقی ہیں ایک حملہ اور کروتا کہ ان سنیوں کے بچے کھچے ذرات بھی نیست ونابود ہوجائیں۔

قارئین! آپ یقین کیجیے مجھے یہ جملہ پڑھ کر مجھے اپنے شہر مالیگاؤں کے دیوبندی اور غیر مقلد علما اور ان ذمہ داروں کی وہ دہشت گردی یاد آئی کہ کچھ ہی سالوں قبل جب مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان پر پابندی کے موضوع پر پولس ڈپارٹمنٹ میں تمام مکاتب فکر کی میٹنگ میں غیر مسلم افسران اور صحافیوں کی موجودگی میں ان وہابی علمانے مساجد میں بعد نماز فجر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے خلاف تقریریں کیں غیر مسلم سرکاری افسران کے سامنے علماے اہل سنت کی تقریروں پر پابندی کا مطالبہ کیا تھا ہم پوچھنا چاہتے ہیں ان وہابیوں نے کس کے اشارے پر یہ سب کیا تھا؟

رہی بات آر ایس ایس سے قربت کی تو دنیا جانتی ہے کہ کس مسلک کی کانفرنسوں میں بابا رام دیو جو سنگھی ذہنیت کا پرچارک ہے جس نے حال ہی میں یہ بیان دیا ہے کہ جسے وندے ماترم نہیں پڑھنا ہے وہ پاکستان چلا جائے، وہی بابا رام دیو کس مسلک کے بڑے بڑے اسٹیجوں سے خطاب کرتا ہے اور کن کے یہاں مہمان خصوصی ہوتا ہے سوشل میڈیا سے وابستہ ہر فرد اس سے واقف ہے۔

موصوف کو اس بات سے تکلیف ہے کہ سعید نوری صاحب علما واسلامی اسکالرز کو حوصلہ افزائی کے لیے ایوارڈز سے نوازتے ہیں، مگر موصوف نے اپنی اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے فضول خرچی سے تعبیر کیا ہے، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ سہارنپور ہند سے لے کر نجد تک وہابی مقلدین وغیر مقلدین نے مختلف قیمتی ایوارڈز کے جو بدعتی سلسلے جاری کر رکھے ہیں ان پر آپ کی کیا رائے ہے؟

موصوف نے معمولاتِ اہل سنت پر نشتر زنی کرتے ہوئے مجالس ایصال ثواب، نیاز و فاتحہ اور جلسے جلوس جیسے اعمال مستحبہ کو ہدف تنقید بنایا مگر وہابی بدعتی تبلیغی چلت پھرت اور مساجد کو مسافر خانہ بنائے جانے والے اعمال بد سے یک سر قطع نظران کے تعصب کی غمازی کرتے ہیں، اسی طرح مسلم قوم میں بھکوا جماعتوں کا خوف پھیلا کر کروڑوں اربوں روپیوں کی ریلیف کی ریل پیل کو بھی باپ کا مال سمجھ کر ہضم کر گئے۔ اسی طرح اہل سنت کے علمی اختلاف کو عوام میں اچھال کر اہل سنت کو منتشر کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ باشعور افراد اس بات سے واقف ہیں کہ ٹی وی ویڈیو، لاؤڈ اسپیکر، تبلیغی جماعت، جمعیۃ العلما، دارالعلوم دیوبند، ندویوں، قاسمیوں، اصلاحیوں، فلاحیوں اور ہندی و پاکستانی دیوبندی علما میں اختلاف کی ایک طویل فہرست ہے ابھی موضوع نہیں ورنہ اس رخ سے بھی مواد پیش کیا جاسکتا ہے، ابھی حال ہی میں ایک مہینے میں دو مرتبہ عالمی تبلیغی مرکز میں اقتدار اور روپیوں کے لیے ہوئے خونی معرکہ کی خبریں قاسمی ذرائع ہی سے میڈیا میں عام ہوئیں تھیں، اسی طرح جب سرکاری ٹکڑوں اور عوامی چندوں پر پلنے والی جمعیۃ العلما کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اس وقت کے جمعیۃ نواز اخبارات میں دونوں ٹکڑوں کے صدور نے ایک دوسروں کو امریکی ایجنٹ کہا تھا، اسے بھی نہیں بھولنا چاہیے۔

سنا جا رہا ہے کہ جب سے ہندوستانی سنی مسلمانوں نے داعش، القاعدہ، طالبان، لشکر طیبہ، جیشِ محمد، سپاہِ صحابہ اور جماعت الدعوہ جیسی دہشت گرد تنظیموں اور ان کے حامیوں کو بے نقاب کرنے کی مہم شروع کی ہے تب سے ان دونوں "امریکی ایجنٹوں" میں اتحاد ہو گیا ہے، اس کی وجہ یہ لوگ اپنی منافقت سے بھی بتا رہے ہیں کہ ملکی حالات اور مسلمانوں کے تحفظ وبقا کی خاطر انہوں نے اتحاد کیا مگر اب لوگ باشعور ہو گئے ہیں، لوگوں نے سوشل میڈیا کے ذریعے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ اتحاد بین المسلمین اسی وقت ممکن ہے جب کہ جمعیۃ العلما دیوبندی اور تبلیغی غنڈوں سے اہل سنت کی مساجد ودرگاہوں کو پاک کر دے، اہل سنت کی وقف املاک کو دیوبندیوں کے ناجائز قبضہ سے آزاد کروائے۔

ایک طرف مشرکین ہند کا خوف دلا کر اتحاد کی بات کی جاتی ہے اور دوسری طرف چھوٹے چھوٹے سرکاری دفاتر سے لے کر بڑے بڑے کورٹوں تک مہنگے سے مہنگے وکیل لگا کر اہل سنت کے خلاف کیس کی پیروی اور قانونی محاذ کی سرپرستی جمعیۃ العلما

اور اس کے نمائندے کرتے ہیں، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان سارے سرکاری درباری معاملات میں جو کروڑوں روپے کا اسراف ہوتا ہے دیوبندی حضرات اس کا انتظام عوامی چندہ سے کرتے ہیں یا وہابی کاز کی تکمیل کے لیے اسلام دشمن طاقتوں سے یہ سرمایہ حاصل کرتے ہیں؟

رہی بات ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل کی تو جناب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جناب ذرا دیوبند وندوہ کی چہار دیواری سے نکل کر اپنی منجمد ومحدود فکر کے خول سے باہر نکل کر عالم گیر سطح پر قوم مسلم کی حالت کا جائزہ لیں تو آپ پر واضح ہوگا کہ آج پوری دنیا میں بالخصوص فلسطین وعراق، شام و افغانستان اور برما وغیرہ میں مسلمان جن مصائب سے دوچار ہیں اس کا عشر عشیر بھی ہندی مسلمانوں کو درپیش نہیں، مگر یہ ڈالر و ریال پر پلنے والی جماعتیں جہاں اسلام دشمن عناصر کے آلہ کار ہیں وہیں مسلمانوں کو ان کا خوف دلا کر اپنے چندے کی دکان چمکانے میں مصروف ہیں۔

اسی طرح محدود ذہنیت رکھنے والے قلم کار کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ عوام اور حکومت کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کے دارالافتا کی کیا اوقات ہے، میڈیا سے باخبر ہر شخص جانتا ہے کہ ابھی چند سال قبل ہی دیوبند کے دارالافتاء کے دو مفتیوں نے چند سو روپیوں کی خاطر کس طرح دین اور اپنے فتویٰ کا سودا کیا تھا اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ تین دہائی قبل کس طرح دیوبند کے دارالافتا نے حکومت ہند کی خوشنودی کی خاطر نس بندی کے جواز کا فتویٰ صادر کیا تھا جب کہ اس وقت بھی پورے ہند میں بریلی کا دارالافتاء تنہا تھا جس نے اسلامی قانون کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا تھا، ان دو ناقابلِ تردید مثالوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیوبند اور اس کے فضلا کی وقعت حکومتی اداروں کے نزدیک دولت و شہرت اور اقتدار کی بے عزت لونڈی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

آخر میں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ ضرور دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے اپنی جان و مال عزت وآبرو کو بھی نام وشانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرسکتا ہے، مگر اپنے رسول کے گستاخوں سے اتحاد یا اس کی حمایت کبھی نہیں کر سکتا، پھر چاہے وہ گستاخ دھوتی وقشقہ کا حامل ہو یا جبہ ودستار والا ہو، باغیرت مسلمان اسے ہر حالت میں مسترد کرتے ہیں واضح ہو کہ آج مسلمانوں کی زبوں حالی کا سب سے بڑا سبب اسلامی غیرت کا فقدان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کرنے والے کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنا سب سے بڑی بے غیرتی ہے۔ ؎

محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال و جاں اولاد سے پیارا

(صفحہ ۳۶/ کا بقیہ) کتاب السیر، الکتاب الابسط، الفقہ الاسط، کتاب الردعلی القدریۃ، رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الارجاء، کتاب الرائی، کتاب اختلاف الصحابۃ، کتاب الجامع۔ (نزہۃ القاری)

حج اور تاریخ وصال: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلا حج ۹۶ھ میں اپنے والد کے ہمراہ کیا اور امام اعظم نے عمر میں ۵۵/حج کئے تھے اور دو شعبان المعظم ۱۵۰ھ میں آپ کا وصال ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ ۹۶ھ کے بعد کسی سال حج ناغہ نہ ہوا، لہٰذا ثابت ہوا کہ حرمین شریفین کی حاضری کم سے کم ۵۵/بار مسلسل ہوئی۔

قاضی بغداد حضرت عمارہ بن حسن نے غسل دیا چھ بار نماز جنازہ ہوئی پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا، اخیر میں آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے نماز جنازہ نے پڑھائی، عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی، حضرت امام اعظم نے وصیت کی تھی کہ انہیں خیزان کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی اس وصیت کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے، دفن کے بعد بھی بیس دن لوگ حضرت امام اعظم کی نماز جنازہ پڑھتے رہے، ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے، حضرت امام اعظم کا مزار پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام وخواص ہے۔

اسلاف واخلاف

حیات امام اعظم کے چند نمایاں گوشے

از: محمد اختر رضا منظری شمسی*

عہد تابعین ہی میں اسلامی احکام وفرامین کی شرح وتفصیل مسائل کا استخراج واستنباط اور توضیح وتشریح کی حاجت محسوس ہونے لگی، اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے امت محمدیہ میں چار ایسے اشخاص پیدا فرمائے جن کی عظمت ورفعت درایت ومعرفت اور فہم وفراست کے سب قائل ہیں اور ان کے در پہ اپنی جبین ناز کو خم کر کے خراج عقیدت پیش کیا جن کو عام بولی میں ائمہ اربعہ کہا جاتا ہے انہیں برگزیدہ اور نابغہ روزگار ہستیوں میں ایک سراج الامۃ رأس الفقہا کاشف الغمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو بلند مقام پر فائز ہیں۔

نام: سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ''نعمان'' کنیت ''ابو حنیفہ'' لقب ''امام اعظم'' اور آپ کے والد کا نام ''ثابت'' ہے پورا نام نعمان بن ثابت بن نعمان بن مہرزبان ہے۔

ولادت: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷۰ھ یا ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی سن ولادت میں اختلاف ہے، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کے سن ولادت کے متعلق فرماتے ہیں:

''حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سنہ میں ہوئی اس بارے میں دو قول مشہور ہیں ۷۰ھ یا ۸۰ ہجری زیادہ تر لوگ ۸۰ ہجری کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امام اعظم کی ولادت ۷۰ ہجری میں ہوئی۔ (مقدمہ نزہۃ القاری)

حضرت علامہ شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ کے بقول امام اعظم کا سن ولادت ۸۰ ہجری ہے۔ (مقامات امام اعظم ص ۸)

ابتدائی حالات: حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے بھرا تھا شہنشاہ عبد الملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ ستم گر حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا، چونکہ پیشوایان مذہب وائمہ وقت حجاج کی چیرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے، اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔ فقہا، محدثین، اگرچہ علم فقہ وعلم حدیث کی تعلیم وتدریس میں مصروف تھے مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔

حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت میں مصروف رہے اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم کر لیا تھا ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک مر گیا اور اس کی جگہ سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا، اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو مشیر خاص بنایا اور اس کی جگہ سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو مشیر خاص بنایا اور مرتے وقت اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انہوں نے جہاں ملک کی سیاسی انتظامی بدعنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ وقضایا صحابہ کی تلاش وجستجو اور جمع وتدوین اور نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دی اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ (مقدمہ نزہۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۸)

حصول علم: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائی ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ مگر اس درمیان ایک رات خواب میں حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت فرمائی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو حنیفہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری سنت کے اظہار کے لئے پیدا فرمایا ہے تم دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۶)

حضرت امام اعظم ایک دن بازار جا رہے تھے، راستے میں حضرت شعبی علیہ الرحمہ کا گھر پڑتا تھا، حضرت امام اعظم جب ان کے مکان سے گزرے تو امام شعبی نے ان کو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انہوں نے جواب دیا کسی سے نہیں، امام شعبی نے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آ رہے ہیں، علماء کے پاس بیٹھا کرو، اس

* مضمون نگار دار العلوم قدوسیہ اہل سنت سلطان العلوم مہراج گنج (یوپی) کے مدرس ہیں۔

نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا پھر توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

ابتداءً حضرت امام اعظم کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اختلافات پر قرآن وحدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظریہ کی تردید مراد ہے لیکن امام اعظم نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام وخواص، حکام، قضاۃ، زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے، وہ فقہ ہے، ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے امام اعظم سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے؟ آپ خود نہ بتا سکے، اس سے کہا حضرت حماد سے جا کر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں، مجھے آکر بتا دینا، حضرت حماد کا گھر قریب ہی تھا، تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا، حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اوران سے فقہ حاصل کرنے لگا۔ (مقدمہ نزہۃ القاری ج ا ص ۱۱۸)

علمی مقام اور بشارت نبوی: سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی مقام بہت بلند ہے، آپ علم وتفقہ کے وہ مہتاب ہیں جس کی چاندنی اور تابانی کے سامنے آسمان علم ومعرفت کے ستاروں کی چمک ماند نظر آتی ہے، ان کے علمی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث نبوی میں بشارت آئی ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث پاک میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں بروایت سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرمایا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجل من ابناء فارس۔ یعنی اگر علم ثریا کی بلندیوں میں پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں ایک اس تک پہنچ جائے گا۔ (حلیہ)

جناب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ "الالقاب" میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"لو کان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء الفارس۔ یعنی اگر علم ثریا پر بھی اٹھ جائے تو مردان فارس کی قوم اس تک ضرور پہنچ جائے گی۔" (الالقاب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پاک جس کے اصل الفاظ صحیح بخاری ومسلم میں یہ ہیں:

"لو کان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من فارس۔ اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

"لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس پہنچ جائے تو مردان فارس کا ایک شخص اس تک ضرور پہنچ کر اسے حاصل کرلے گا۔"

(مقامات امام اعظم ص ۱۳)

حدیث کی ان بشارتوں سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی مقام ومرتبہ کی بلندی نظر آتی ہے جس کا اعتراف نہ صرف ان کے مقلدین اور متبعین نے کیا بلکہ دوسرے ائمہ مجتہدین بھی دل سے اس کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

امام اعظم تابعی ہیں: حضرت امام اعظم جس زمانہ میں پیدا ہوئے یہ صحابہ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور تھا اس دور میں بھی قریب قریب بیس صحابہ کرام باحیات تھے جیسا کہ درمختار میں ہے اس کو بعض لوگوں نے مبالغہ پر محمول کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے متعلق زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں تو اگر ۸۰ھ ہی میں ولادت مانیں تو اس وقت انیس یا اس سے زیادہ صحابہ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے اور اگر ۷۰ھ مانیں تو یہ تعداد تیس یا اس سے زیادہ بڑھ جاتی ہے، تفصیل کے لئے نزہۃ القاری جلد اول کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت امام اعظم نے کم سے کم سات صحابہ کرام کی زیارت کی ہے، حضرت انس کو امام اعظم نے کئی بار دیکھا ہے فرمایا کہ وہ سرخ خضاب استعمال کرتے ہیں، نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن الجوزی، علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی، امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر مکی، علامہ بن عبدالبر سمعانی، علامہ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ توریشی ولی عراقی، ابن

الوزیر، علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن اردنی کو جن کا ۸۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا، اور سہل بن سعد ساعدی اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ اور عمرو بن حریث ان کا بھی ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا، اور حضرت عبد اللہ بن حارث اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بلکہ بعض محققین اس کے بھی قائل ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی ہے، ان سے حضرت امام اعظم نے حدیث بھی سنی ہے، اس کی کچھ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کے حضرت جابر کا وصال ۷۴ھ میں ہوا اور حضرت امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ بہت سے محققین نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس تقدیر پر تین اور صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابو جحیفہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس لئے حضرت امام اعظم تابعی ہوئے اور ان احادیث کے مصداق ہوئے۔

"طوبی لمن رانی وامن بی وطوبی لمن رای من رانی۔ اے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اسے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔"

"لاتمس النار مسلما رانی ورای من رانی، رواہ الترمذی۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔" (مشکوۃ ص ۵۵۴)

امام اعظم مشاہیر کی نظر میں: ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابو محمد سعید بن عروبہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا اے ابو محمد! میں نے آج تک ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پایہ کا عالم ہو، میری دلی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو علم دیا ہے مجھے بھی اس سے حصہ ملے اور دوسرے مسلمانوں کے دل بھی ان علوم کے لئے کھل جائیں، واقعی ایسا میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ نے چاروں طرف علم وفضل کی روشنیاں پھیلادی ہیں۔

امام ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے جو شخص مغازی رسول سے واقفیت حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہو، اسے مدینہ منورہ میں رہنا چاہئے جو شخص علم مناسک سے دلچسپی رکھتا ہو، وہ شخص مکہ مکرمہ میں قیام کرے مگر جو فقہ کا طالب ہو، اسے چاہئے کہ کوفہ میں رہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں سے دامن مراد بھر لے۔

حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دینی مسائل میں رائے کی بات سیکھنی ہو تو رائے صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی جائے اگر رائے فقہ کے انداز میں حاصل کرنا ہو تو امام اعظم جیسا کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔

خلاد سکونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس سے، آپ نے فرمایا باخدا آپ کی مجلس میں بیٹھنا ایک لمحہ بھی میرے پاس ایک ماہ بیٹھنے سے بہتر ہے۔

عبد اللہ بن داؤد الخریبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص جہالت کی دلدل سے نکلنا چاہتا ہو تو اسے فقہ کا علم حاصل کرنا چاہئے اور وہ امام اعظم ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے بخدا وہ حماد بن سلم اور حماد بن زید سے زیادہ عالم ہوگا اور ان سے بڑھ کر اہل اسلام کو فائدہ پہنچائے گا۔ (مقامات امام اعظم ص ۲۳۱ ـ ۲۳۲)

آپ کے اساتذہ اور مشائخ: ہم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اساتذہ اور مشائخ کا ذکر کر رہے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن تک ہمیں رسائی حاصل ہوئی ہے ورنہ آپ کے اساتذہ کا شمار بے حد وحساب ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی، حضرت امام شعبی، حضرت سلمہ بن کہیل، حضرت ابو اسحاق سبعی، حضرت سماک بن حرب، حضرت محارب بن دثار، حضرت عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، حضرت ہشام بن عروہ بن زبیر، حضرت سلمان بن مہران، حضرت حماد بن ابی سلمان، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، حضرت امام محمد بن علی باقر، حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام قاسم بن محمد، حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تصانیف: فقہ اکبر، العالم والمتعلم، (بقیہ صفحہ ۳۲ پر۔۔)

نوخیز قلم

عبادات میں سستی! ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے

از: محمد سلیمان فارسی*

اسلام ایک سچا اور انسانیت نواز مذہب ہے جو ہمیشہ ہر موڑ پر انسانوں کی رہبری کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولوں کے احکامات پر عمل کا حکم دیتا ہے یہ سلسلہ ایک مدت سے چلا آرہا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیائے کرام کو بھیجا اور انہوں نے امت کی رہنمائی کی لیکن وہ تمام باتیں جن پر عمل کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس سلسلے میں اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسان شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں سستی اور کاہلی برتتا ہے، حالانکہ شریعت نے جہاں سستی اور کاہلی سے بچنے کا حکم دیا ہے وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ عمل صالح کرنے میں جلدی کرو، تاخیر نہ کرو سمعنا واطعنا، ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

یعنی انسان جیسے ہی کوئی اچھی بات سنے فوراً عمل پیرا ہو جائے، اس میں تاخیر نہ کرے اور نہ ہی سستی وکاہلی سے کام لے۔

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا فانی ہے، ایک دن یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے ہر شخص کو آئے گی اور ہر شخص کو اس کا مزہ چکھنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

یہ دنیا ایک خواب ہے، آخرت بیداری ہے اور درمیان میں موت ہے، اس کے باوجود ہم اعمال صالحہ میں تاخیر کرتے ہیں اور خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں حالانکہ کل بروز قیامت تمام انسانوں کے ساتھ کما تموتون تبعثون (یعنی تم جس حال میں موت پاتے ہو اسی حال میں اٹھائے جاؤ گے) کا معاملہ ہوگا، یعنی اگر ہم نے شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے میں تاخیر کی، یا کسی قدر سستی وکاہلی سے کام لیا اور ہماری موت آگئی جس کی وجہ سے ہمارے ذمے بہت سے اعمال باقی رہ گئے تو کل قیامت میں ہم اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے، یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں گناہ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ انسان نیک اور اچھے کاموں میں اکثر وبیشتر سستی وکاہلی سے کام لیتا ہے جب کہ دنیاوی خرافات اور گناہ کرنے میں ذرا بھی سستی وکاہلی نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ انسان کما حقہ رحمت الٰہی سے فیض یاب نہیں ہو پاتا جو ایک انسان کے لئے کم نصیبی ہے۔

آج کسی بھی شخص سے پوچھ لیں کہ بھائی، نماز کیوں نہیں ادا کرتے اس میں تساہلی کیوں برتتے ہو؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ ہاں! اب شروع کریں گے یا کل سے شروع کریں گے وغیرہ وغیرہ، اسے اس وقت موت کا خوف نہیں ہوتا، جب کہ موت برحق ہے اور ایک دن آکر رہے گی، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے واجبات و فرائض کی ادائے گی میں سستی وکاہلی سے کام لیتا ہے کہ اسی درمیان وہ موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا نامۂ اعمال خالی رہ جاتا ہے، وہ اپنے اوپر ایک بڑا بوجھ لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے جس کے تعلق سے کل قیامت میں سخت پوچھ تاچھ ہوگی اس لئے اگر انسان کے پاس مصروفیات ہوں، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کام سے کہے کہ پہلے نماز ادا کرلوں پھر کام ہوگا اور یہ ہرگز نہ کہے کہ پہلے کام کرلوں پھر نماز۔

یاد رکھیں جو لوگ نماز میں سستی اور تساہلی برتتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :

"فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الذین هم عن صلاتهم ساهون۔ یعنی ان لوگوں کے لئے ویل (سخت عذاب) ہے جو اپنی نمازوں کو بھولے بیٹھے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نمازوں میں سستی کرنے والوں اور بے وقت تاخیر کرنے والوں کے لئے "ویل" کا عذاب مقرر کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ "ویل" جہنم کی ایک نہایت خطرناک وادی ہے جس کی آگ انتہائی بھڑکتی ہوئی ہوگی، اس میں ان لوگوں کو ڈالا جائے گا جو اپنی نمازوں میں سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہیں۔

* متعلم: جماعت سابعہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نماز میں سستی کرنے والوں کے لئے اس قدر سخت عذاب اس لئے ہے کہ یہ دین کا ستون ہے جس کی وجہ سے دین قائم ہے، جس کسی نے نماز چھوڑی گویا اس نے دین کو ڈھا دیا حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

"الصلوۃ عماد الدین فمن اقامها فقد اقام الدین ومن هدمها فقد هدم الدین۔ یعنی نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین قائم رکھا جس نے نماز ترک کیا اس نے دین کو ڈھا دیا۔"

یہی وجہ ہے کہ کل قیامت کے روز بھی بندوں سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر بندہ اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کی ساری منزلیں آسان ہو جائیں گی اور جو اس میں ناکام ہو گیا تو سمجھ لیں اس کی ساری منزلیں دشوار ہو گئیں۔

انسان یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :

"اقیموا الصلوۃ - نماز قائم کرو۔"

ایک جگہ اور ارشاد ربانی ہے :

"ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا - بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔"

ان سارے ارشادات کو انسان نے اپنے ذہن ودماغ سے نکال دیا ہے اور اپنی دنیوی ضروریات میں مصروف ہو چکے ہیں لیکن انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے اور جبکہ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ کل قیامت میں سب سے پہلے نماز کی پوچھ تاچھ ہوگی، اسی ضمن میں فارسی کا ایک شعر ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

اس کے باوجود انسان سستی وکاہلی سے کام لیتا ہے اگر سستی وکاہلی سے کام نہ لے اور حکم خداوندی اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو جائے تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں کامیابی ہے اور اگر اس سے باز رہے تو سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

یاد رہے جب موت آئے گی اس وقت وہ یہ نہیں دیکھے گی کہ اس نے اب تک کچھ نیک عمل نہیں کئے ہیں اس کو ابھی ہدایت دے دیتے ہیں ابھی اس کو ڈرا کر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کے بعد یہ نیکیوں میں رغبت کرے گا ایسا نہیں ہونے والا ہے جب موت آئے گی اس وقت آپ کو اس دنیا فانی کو چھوڑ کر جانا ہی ہوگا اور جب بروز قیامت نامۂ اعمال کھلے گا، اس وقت سوائے کف افسوس ملنے کے، کوئی چارہ نہ ہوگا۔

مولائے کریم ہم مسلمانوں کو بالعموم اور طالبان علوم اسلامیہ کو بالخصوص دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ نمازوں کی پابندی کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

منظومات

عظیم الشان ہیں جاہ و حشم تاج الشریعہ کے

نتیجۂ فکر: مولانا سلمان رضا فریدیؔ، نوری مسجد، مسقط، عمان

میرے گھر میں بھی آئے ہیں قدم تاج الشریعہ کے
نہ کیوں قرباں ہو میری چشم نم تاج الشریعہ کے

اجالو! آؤ دیکھو چہرۂ مرشد کی تابانی
یہاں لہراتے ہیں نوری عَلَم تاج الشریعہ کے

مسیحا چل کے خود آیا ہے بیماروں کی بستی میں
انوکھے ہیں نرالے ہیں کرم تاج الشریعہ کے

ابھر آیا ہے سبزہ سارے مسقط کی زمینوں پر
ہیں کتنے مخملی نقش قدم تاج الشریعہ کے

لبادہ ہم نے اوڑھا جو حضرت کی محبت کا
بنے ہیں دل ہمارے بھی حرم تاج الشریعہ کے

اتر آیا قمر بھی آج استقبال کی خاطر
عظیم الشان ہیں جاہ و حشم تاج الشریعہ کے

خدا کے فضل سے یہ دائمی اعجاز پایا ہے
ابد تک وہ ہمارے اور ہم تاج الشریعہ کے

رضا و حامد و نوری کے جلوے ان کی سیرت میں
نہ کیوں شیدا ہوں پھر عرب و عجم تاج الشریعہ کے

اسی گھر سے نکلتی ہے مہک علمی بہاروں کی
کہ ہیں اجداد سارے محترم تاج الشریعہ کے

مسلسل بڑھ رہی ہے تابش فکر و نظر ان کی
بلندی پر ہیں پرچم دم بدم تاج الشریعہ کے

اگر بولیں تو ہر ارشاد سے خوشبو نکلتی ہے
اگر لکھ دیں تو ہوں نجم قلم تاج الشریعہ کے

نگاہ فیض سے سب کے جگر سیراب ہوتے ہیں
دلوں کو تازہ کر دیتے ہیں یَم تاج الشریعہ کے

جبین پاک میں پیشانئ فاروق کے تیور
وہی ایمانی غیرت ہے بہم تاج الشریعہ کے

فریدی میرا منہ چھوٹا ہے اور باتیں بڑی ان کی
محاسن کیسے ہوں مجھ سے رقم تاج الشریعہ کے

سنیوں کو آپ کی فکر مبیں اچھی لگی

نتیجۂ فکر: مولانا عبدالقادر نوریؔ، رحمانیہ مسجد، ممبئی

سنیوں کو آپ کی فکر مبیں اچھی لگی
نصرت دین متین بھی بالیقین اچھی لگی

بدعتوں کی ظلمتیں سب پارہ پارہ ہو گئیں
جس نے دیکھا کہہ اٹھا شکل حسیں اچھی لگی

خدمت مسلک تیری اے مرشدی اختر رضا
موہنی سیرت و صورت دل نشیں اچھی لگی

ٹوٹ کر ہوتے بھی بمثل پروانہ نثار
نوریوں کو نور کی نوریؔ جبیں اچھی لگی

شاہ بطحا کے وفادار ہیں اعلیٰ حضرت

نتیجۂ فکر: محبوب عالم گوہرؔ، مظفرپور، بہار

شاہ بطحا کے وفادار ہیں اعلیٰ حضرت
واصف سید ابرار ہیں اعلیٰ حضرت

منطق و فلسفہ، جغرافیہ ہو کہ فقہ
علم اور فضل کے ذخار ہیں اعلیٰ حضرت

جن پہ علمائے عرب اور عجم ناز کریں
اہل سنت کے وہ معیار ہیں اعلیٰ حضرت

اہل سنت کے لئے شاخ گل تر کی طرح
دشمنوں کے لئے تلوار ہیں اعلیٰ حضرت

آپ کی نعت نگاری پہ میں صدقے جاؤں
دل پہ لگتے ہوئے اشعار ہیں اعلیٰ حضرت

میں سمجھنے سے یہ قاصر ہوں کہ جائیں گے کہاں
وہ جو مسلک سے ہی بیزار ہیں اعلیٰ حضرت

آج تحریک ہے جو عشق نبی کی گوہرؔ
اس کے ہی قافلہ سالار ہیں اعلیٰ حضرت

نوٹ: شعرائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے تازہ معیاری اور غیر مطبوع کلام اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ {ایڈیٹر}

خیر وخبر پیلی بھیت میں گنبد خضریٰ کانفرنس

شہر پیلی بھیت کے ایس این انٹر کالج کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں ۲۷؍ ستمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل ایک عظیم الشان گنبد خضریٰ کانفرنس کا انعقاد ہوا ہے، جس کی سر پرستی وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی نے فرمائی۔

معمولات اہل سنت کے مطابق کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے ہوا پھر نعت ومنقبت کے بعد مصلح قوم وملت حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے بہت اچھے انداز میں ایک پر مغز خطاب فرمایا، اس موقع پر حضرت مفتی سید شاہد علی صاحب قبلہ قاضی شہر رامپور کی بھی تقریر لائق ستائش ہوئی، موصوف نے پیلی بھیت کی تاریخ کے حوالے سے بڑا عمدہ بیان کیا اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت علامہ مفتی شمشاد صاحب قبلہ مدرس جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے مخالفین حضور تاج الشریعہ وحضور محدث کبیر کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے کہا کہ آج کل کے کچھ طفل مکتب کہتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کو قاضی القضاۃ کس نے بنایا جبکہ بدعقلوں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ یہ منصب اعلم علمائے ہند ہونے کی حیثیت سے ملک کے جید علماو مشائخ اور نائبین رسول نے باتفاق رائے آپ کو تفویض فرمایا ہے گویا آپ من جانب اللہ ورسول قاضی القضاۃ ہیں، دوران تقریر انھوں نے کہا کہ تاج الشریعہ بذات خود تاج الشریعہ نہیں بن گئے ہیں بلکہ علم وعمل، زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگار اور وارث علوم اعلیٰ حضرت ہونے کی وجہ سے دنیا انھیں تاج الشریعہ کہتی ہے۔

ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ جو لوگ محدث کبیر کو اپنی تقریروں اور واٹس ایپ کے ذریعہ گالیاں دیتے ہیں، وہ ان کے کسی ادنیٰ شاگرد کے بھی ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور چلے ہیں محدث کبیر جیسی عظیم شخصیت پر الزام تراشی کرنے، اہل سنت کا ہر فرد اس حقیقت سے واقف ہے کہ آج کے اکثر بڑے علماء وفضلا آپ کے شاگرد ہیں، آپ نے درجنوں مناظرے کر کے اہل سنت کو فتح مبین دلائی ہے، اس لئے اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر انھیں لعن طعن کرنے والے ہوش کے ناخن لیں، مفتی صاحب نے حضور محدث کبیر پر دیگر بے جا اعتراضات کے مدلل جوابات عنایت فرمائے، خلاصہ یہ کہ سورج پر تھوکنے والا خود اپنے منہ پر تھوکتا ہے۔

ان کے بعد محدث کبیر مائک پر تشریف لائے اور مخالفین کے غرور وتکبر کو چور چور کرتے ہوئے چیلنج کیا کہ آؤ اور ثابت کرو کہ کس طرح مجھ پر توبہ واجب ہے، اگر میں دس منٹ میں تم پر توبہ مسلط نہ کردوں تو ضیاء المصطفےٰ نام نہیں لیکن کذب وبہتان طرازی کرنے والے مخالفین میں اتنی ہمت کہاں جو آپ کا چیلنج قبول کرتے، ان کی ہمت تو صرف واٹس ایپ اور فیس بک ہی تک محدود ہے، اس موقع پر محدث کبیر نے یہ بھی کہا کہ اگر تاج الشریعہ مجھے توبہ کا حکم فرمائیں گے تو میں پورے ملک میں گھوم گھوم کر توبہ کرنے کو تیار ہوں، لیکن جو لوگ اکڑے ہوئے ہیں اور مونچھ پر تاؤ دے رہے ہیں، انھیں یہ نہیں معلوم کہ اکڑ جانا کس کی عادت ہے۔

اس کے بعد شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی ابو الحسام محمد عسجد رضا خاں قادری صاحب قبلہ کی تقریر پر تنویر ہوئی، آپ کی تقریر کیا تھی بس یوں کہہ لیجئے کہ فیضان رضا ''خنجر خونخوار برق بار'' بن کر آپ کی زبان فیض ترجمان سے جاری تھا، آپ نے فرمایا کہ اہل حق ہمیشہ حق کی افہام وتفہیم کے لئے تیار رہتے ہیں، اگر تم اپنے دعوے میں حق بجانب ہو تو بارہا تاج الشریعہ نے معاملے کے تصفیہ کے لئے تمہیں بلایا مگر تمہیں نہ آنا تھا نہ آئے، تمہارا یہ عمل بتا رہا ہے کہ تم حق پر نہیں ہو، اگر حق پر ہوتے تو اہل حق کا شیوہ اپناتے ہوئے آتے اور باہمی گفتگو سے معاملے کو حل کر لیتے۔

کانفرنس میں موجود قرب وجوار کے عوام اہل سنت، عاشقان تاج الشریعہ اور علما وفضلا کی جم غفیر نے اپنے فلک شگاف نعروں سے آپ کی باتوں تائید کی، ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہزاروں فرزندان اسلام کا سیلاب قابل دید تھا، آخر میں حضور تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر ہزاروں افراد سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے، صلاۃ وسلام کے بعد آپ کی دعاؤں کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: محمد فخر الرضا قادری
امام وخطیب نوری مسجد، باقر گنج، بریلی شریف

तहरीक के ख़िलाफ़ कलमी जिहाद किया था। क्या आप इस ख़लीफ़ा का नाम बता सकते हैं?

जवाब : सय्यद सुलैमान अशरफ़ सरबराह इस्लामिक डिपार्टमैंट आफ़ अलीगढ़ यूनीवर्सिटी।

सवाल न. 29 : मौलाना अहमद रज़ा के ख़लीफ़ा का नाम बताइये, जिन्होंने देहली जाकर मौलाना मुहम्मद अली जौहर से मुलाक़ात की थी और इनको मुशरिकीने हिन्द के साथ मुसलमानों के इख़्तिलात व इजतेहाद (एक साथ जोड़ना) के ख़तरनाक नताइज से आगाह किया था?

जवाब : सदरुल अफ़ाज़िल सय्यद मुहम्मद नईम उद्दीन मुरादाबादी।

सवाल न. 30 : बताइये अयोध्या में कुर्बानी गाओ पर फ़साद किस सन् हिजरी में हुआ था?

जवाब : 1913 ईसवीं में।

सवाल न. 31 : बताइये 1914 ईसवीं में कुर्बानी गाओ पर फ़साद किस शहर में हुआ था?

जवाब : मुज़फ़्फ़राबाद में।

सवाल न. 32 : हिन्दुस्तान के वह कौन से चार ज़िले हैं जहाँ 1917 ईसवीं में इस क़दर बड़े पैमाने पर फ़सादात हुए थे जिनकी नज़ीर इस दौर में भी नहीं मिलती?

जवाब : आरह, शाहिदाबाद, बलिया, आज़मगढ़।

सवाल न. 33 : गाओकशी मौकूफ़ कर देने की नापाक कोशिश दसवीं सदी हिजरी में भी हुई थी जो कामयाब हो गई थी। बताइये किस दौरे सलतनत में।

जवाब : अकबर बादशाह के दौर में।

सवाल न. 34 : आल इण्डिया सुन्नी कान्फ़्रैन्स का दूसरा नाम बताइये?

जवाब : जमहूरियत इस्लामिया मरकज़या।

सवाल न. 35 : क्या आप बता सकते हैं कि पाकिस्तान बन जाने के बाद आल इण्डिया सुन्नी कान्फ़्रैन्स के उलमा ने अपनी जमाअत का क्या नाम रखा था?

जवाब : जमीअतुल उलमा पाकिस्तान।

सवाल न. 36 : इस तबदीलीए नाम के सिलसिले में उलमा का इजतिमा कब और कहाँ हुआ था?

जवाब : मार्च 1948 ईसवीं को मदरसा अनवारुल उलूम पाकिस्तान में।

सवाल न. 37 : बताइये पाकिस्तान में उलमा की इस जमाअत के लिए पहला सदर और नाज़िमे आला कौन था?

जवाब : सदर मौलाना अबुल हसनात मुहम्मद अहमद क़ादरी और नाज़िमे आला अल्लामा अहमद सईद काज़मी। (जारी है ——)

(صفحہ نمبر ۵ کا بقیہ) مگر حیف صد حیف کہ نتیجہ پھر بھی صفر ہی رہا اور صفر ہی رہنا تھا کیوں کہ ؎

طریق مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

طریق مصطفےٰ اور احکام شریعت سے صرف نظر کر کے کامیابیوں اور کامرانیوں کے حصول کا تصور ایک ”سراب“ سے زیادہ کچھ نہیں، آج کون ایسی برائی نہیں جو ہم میں نہیں، آج کون ایسا شخص ہے جو (الا ماشاءاللہ) ذاتی مفاد کی دیوی کے چرنوں میں بڑے سے بڑا قومی مفاد قربان کر دینے کو تیار نہیں، آج کون ایسا دردمند دل ہے جو قوم وملت کی ابتر حالت پہ خون کے آنسو نہ بہاتا ہو، لیکن اب یہ وقت ساحل پہ کھڑے ہو کر اپنوں کے ڈوب جانے کا ماتم کرنے کا نہیں بلکہ سمندر میں بے خطر کود کر خود اپنے ہاتھوں میں پتوار لے لینے کا ہے، اگر ہم کچھ کر گزرنے کا عزم مصمم کر کے میدان عمل میں کود پڑے اور سمندر کا سینہ چیر کر اپنا راستہ خود بنانے کا حوصلہ پیدا کر لیا تو یقین جانئے! بڑے سے بڑا طلاطم خیز طوفان بھی ہمارا راستہ روکتے ہوئے گھبرائے گا پھر دنیا و آخرت کی کامیابیاں خود آگے بڑھ کر ہمارے گلے کا ہار بنتی ہوئی نظر آئیں گی۔ ؎

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

آئیے ہم اس نئے سال میں اہل کربلا سے شجاعت و بہادری کی خیرات مانگتے ہوئے ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ، دین و ملت کے سچے شیدائی و فدائی کی طرح دامن مصطفےٰ کو مضبوطی کے ساتھ تھام کر آگے بڑھیں تا کہ گزشتہ سال جو ناکامیاں ہمارا مقدر بنیں، کامیابیوں کی قطاریں لگا کر ہم ان کا تدارک کر سکیں۔

सवाल न. 11 : बताइये मौलाना मुहम्मद अली जौहर जैसे लीडर उस वक़्त क्या कह रहे थे?

जवाब : मैं अपने लिए बाद आँ हज़रत के, गाँधी जी ही के एहकाम की मुताबेअ़त ज़रुरी समझता हूँ (मुहम्मद अली की ज़ाती डायरी हिस्सा अव्वल, सफ़ा 107 बा हवाला सियासी बसीरत)

सवाल न. 12 : आलाहज़रत की उस तसनीफ़ का नाम बताइये जिसके तमाम नुसख़े जला देने का हुक्म ख़ुद उन्होंने दिया था?

जवाब : الطاری الداری لهفوات عبد الباری

सवाल न. 13 : बताइये आलाहज़रत ने इस किताब को जलाने का हुक्म क्यूँ इरशाद फ़रमाया था?

जवाब : इसलिए कि आपने यह किताब जिसकी नसीहत के लिए लिखी थी उसने तौबा कर ली थी।

सवाल न. 14 : बताइये वह शख़्स कौन था?

जवाब : हज़रत मौलाना अब्दुल बारी फ़िरंगी महली।

सवाल न. 15 : बताइये इमाम अहमद रज़ा नदवतुल उलमा की मुख़ालिफ़त क्यूँ करते थे?

जवाब : इसलिए कि यह इदारा अंग्रेज़ हुकूमत का आलऐ कार (अंग्रेज़ के इशारे पर काम करता था) बन गया था।

सवाल न. 16 : बताइये तर्के मवालात के सिलसिले में सबसे पहला इस्तिफ़ता लाहौर से किसने इरसाल किया था?

जवाब : प्रोफ़ेसर हाकिम अली साहब ने इस्लामिया कालिज लाहौर से।

सवाल न. 17 : बताइये यह इस्तिफ़ता किस तारीख़ को इरसाल किया गया था?

जवाब : 14 सफ़र 1339 हिजरी को।

सवाल न. 18 : बताइये दूसरा इस्तिफ़ता लाइलपुर से किसने इरसाल किया था?

जवाब : चौधरी अज़ीज़ुर्रहमान, रिटायर्ड हेड मास्टर हाई स्कूल लाइलपुर ने।

सवाल न. 19 : बताइये यह इस्तिफ़ता किस तारीख़ को भेजा गया था?

जवाब : 12 रबीउल अव्वल 1339 हिजरी को।

सवाल न. 20 : आल इण्डिया मुस्लिम लीग ने अपने किस लीडर की तहरीक पर यह तजवीज़ पास कराई थी कि मुसलमान गाय की क़ुर्बानी मौक़ूफ़ कर दें?

जवाब : डा. मुख़्तार अहमद अंसारी की तहरीक पर।

सवाल न. 21 : बताइये यह किस सन् ईसवीं की बात है?

जवाब : दिसम्बर 1919 ईसवीं की।

सवाल न. 22 : कुछ अरसे बाद मौलाना अहमद रज़ा के एक हम मसलक ने उसकी मुख़ालिफ़त करते हुए बड़ा मुसकित (ख़ामोश करने वाला) जवाब दिया था, बताइये किस नाम से?

जवाब : हिन्दु मुस्लिम इत्तेहाद पर खुला ख़त गाँधी जी के नाम।

सवाल न. 23 : क्या आप उस अक़ीदतमन्द का नाम बता सकते हैं?

जवाब : मौलाना अब्दुल क़ादिर बदायूँनी।

सवाल न. 24 : बताइये यह जवाब अलीगढ़ से किस सन् ईसवीं में शाय किया गया था?

जवाब : दिसंम्बर 1925 ईसवीं।

सवाल न. 25 : बताइये डा. मुख़्तार अहमद अंसारी ने किसकी तहरीक पर मुसलमानों से दरख़्वास्त की थी कि वह गाओकशी मौक़ूफ़ कर दें?

जवाब : देहली कांग्रेस के सदर पंडित मदन मोहन मालवीय की तहरीक पर।

सवाल न. 26 : बताइये पण्डित मदन मोहन मालवीय ने गाओकशी के मौक़ूफ़ करने की तहरीक कब पेश की?

जवाब : दिसम्बर 1918 ईसवीं में।

सवाल न. 27 : इस तहरीक में एक मुसलमान लीडर बहुत पेश–पेश था, आप नाम बताइये?

जवाब : हकीम अजमल ख़ाँन।

सवाल न. 28 : हकीम अजमल ख़ाँन शोहरते आम हासिल करने और अहले हुनूद को ख़ुश करने के लिए गाओकशी के मौक़ूफ़ करने की जो तहरीक चलाई थी। मौलाना अहमद रज़ा के एक नामवर ख़लीफ़ा ने इस

सवाल न. 87 : बताइये इमाम अहमद रज़ा की फ़िक़हिय्यात पर यह किसका क़ौल है कि ''वह फ़िक़्ह हनफ़ी और उसके जुज़ीयात पर उबूर हासिल करने में अपने ज़माने में नामवर और यगाना रोज़गार थे जिस पर उनके फ़ताबा का मजमूआ शाहिद (गवाह) है''?

जवाब : मौलाना अब्दुल हसनी।

सवाल न. 88 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने अपने मारकतुल आला रिसाले किफ़लुल फ़क़ीहुल फ़ाहिम का ज़मीमा किस नाम से शाय किया था?

जवाब : सिर्रूस्सफीहिल्वाहिम

सवाल न. 89 : किफ़लुल फ़क़ीहुल फ़ाहिम का सने तहरीर 1324 हिजरी 1911 ईसवीं है, बताइये इस किताब के ज़मीमा का सने तहरीर क्या है?

जवाब : 1329 हिजरी और 1911 ईसवी।

सवाल न. 90 : बताइये इस रिसाले का उर्दू तारीख़ी तर्जमा किस नाम से हुआ है?

जवाब : الذیل المنوط لرسالۃ النوط

सवाल न. 91 : बताइये इस उर्दू रिसाले का सने तहरीर क्या है?

जवाब : 1329 हिजरी 1911 ईसवीं।

सियासयात

सवाल न. 1 : बताइये नदवतुल उलमा के क़ियाम की मीटिंग किस शहर में हुई थी?

जवाब : कानपुर में।

सवाल न. 2 : आलाहज़रत के उस ख़त का उनवान बताइये जो उन्होंने नदवतुल उलमा के ख़िलाफ़ तहरीर फ़रमाया था?

जवाब : अत्तुहफ़तुल हन्फ़िया

सवाल न. 3 : बताइये ''नदवतुल उलेमा'' कानपुर के किस मदर्से में कायम किया गया था?

जवाब : मदरसा फ़ैज़े आम में।

सवाल न. 4 : बताइये मुल्क़ के नामवर मुअर्रिख़ डा. इश्तियाक़ हुसैन कुरैशी ने अपनी तालीफ़ ''उलमाए इन पौलीटिक्स'' में तहरीक़ तर्के मवालाक में आलाहज़रत के अहम किरदार का ज़िक्र करते हुए प्रोफ़ेसर मुहम्मद मसऊद अहमद की पी एच डी के किस शोहराए आफ़ाक़ मक़ाला का हवाला दिया है?

जवाब : फ़ाज़िले बरेलवी और तर्के मवालात।

सवाल न. 5 : बताइये मिस्टर गाँधी ने कांग्रेस की तरफ़ से किस सन् में तर्के मवालात का एलान किया था?

जवाब : 1920 ईसवीं में।

सवाल न. 6 : बताइये डा. इक़बाल ने हिन्दुस्तान के किन दो बड़े आलिमों की क़ुतुब का अमीक़ (गहरी नज़र से) मुताला फ़रमाया था?

जवाब : हज़रते मुजद्दिद अलफ़िसानी के मकतूबात और आलाहज़रत के फ़तावा रज़विया का।

सवाल न. 7 : हज़रत मुजद्दिद अलफ़िसानी ने दो क़ौमी नज़रया कब पेश फ़रमाया था?

जवाब : 1034 हिजरी में।

सवाल न. 8 : रिसाला अलनाज़िर के उस एडीटर का नाम बताइये जिसने कहा था कि ''अगर नबुव्वत ख़त्म न हो गई होती तो गाँधी जी नबी होते?

जवाब : मौलाना ज़फ़रुल मुल्क़ बा हवाला आलाहज़रत की सियासी बसीरत।

सवाल न. 9 : बताइये यह किसने कहा था कि ज़बानी जै पुकारने से कुछ नहीं होता अगर तुम हिन्दु भाईयों को राज़ी करोगे तो ख़ुदा राज़ी होगा?

जवाब : मौलाना शौक़त अली ने (मदीना अख़बार बिजनौर 21 जनवरी 1921 ईसवीं) बा हवाला सियासी बसीरत।

सवाल न. 10 : बताइये इन दिनों मौलाना अब्दुल बारी का गाँधी के बारे में क्या कहना था?

जवाब : (उनको यानी गाँधी को) अपना रहनुमा बना लिया है जो वह कहते हैं वही मानता हूँ और मेरा हाल तो सरे दस्त इस शेर के मवाफ़िक़ है। उमरे के बआयात व अहादीस गुज़िश्त रफ़ती व निसार बुत परस्ती कर दी। (तहक़ीक़ात क़ादरिया, सफ़ा 18,19 बा हवाला सियासी बसीरत)

फ़ाज़िले बरेलवी का फ़िक्ही मक़ाम नामी किताब पाकिस्तान के किस मशहूर आलिम की तसनीफ़ है?

जवाब : अल्लामा गुलाम रसूल सईदी की।

सवाल न. 70 : ज़बीहा से बाइस चीजे़ खाने की मुमानिअत के मौज़ू पर इमाम अहमद रज़ा की कौन सी किताब हमारी रहनुमाई करती है?

जवाब : الملح المليحه فيما نهى عن اجزاء الذبيحه

सवाल न. 71 : बताइये यह किताब कब और किस ज़बान में लिखी गई?

जवाब : 1307 हिजरी को अरबी ज़बान में।

सवाल न. 72 : फ़िक्ह का मुनकिर काफ़िर है के मौज़ू पर इमाम अहमद रज़ा ने कौन सी किताब तहरीर फ़रमाई है?

जवाब : المقال الباهر ان منكر الفقه الكافر

सवाल न. 73 : इस किताब की ज़बान और सने् तसनीफ़ भी बताइये?

जवाब : उर्दू 1319 हिजरी।

सवाल न. 74 : हुक़्क़ा और तमबाकू के अहकाम पर इमाम अहमद रज़ा ने एक इन्तिहाई मुहक़्क़िक़ाना किताब तसनीफ़ फ़रमाई है, आप नाम बता दीजिए?

जवाब : حقة المرجان لمهم حكم الدخان

सवाल न. 75 : बताइये यह किस ज़बान में है, नीज़ सन् तसनीफ़ भी बताइये?

जवाब : उर्दू 1307 हिजरी।

सवाल न. 76 : मौलवी रशीद अहमद गंगोही ने फ़तावा रशीदिया में मनीआर्डर को हराम क़रार दिया है जबकि इमाम अहमद रज़ा ने इसको जाइज़ क़रार दिया है, किताब का नाम बाइये?

जवाब : المنى والدرر لمن عمد منى آرڈر

सवाल न. 77 : इस किताब की ज़बान और सने् तसनीफ़ बताइये?

जवाब : उर्दू 1311 हिजरी।

सवाल न. 78 : इमाम अहमद रज़ा ने फ़िक्ह की मारकतुल आरा किताब ''अरबी में है'' जद्दुल मुहतार पर हाशिया किस नाम से लिखा है?

जवाब : [illegible] (जद्दुल मुमतार)

सवाल न. 79 : बताइये यह किताब किस ज़बान में है नीज़ इसका सने् तसनीफ़ क्या है?

जवाब : अरबी 1326 हिजरी।

सवाल न. 80 : बताइये इमाम अहमद रज़ा की मारकतुल आरा किताब फ़तावा रज़विया का पूरा नाम क्या है?

जवाब : العطايا النبوية فى الفتاوىٰ الرضوية

सवाल न. 81 : बताइये यह शोहरा आफ़ाक़ किताब इमाम अहमद रज़ा ने किन तीन ज़बानों में लिखी है?

जवाब : अरबी, फ़ारसी और उर्दू।

सवाल न. 82 : बताइये यह किताब कितनी जिल्दों पर मुश्तमिल है नीज़ यह भी बताइये कि इसका सने् तसनीफ़ क्या है?

जवाब : 12 जिल्दो में, 1326 हिजरी।

सवाल न. 83 : इमाम अहमद रज़ा ने फ़िक्ह व उसूले फ़िक्ह की तक़रीबन 42 किताबों पर हवाशी तहरीर फ़रमाये हैं, जो कि सब अरबी में ज़बान में हैं सिवाए एक हाशिया के, और वह फ़ारसी में है, आप नाम बता दीजिए?

जवाब : हाशिया फ़ताबा अज़ीज़िया।

सवाल न. 84 : बताइये इमाम अहमद रज़ा के फ़िक्ही शाहकार फ़तावा रज़विया की कितनी जिल्दें छप चुकी हैं?

जवाब : मुकम्मल 12 जिल्दें।

सवाल न. 85 : फ़तावा रज़विया के चन्द औराक़ पढ़कर मक्का मुअज़्ज़मा के किस जलीलुल क़द्र आलिम ने कहा था कि ''मैं क़सम खा कर कहता हूँ कि उन फ़तवों को अगर अबू हनीफ़ा देखते तो यक़ीनन उनकी आँखों को ठंडक पहुँचती और उसके मुअल्लिफ़ को अपने तलामज़ा (शागिर्दों) में शामिल फ़रमाते''?

जवाब : सय्यद इस्माईल ख़लील ने।

सवाल न.86: बताइये كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم किफ़लुल फ़क़ीहुल फ़ाहिम कितने अर्से में लिखी गई थी?

जवाब : तक़रीबन डेढ़ दिन में।

किस्त–7

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिब : प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची

पेशकश: मोहम्मद आबिल हुसैन, बाजार संदल खां, बरेली शरीफ़

सवाल न. 55 : बताइये इमाम अहमद रज़ा की मारकतुल आरा किताब फ़तावा रज़विया यह कब लिखी गई?

जवाब : 1326 हिजरी में।

सवाल न. 56 : बताइये फ़ताबा रज़विया की तसनीफ़ के वक़्त इमाम अहमद रज़ा की उम्र कितनी थी?

जवाब : सन् ईसवीं के मुताबिक़ 49 साल और सन् हिजरी के मुताबिक़ 51 साल।

सवाल न. 57 : इमाम अहमद रज़ा के ज़माने में कागज़ का नोट बिलकुल नई चीज़ थी, उल्माए किराम ने इसकी बाबत जब आपसे पूछा था तो आपने उसके जवाब में एक मारकतुल आरा किताब तहरीर फ़रमाई नाम बताइये?

जवाब : (किफ़लुल फ़क़ीहिल फ़ाहिम)।

सवाल न. 58 : इस किताब का मुकम्मल नाम बताइये?

जवाब : كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم

सवाल न. 59 : इस किताब की जबान और सने तसनीफ़ बताइये?

जवाब : अरबी, 1324 हिजरी।

सवाल न. 60 : बताइये इस सवाल नामे में नोट के मुतअल्लिक़ कितने सवालात थे?

जवाब : बारह।

सवाल न. 61 : बताइये यह सवाल नामा मक्का मुअज़्ज़मा के किन दो उलमा ने पेश किया था?

जवाब : मौलाना अब्दुल्लाह मिरदाद और मौलाना मुहम्मद अहमद जददावी।

सवाल न. 62 : आम तौर पर कुतबे उसूल में अहकामे शरिया की सात क़िस्में बयान की जाती हैं, बताइये इमाम अहमद रज़ा ने अहकामे शरिया की कितनी क़िस्में बयान की?

जवाब : ग्यारह।

सवाल न. 63 : इमाम अहमद रज़ा ने अपनी मुजद्दिदाना सलाहिय्यत से अहकामे शरीया की जो चार क़िस्में तरतीब फ़रमाईं हैं बताइये वह कौन सी हैं?

जवाब : (1) सुन्नते मुअक्कदा (2) सुन्नते ग़ैर मुअक्कदा (3) इसाअत (4) ख़िलाफ़े औला।

सवाल न. 64 : अलावा उन चार क़िस्मों के, बताइये वह कौन से सात अक़साम हैं जिन्हें कुतुबे उसूल में बयान किया गया है?

जवाब : (1) फ़र्ज़ (2) वाजिब (3) मुसतहब (4) मुबाह (5) हराम (6) मकरुहे तहरीमी (7) मकरुहे तंज़ीमी।

सवाल न. 65 : तयम्मुम के बारे में इमाम अहमद रज़ा ने कितने उमूर सिर्फ़ अपने इजतेहाद से बयान फ़रमाए?

जवाब : एक सौ सात।

सवाल न. 66 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने तयम्मुम के अदमे जवाज़ (जाइज़ न होना) को कितनी अशया से साबित फ़रमाया?

जवाब : एक सौ तीस अशया से।

सवाल न. 67 : बताइये उनमें से कितने अशया का अदमे जवाज़ (जाइज न होना) इमाम अहमद रज़ा ने महज़ अपने इजतेहाद से बयान फ़रमाया है (वाजेह रहे कि यह इशतेहार इमाम अहमद रज़ा ने इमामे आज़म अबू हनीफ़ा के मज़हब पर फ़रमाया?

जवाब : 72 अशया पर।

सवाल न. 68 : आलाहज़रत का फ़िक्ही मक़ाम हिन्दुस्तान के किस मशहूर आलिम की तसनीफ़ है?

जवाब : अब्दुल हकीम अख़्तर शाहजहाँपुरी की।

सवाल न. 69 : इमाम अहमद रज़ा की फ़क़ाहत पर

tradiction then what is it?
Again, forgetting all (that he has mentioned before), he says as follows: "No position upon which one scholar may disagree with another..." and considering here the opposition to be regarded, yet later setting conditions on this opposition, and thus rejecting the opposition. Can the author prove that the meaning of "Khatam al Nabieen" as declared by Qasim Nanotvi is not based on fanciful interpretation and it doesn't violate the grammar or diction of the Arabic Language or it doesn't contradict some other evidentiary text? And (can the author prove that) the phrase written by Khalil Ahmad in the same manner is not contradicting the evident verses of Qur'an? And is the word of Ashraf Ali not violating the clear significance of the Qur'an, although he, himself considered these words "clear rudeness" (insult). Is this not a heap of contradictions?
Accordingly, he has written on page 28: "In sum, Khalil Ahmad Saharanpuri's disadvantageously comparing the Prophets knowledge (Allah bless him and give him peace) to Satan's, the vilest creature in existence – regardless of the point he was making – is something few Muslims can accept ......he badly stumbled in this passage...Muslims would have found his words repugnant and unacceptable".
And he has written on page 31: "Looking back, one cannot help wondering why Khalil Ahmad's and Ashraf Ali Thanwi's own students and teachers, friends did not ask them before their opponents asked them: When did any Islamic Scholar ever compare the knowledge of the Prophet (Allah bless him and give him peace) to the depraved, to the mad, or to animals – even to make a point? Few Muslims would suffer such a comparison to be made with their own Father, let alone the Emissary of God (Allah bless him and give him peace). But while such words were indefensible breaches of proper respect....."
And how will he prove (his argument), whereas he has considered them in the light of the above mentioned quotations to contradict the evidentiary text, violating Qur'an and Sunnah, and repugnant and unacceptable to all Muslims and clear rudeness? (i.e. the author has agreed on numerous occasions that it was clear insolence)
So even if he didn't repeat the words 'It is not based on a fanciful interpretation of Qur'an..... (until end), mentioned by him in the preamble, still the resumed admission by him in the above mentioned words give a clear clue that the preconditions laid by him in the preamble doesn't exist here. So in spite of his own admission he disregarded such opposition, and even then he looked at it as being reliable.

(Cont.........)

principle admitted by him, and taking the preamble in order to avoid the infidelity charge against Deobandis by saying:

"No position upon which one scholar may disagree with another because of evidence from the Qur'an, Hadith, or human reason (as opposed to emotive preference) may be a criterion for faith or unfaith (Kufr)......" (Page: 3)

So why did he state before as saying: "Were there any doubt about this"? And why did he agree, and set as follows: To deny anything of the first category above constitutes plain and open unbelief".

And since prior (the beginning), he has agreed to that, so why did he take cover of the opposition by Ulama and why did he write on page 20 that phrase which was mentioned right now? The Author must declare whether this is not an escape from admission and is it not insisting on denial? Presenting another example of his incredible instability and confusion, he says as follows:

"Provided it is a scholarly position, minimally meaning that:

a) It is not based on a fanciful interpretation of Qur'an and Sunnah that violates the grammar or diction of the Arabic Language.

b) It does not contradict some other evidentiary text

c) It does not violate Ijma or "Scholarly consensus"....

d) And it does not violate a fortiori from either (b) or (c)." (Page: 3, 4)

The author must declare whether the above mentioned phrase by him didn't issue a verdict concerning all the statements by Deobandis, or (by presenting the above), did the author not put an end to the matter at the very outset of his preamble ? Indeed he did. Didn't the author admit firstly and eventually, that there is no look at the opposition by anyone disagreeing to the Zarooriat-e-Deen and the coalition (Ijma) of the Ummah? Again did he not negate the opposition by saying the following:

"It is not based on a fanciful interpretation of the Qur'an or Sunnah that violates the grammar or diction of the Arabic Language...."

The author should be called upon to consider his above mentioned phrases which are falling on him. He himself said that: "to deny anything of the first category above constitutes plain and open unbelief," and he admitted that there was no doubt in this case (i.e. regarding the issue of the finality of Prophecy – Khatm-e-Nubuwwa). And in spite of this he wrote on page 21 that "the point of mentioning these six questions is that not one of them is a genuine Aqida issue". In this manner not only did he excluded the unlikelihood of Allah's lie and the belief of finality of Prophecy from the Essential Islamic Principles, but he denied considering it to be a genuine Aqida issue. If this is not con-

Part (8)

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: HUZOOR SAYYIDI TAAJUSH SHARIAH ALLAMA MUFTI
Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

(Cont..........)
have ceased: there shall be no Messenger after me, nor any Prophet" (Page: 20)

This statement by the author is an interrogation in a denying way which means clearly that he is the denier of the difference in this connection and his later statement is a clear presumption to this, wherein he has admitted evidently that the coalition from the Ummah has gone on this. He must declare in the light of these words whether Deobandis have not become the deniers of the coalition and refusers of Kitab-o-Sunnah? Indeed they have become according to the very admission by him, regarding the refusal of coalition.

The author is stating on the 2nd page of his preface as follows:

"Things that everyone knows: To deny anything of the first category above constitutes plain and open unbelief. It includes such things as denying the oneness of Allah, the attributes of Prophet hood, that Prophetic messenger hood has ended with Muhammad (Allah bless him and give him peace) (until he said) Imam Nawawi explains: Any Muslim who denies something that is necessarily known to be of the religion of Islam is adjudged a renegade and an unbeliever (Kaafir)". (Page: 2)

The above mentioned phrase by the author and his statement on page no. 20 "Were there any doubt about this ..."

This statement is clarifying clearly that it is considered to be one of the Essential Islamic Principles to believe in Khatme Nubuwwa and the coalition has gone on this and there is no capacity of any disagreement to this, and there is no look at someone opposing it. Even then, why is he refuting his own admission, mixing the belief of (Khatm e Nubuwwa) finality of Prophecy and likelihood of lie (by Allah) with other issues and saying as follows on page 21?

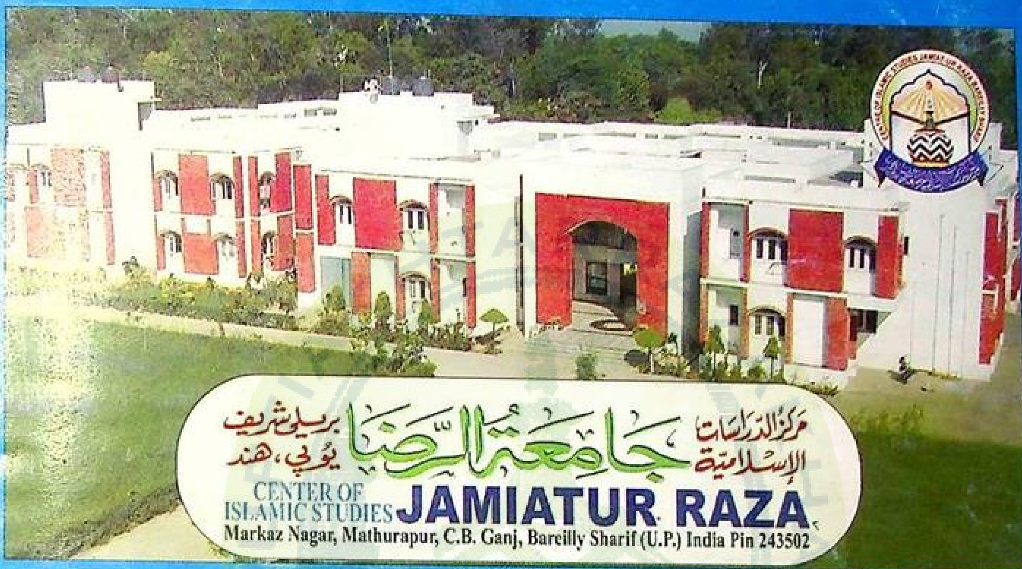
"The point of mentioning these six questions is that not one of them is a genuine "Aqida issue".

With this statement, he is breaking the

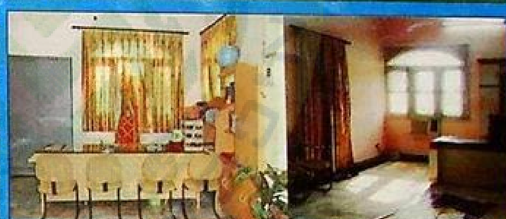
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.)
Editor, Printer, Publisher & Proprietor : Asjad Raza Khan

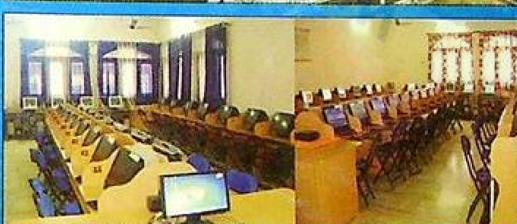
Title Code : UPMUL00639
RNI Ref. No. : 1279986

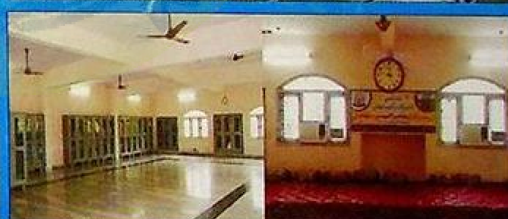
Per Copy : Rs. 20.00
Per Year : Rs. 240.00











Under Management: زیر اہتمام

Imam Ahmad Raza Trust امام احمد رضا ٹرسٹ

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

Design by: Arshi Khan-9368643470

Printed At United Printers, Hamidi Complex Gali Wazir Ali, Bara Bazar, Bareilly